

مجانف
مستطاب
۱۱/۳/۹۲

۴۸۶

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

کتاب مستطاب باسم

۲۲۶
تذکرہ صوفیہ

احترام الاصفیا

۵۵۱۴

نشاط حافظیہ

۱۹۹۳

۲۹ م ۱۳

جس سے بقاعدہ ابجد تاریخ اشاعت ۱۳۲۹ ہجری برآمد ہوتے ہیں

مُرتَبَّہ

مولوی دین محمد صاحب سابق منیر درگاہ شریف بہرائچ

حسب مایش حاجی غلام محمد خاں حافظی صاحب

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۳۲۹ ط ۱۹۳۱ م

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ
۱	شجرہ عربی	۱
۲	تاریخ اعراس شیوخ سلسلہ چشتیہ فخریہ حافظیہ	۱۲
۳	{ تاریخ وصال حضرت خواجہ محمد سلیمان کہ بتاریخ ہفتم صفر روز پنجشنبہ ۱۲۲۶ھ رحلت فرمودند قدس سرہم الشریف	۱۵
۴	شجرہ سلسلہ حافظیہ سلیمانہ فخریہ نظامیہ چشتیہ	۱۵
۵	مشعر تحاقی ملفوظات بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین	۲۰
۶	{ مزاوت مناقب ادلیار کی ضرورت کے دلائل اور اس کے فضائل مع وجوہ اندفاع عذرات لا طائل -	۲۴
۷	مختصر محامد اولیائے کرام	۲۵
۸	{ حوالہ آیات و احادیث و اقوال بزرگان در باب رواج ملفوظ سازی اور اس کا مفید اور نہ دہری ہونا	۲۶
۹	آیہ متہانی	۲۷
۱۰	ترجمہ حدیث شریف مع شان نزول	۲۸
۱۱	حدیث شریف	۲۸
۱۲	از کلمات طہیات حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	۲۹
۱۳	قول حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ	۳۰
۱۴	قول حضرت ابو علی دقاق رضی اللہ عنہ	۳۱
۱۵	قول حضرت ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ	۳۱
۱۶	سر بلائے کے معارف	۳۲
۱۷	قول حضرت ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہ	۳۲

صفحہ	مضمون	نمبر
۳۲	قول حضرت حاتم اعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸
۳۳	قول حضرت لشکر عالم جناب بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ	۱۹
"	{ حکم از پیشگاہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ بنام حضرت امیر خسرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب حضرت محبوب النبی می باید کہ کلمات مشائخ بسیار نظر داری }	۲۰
۳۴	سرکار معنوی یعنی حضرت مولانا مولوی رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس بارہ میں صاف صاف فیصلہ	۲۱
۳۵	چلے فیصلہ ہو گیا	۲۲
۳۶	خلاصہ حالِ اسلمی	۲۳
۳۹	{ ذکر معدنِ جود و کرم - حضرت ولی نعم - شیخ الشیوخ عالم جناب سیدنا مولانا شاہ حافظ محمد اسلم خیر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ }	۲۴
۴۱	سماع	۲۵
۴۲	دوسری صفتِ استتار	۲۶
"	خصوصیاتِ اسلمی	۲۷
۴۳	انفاسِ مجاہدہ	۲۸
۴۴	کتمانِ کرامت	۲۹
۴۵	آپ کا بے مثل تجربہ و	۳۰
۴۶	نفرتِ مخلوق	۳۱
۴۷	روسار سے آپ کی نفرت	۳۲
"	بعض وہ پاک خصلتیں آپ کی جو نہایت مستحسن بھی تھیں اور ملامت کا کام بھی دیتی تھیں	۳۳
۵۱	قصیدہ مصنفہ احقر مولف	۳۴
۵۲	علیہ مبارک اسلمی	۳۵
۵۳	ذکر اسلمی مندرجہ مناقب حافظہ مکلفیت مختصر بابت تعمیر خانقاہ و مسجد و مزار	۳۶
"	تاریخِ مقبرہ	۳۷
"	فکرِ جدید	۳۸
۵۵	عجیب و غریب با سایہ و بے سایہ آپ کی ذاتِ پاک لہتی	۳۹

صفحہ	مضمون	نمبر
۵۹	اخفائے مجاہدت کی حکایت	۴۰
۶۲	مختصر فضائل خدمت انسان کامل	۴۱
۶۴	فضیلت گریہ	۴۲
۶۵	{ آپ کا ابتدا بیعت سے رُکنا متاقل ہونا۔ شجروں پر دستخط کرنے میں تاقل کرنا۔ بعد بیعت مرید کو ہدایات سلوک بتانے میں رُکنا۔ بعد ذہنی امور کا جاری ہو جانا۔	۴۳
۶۸	تبصرہ	۴۴
۷۱	کلیہ	۴۵
۷۷	سرکارِ اسلمیہ کا بحالت استغراق مزارِ حضرت شیخ کی طرف تہا میں سجدہ کرنا	۴۶
۷۴	مناقب و تبصرہ	۴۷
۷۶	بہت بڑی آپ کی تویہ کی عالمگیر کرامت سرور کے تالاب والی	۴۸
۸۴	مریضوں کے شفا پانے کی منتخب حکایت	۴۹
۸۵	مناقب	۵۰
۸۸	ثبوت آنت اترنے کے مرض کے اختیاری ہونے کا اور اس کی حکایت	۵۱
	حکایت	
۹۰	{ مریدوں اور معتقدوں کی رہ نمائی کے لئے سخت خطرناک مصائب گوارا کرنا مع تحریص حاضری مسجد و پابندی جماعت	۵۲
۹۲	{ روزمرہ کے حالات مع اصلاح متعلق ایک محفل سماع کے جس میں شور و شغب تکلیف دہ بڑھ گیا تھا	۵۳
۹۳	نماز پڑھانے کے لئے ایک آدمی مقرر کیا جانا	۵۴
۹۴	آپ کی کرامت سے سردارِ یارِ جنگ صاحب کے اولاد ہونا	۵۵
۷۷	تذکرہ دربارہ اس کے کہ آپ کی تویہ سے آپ کے مریدین کا خاتمہ بخیر ہوتا ہی۔	۵۶
۹۷	غریبوں کی آؤ بھگت اور اُمراسے نفرت اور اسی میں خلافت اور مجاہدیت کی بحث	۵۷
۹۹	تنقیح یا تفسیر یا تشریح کلمات طیبات خداوندِ نعمت سرکارِ اسلمیہ خلیفہ حافظیہ	۵۸
۱۰۱	دربارِ اسلمی میں اُمرار کی عدم مدارات کا حال	۵۹

۱۰۲	اسی ضمن کی دوسری حکایت یعنی اُمراء سے سرکار کی کراہت	۶۰
۱۰۳	خوش حالوں کو بالعموم حائل سلسلہ کر کے برکت دنیا کا فیض پہنچا دینا۔	۶۱
"	تبصرہ	۶۲
۱۰۴	انگریزی وضع سے آپ کو نفرت ہونے کی حکایت	۶۳
"	تبصرہ	۶۴
۱۰۵	{ ترکِ تعظیم کی وجہ سے مخلوق عام یا خاص معتقدین سے گریز کرنا یہ بہت بڑی ریاضت اور مجاہدہ ہے اُس کی حکایت	۶۵
۱۰۶	غایتِ تعظیم حیدر آباد کا اظہار اور سجدہِ تعظیمی کا وقوع اور اس کی تیق و تبصرہ	۶۶
۱۰۸	اسلمی استقامت کا ایک اعلیٰ نمونہ	۶۷
۱۰۹	ادائے سنت حضرت محبوبِ الہی کا اسلمی نمونہ	۶۸
۱۱۰	آپ کا مخالفوں میں بسر کرنا۔	۶۹
"	عرس کی بے سرو سامانی اور اُس کا قدرتی انتظام	۷۰
۱۱۱	عالمِ تعلق میں رہ کر بے تعلقی اور عالمِ صورت میں برتاؤ بے صورتی	۷۱
۱۱۲	عرس کا اہتمام اور اُس میں باوجود تعلق کے آپ کی بے تعلقی	۷۲
۱۱۴	تبصرہ متعلق عرس شریف بطور مجموعی یعنی مختصر حالات	۷۳
۱۱۵	صندل خاں بیٹے حافظ صاحب قبیلہ رضی اللہ عنہ کا	۷۴
"	صندل اسلمی مصنفہ جناب مولانا محمد ہادی علی خاں صاحب	۷۵
۱۱۶	صندل اسلمی مصنفہ احقر مؤلف	۷۶
"	صندل حضرت قبلہ و کتبہ دارین سیدنا حضرت حافظ محمد اسلم صاحب رضی اللہ عنہ مصنفہ غلام محمد حافظی	۷۷
۱۱۷	صندل حضرت قبلہ گوین و کتبہ دارین سیدنا حضرت حافظ محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ مصنفہ غلام محمد حافظی	۷۸
۱۱۸	سامانِ سرمانی خود اور حفاظت بلبوس حافظی	۷۹
۱۱۹	بالآخر غذائے سرکار اسلمی کا حال اور اُس پر روزہ داری	۸۰
۱۲۱	بعض اہل نظر کی حالتِ تعظیمی بمقابلہ شانِ اسلمی	۸۱
۱۲۲	تبصرہ	۸۲

صفحہ	مضمون	نمبر
۱۲۳	{ تعلقہ دار صاحب محمود آباد سے سرکارِ اسلمی کا برتاؤ اور ان کی نذر کی واپسی اور نذر مزار کی عدم واپسی }	۸۳
۱۲۴	عدم استعمال اشیاء ولایتی کا عملی نمونہ	۸۴
۱۲۵	حکام سلطنت سے آپ کا نہ ملنا خواہ وہ انگریزی کے ہوں یا نوابی کے	۸۵
۱۲۶	آپ کے دیگر استاذوں کی حاضری اور اعزاز کی شرکت	۸۶
۱۲۷	نراین تیلی خدمتی کا آپ کے تصرف سے مرضِ دبا سے شفا پانا	۸۷
۱۲۸	{ اظہار قوت جاذبہ اسلمی و غیوریت حافظی و عنایت غائبانہ کا نمونہ و انگریزی مریدان کا کرشمہ و عنایت تحمل کا برتاؤ }	۸۸
۱۳۰	{ انسان کامل کا کسی بیمار کی بیماری کو خفیف تصور فرمانے سے عارضہ لاحقہ میں تخفیف اور شفا حاصل ہوتی ہے۔ }	۸۹
۱۳۲	{ سرکارِ اسلمیہ سے نوابوں رئیسوں کو تجدید خوانی کی اجازت اور باوجود تعلق بے تعلق فرما دینے کی اظہار قوت اور صاحب مزار سے باتیں کروانے کی عطائے خاص و خصوصیت }	۹۰
۱۳۴	{ حضرت شیخ کی اپنے جملہ اہل مجلس سے دعا کروانے اور مریضوں پر دم ڈلوانے اور پھونک ڈلوانے اور بعدہ خود اس کے فاعل ہونے کے معارف }	۹۱
۱۳۶	مراتب اہل مجلس و لیاء کے فضائل کی حکایت	۹۲
۱۳۷	{ روایت موصولہ مابعد جناب مولوی ہادی علی خاں صاحب قبلہ مورخہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ نسبت تخمینہ عمر شریف سرکارِ اسلمیہ و بابت تعلیم علوم مظاہرہ وغیرہ }	۹۳
۱۳۸	{ مناقب اسلمیہ عظیمہ حضرت خان بہادر جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب رئیس دادوں ضلع علی گڑھ تعلقہ دار تعلقات حافظیہ اسلمیہ }	۹۴
۱۳۹	سرکارِ اسلمی کی نذر محض پیش کنندہ کو خوش کرنے کے لئے قبول کرنے کی حکایت	۹۵
۱۴۰	{ نذر قبول شدہ کا اہتمام داشت اور ان کا اسی مصرف میں صرف ہونا جس کے لئے وہ پیش ہوئیں اور ذاتی بے تعلقی }	۹۶
۱۴۱	{ عرس کی رقم عرس ہی میں صرف ہوتی تھی۔ اگر اتفاق سے بعد عرس آتی تھی تو واپس کی جاتی تھی بے لوثی اس کو کہتے ہیں۔ }	۹۷

۱۴۶	تاکید اتباع شریعت اور ادا و وظائف وغیرہ کا مختصر حال	۹۸
۱۴۷	تبصرہ	۹۹
۱۴۸	داب مجلس پاکِ اہلیہ اور اس کی ہیئت و جبروت و فیوضات و برکات و قبولیت دعا وغیرہ	۱۰۰
۱۴۹	تبصرہ	۱۰۱
۱۵۰	مشاہدت میں مجاہدت کی لذت و قدردان کے سامنے قابلِ قدر فضائل کا سرزد ہوتا۔ محبوب کی قوتِ محب میں آجانا۔ حضرت شیخ کو خوشنود کرنے کے لئے طالب کا جبرِ ثقیل برداشت کرنا۔ معشوق کی مواجہ میں ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا عاشق پر آسان ہو جانا	۱۰۲
۱۵۲	کسی قدر بعد کی راحت سے فرار اور قرب کی ظاہری کلفت کی خوشگواری کا اظہار۔ یعنی حضرت شیخ کے عطیہ سواری پر نہ سوار ہونا اور اس کا ایثار کرنا اور پالکی کچھ کر سفر میں دورِ طنا کہ یہ ہمیشہ کی مجاہدت پسندی کا بصیغہ ناز من جانب سرکارِ اہلی اظہار تھا۔	۱۰۳
۱۵۳	پیش گاہ حضرت شیخ سے عام حکم کا بسبیل تذکرہ نعیم کے ساتھ نافذ ہونا اور طالب صادق کا اس کو خاص طور پر انجام دینا اور مزید براں اس انجام دہی کو چھپانا اور باوجود خصوصیت و تفویض کی قوت کو نہ ڈھونڈنا۔	۱۰۴
۱۵۵	منجانب طالب صادق حضرت شیخ کی ناسوتی راحت رسانی اور اس کا بے مثل لازوال تمغہ یا تاج جو قیامت تک کے لئے ناسوت طالب صادق میں ملحق کیا گیا جو کبھی جسمانیات طالب صادق سے جدا نہیں ہو سکتا	۱۰۵
۱۵۷	محافلِ رقص و سرود سے نفرت سرکارِ اہلی کا اظہار اور یکایک دفعہً جیب سے دور و پیہ نکلنے کی کرامت۔ اشیاءِ عالمِ تفرقہ کے استغراق کی وجہ سے اسمائے عدم شناخت و ریل رکھنے کی کرامت مع اظہارِ اہلی قوت باطنی باوجود تحققِ ضعف و پیری صورت ظاہری	۱۰۶
۱۶۰	اخلاق و کرم و تواضع اور جھجک کر تیر لگاتے کی تیر اندازی جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا اور سرکاروں سے بڑھ کر خدمت گاروں کے ساتھ برتاؤ	۱۰۷
۱۶۲	دیگر معززینِ معتمدینِ بزرگانِ معاصرین کی زبان سے سرکارِ اہلیہ کی قطبیت کا اظہار اور فضیلت کا اقرار	۱۰۸
۱۶۴	اپنے خدام کی بابت کسی دوسرے درویش کی دعائے بد کا بجنسہ لوٹا کر رد کرنا	۱۰۹

صفحہ	مضمون	نمبر
۱۴۶	مقدمات عدالت میں دعائے سرکارِ اسلمی کی بدولت کامیابی اور مستندی	۱۱۰
۱۴۸	{ آپ کا آنت اُترنے کا مرض اضطرابی نہیں تھا بلکہ اختیاری تھا اور یہی حال آپ کے ضعف و نفاہت کا بھی تھا	۱۱۱
۱۴۹	{ سرکارِ اسلمی سے اہل دنیا کو اوراد و وظائف کی تعلیم کا کم ہونا اور محض پنج وقتی نماز سے اُن کی کارِ برآری	۱۱۲
۱۵۰	{ حضرت شیخ کے زمانہ موجودگی اور حیات میں طالب صادق کی ملاقات یا حاضری کسی دوسرے بزرگ زندہ کی خدمت میں یہ اجازت شیخ ہونا چاہئے اور مزارات بزرگان پر حاضر ہونے کے لئے بھی ایسی اجازت کی ضرورت ہی خواہ وہ دیگر بزرگان ذی حیات یا صاحبانِ قبر طالب و شیخ کے سلسلہ کے ہوں یا غیر سلسلے کے مع کیفیت غایت نگرانی سرکارِ اسلمی بابت خادمان و غلامان	۱۱۳
۱۵۱	حضرت شیخ کا اپنے مریدین معقدین کے انتقال وغیرہ اور دیگر واقعات سے باخبر رہنا	۱۱۴
۱۵۲	سرکارِ اسلمی کے اخلاق عربوں کے ساتھ اور دیگر حضرات معصروں اور بزرگوں کے ساتھ	۱۱۵
۱۵۳	مناقب	۱۱۶
۱۵۴	تبصرہ	۱۱۷
۱۵۵	مناقب	۱۱۸
۱۵۶	سرکارِ اسلمی کا بے سرو سامانی کے ساتھ عشقِ سفر تو نسہ شریف	۱۱۹
۱۵۸	تبصرہ	۱۲۰
۱۵۹	{ مراسم خانقاہ خلفاء میں حضرت شیخ کی خانقاہی مراسم کا اتباع ہونا چاہئے تاکہ امر فایعونی بہر طور نافذ رہے اور سرِ مو فرق نہ ہونے پائے	۱۲۱
۱۶۰	{ مرض اختلاج کی مبارکی اور موت سے نظارہ بازی اگر کوئی شخص کسی نااہل کا مرید ہو گیا ہو اور وہ لوٹنا چاہے تو وہ خوش نصیب ہے سچے سلسلے والے بزرگوں کو اس کو توجہ کامل قبول نہ کرنا چاہئے اور اُس کے مرید کرنے میں مشیقہ می کرنا چاہئے	۱۲۲
۱۶۱	تبصرہ	۱۲۳

صفحہ	مضمون	نمبر
۱۸۲	{ مرید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے قبل مرید کو سلسلہ کے پیرانِ ماسبق کی طرف بڑھا دینا } { تاکہ قافی فی الرسالت ہونے میں دیر نہ لگے }	۱۲۵
۱۸۳	نواحِ دادوں کی رونقِ افریزی کی ایک خاص وجہ جو ان معارف کے بعد سمجھ میں آئی	۱۲۶
۱۸۶	{ اپنے سالکینِ طالبین کی تعلیم کے لئے حضرت شیخِ کارِ میسانِ دنیا کی کمافی سننے سے پرہیز کرنا } { یہاں تک کہ فاقہ کرنا باوجودیکہ خود حضرت شیخ کو ضرورت پرہیز نہیں رہتی ہی یا بطورِ زمانہ } { خود رئیس کو ذوقِ ریاست سے نکالنے کے لئے اجتناب کیا جانا }	۱۲۷
۱۸۷	{ خواہ تجدیدِ سعیت کی نفی منجانبِ حضرت شیخ جی خود تجدید کی تعریف میں داخل ہی جس کے بعد اظہارِ ترتیب کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اس ترتیب کے نہ واقع ہونے سے } { آئندہ شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بالخصوص اس حال میں کہ حضرت شیخ نے خود قبولیت } { وغیرہ سے تسکین فرمادی ہو۔ }	۱۲۸
۱۸۹	{ سرکارِ اسلمی کی ہر وقت اپنے مریدوں پر قابض رہنے کی دلیل اور نوشتہ میاں صاحب کی انصاف } { پسندی اور احمد سعید خاں صاحب کے ساتھ احسان اور دربارِ حاقطی سے آزمائش کے لئے } { تھوڑی ڈھیل اور دوسروں کے لئے عبرت کی سبیل }	۱۲۹
۱۹۰	{ نبوت اور توید اور خطوطِ بیچ کر لوگوں کو محافلِ عرس میں بلائے کی ناپسندی اور عدمِ تخصیص } { کی کافی تبلیغ اور اختلاف چھوٹی اور بڑی قوم سے قوم کے نکالنے کا عملی دغظ اور صاحبِ } { عرس کے معتقدوں کو خوب لایا و آئے کی فضیلت }	۱۳۰
۱۹۲	کیفِ سرکارِ اسلمی اندر سماعِ معہ ذواقِ بیرونِ محفلِ سماع اور عاشقِ مزاج ہونا آپ کا	۱۳۱
۱۹۳	{ مولانا خواجہ حافظ محمد اسلم صاحب قبلہ قافی فی اللہ تھے اس لئے مطلع علی الغیب تھے } { اور باوجود صاحبِ تقرب ہونے کے تارکِ تصرف رہنا پسند فرماتے تھے }	۱۳۲
۱۹۵	بدھ کا سفرِ سرکارِ اسلمی کو پسند نہیں تھا۔	۱۳۳
۱۹۶	{ علی گڑھ میں تقربِ اسلمی پکھیوں یا چراغ کے کپڑوں کا آدھ گھنٹہ غائب رہ کر } { موجود ہو جانا }	۱۳۴
۱۹۷	{ خلافت کی بحث اور جنابِ حاجی غلام محمد خاں صاحبِ اسلمی حاقطی سلیمانی } { مظلہ العالی کی رائے دربابِ خلفاء و سرکارِ اسلمی }	۱۳۵

صفحہ	مضمون	نمبر
۲۰۰	{ میاں عبدالغفار کے قرب کے اندازہ کرنے کی عاشقانہ حکایت اور مساویت کے حقوق کے ادائیگی کی ہدایت اور انبیاء استعمالی میں برتاؤ تحفیفیہ کی گونہ ممانعت	۱۳۶
۲۰۱	{ حکایت متعلق ذوق و شوق سماع و عطاءے رضائی شریف بحالت ذوق حکایت متعلق اس کے کہ صوفی کی کسی چیز کو جو شخص نظر پسند سے دیکھے تو وہ چیز اسی کو دیدی جاتی ہے یا مجلس صوفیاء میں جو چیز اس کے لئے پیش ہوتی ہے اس کو صوفی حضار مجلس کے متعلق سمجھتا ہے اور انھیں کو عطا فرمادیتا ہے	۱۳۷
۲۰۲	{ سرکارِ اسلمی کا گم ہونے والی چیز کی احتیاط کا پہلے سے حکم دینا اور برہتہ جملوں کے حسب حال پر غور ہونا	۱۳۸
۲۰۳	{ جو چیز حضرت شیخ کی نذر کر دی جائے اُس کے طرز استعمال سے نذر کنندہ کو کوئی تعلق نہ رکھنا چاہئے	۱۳۹
۲۰۴	{ فتح پور ضلع بارہ بنکی میں توجہ سرکارِ اسلمی سے بارش ہونا	۱۴۰
۲۰۵	{ خلاصہ تقسیم اوقات سرکارِ ذوالاقتدار شیخ الشیوخ عالم حضرت مولانا خواجہ شاہ محمد اسلم رضی اللہ عنہ	۱۴۱
۲۰۶	{ لقاء اسلمی کے وقت مولانا خواجہ عبدالصمد صاحب سہسواتی کا ہمیشہ متغیر ہو جانا	۱۴۲
۲۰۷	{ صدق طلب طالبین صادقین کو ہر وقت مطلوب کے لہجہ کے لئے نئی نئی سریں بچھایا کرتا ہے	۱۴۳
۲۰۸	{ پیرانِ غظام کا عوراتِ نامحرم کے سامنے آنے سے اجتناب اور بحالتِ مجبوری سامنے آجانے پر انوکھا پردہ	۱۴۴
۲۰۹	{ تفویض باطنی نعمتوں خانوادہ حشیشہ نظامیہ فخریہ سلیمانہ حافطیہ اسلمیہ کی تقریب من جانب سرکارِ ذوالاقتدار حاجت برآر اسلمیہ بجانب صاحبزادہ قابل اعتبار مودود بن انسان کامل مکمل سے انسان کامل مکمل بننے کا قدرتی اتفاقیہ خفیہ طبعیہ یا خلیفہ و مجازہ سرکارِ اسلمیہ کو عروج دے کر خلیفہ اللہ کر دیئے جانے کے مراسم با فوق تکلم لسانی کا خلوت میں ادا کیا جانا یا ذات پر حضرت ذات کا کھل جانا۔ یادہ خلوتی برتاؤ جس کے اظہار میں تحریر و تقریر اظہارِ عجز کرتی ہے۔	۱۴۵
۲۱۰	{ اپنے آبائی پیشہ کی بابت سرکارِ اسلمی کا اشارہ	۱۴۶

صفحہ	مضمون	نمبر
۲۱۲	{ مناقبِ اہلبیت علیہ السلام سیدنا مولانا حضرت مولوی مصباح الحسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی صاحب آستانہ عالیہ حافظیہ صمدیہ موقوفہ پھونڈ شریف مجاز و خلف و خلیفہ دربار صمدیہ }	۱۴۸
"	ذکرِ پاکِ اہلبیت کے مخصوصہ آداب	۱۴۹
۲۱۵	آدابِ شیخی سرکارِ اہلبیت جو بحالتِ مشغولی محفلِ سماعِ پنجانب سرکار مولانا ادا ہوتے تھے	۱۵۰
"	{ تفصیل ان آداب کی جو بالعموم برجدید لقا سرکارِ اہلبیت اور حضور میں بجائے سلام ادا ہوا کرتے تھے }	۱۵۱
۲۱۶	پیروں کو اپنے گھر بلانا کوئی دل لگی نہیں ہے	۱۵۲
۲۱۸	اہلبیت قیام اور حافظی مزار شریف نے آبادیِ قصبہ خیر آباد شریف کو کیا عزت دی	۱۵۳
۲۱۹	{ مخصوصین کی حسبِ دیارِ یار سے اندازہ عظمت و احترام و وقار ذاتِ پاک یا تمکسار کیا جاسکتا ہے }	۱۵۴
۲۲۰	{ عارفانِ اہلبیت کے آدابِ قربِ مکانی سے اندازہِ مہیت و جبروت و رعب و داب شیخی سرکارِ اہلبیت ہو سکتا ہے عوام کا برتاؤ بہت قابلِ اعتبار نہیں ہے - }	۱۵۵
۲۲۱	{ سرکارِ اہلبیت کی بے مثل فنا فی الشیخ ہونے کی دلیل کہ بجنسہ وہی دلیل آپ کے فنا فی رسول اللہ اور فنا فی اللہ ہونے کی ہے - اور یہی ہمہ تن یقابا اللہ ہے }	۱۵۶
۲۲۲	{ تعلق سرکارِ اہلبیت قدردانوں کو عالم سے بے تعلق کر دینے کے لئے کافی تھا - اور اراداتِ اہلبیت مشائخینِ عالم کی ارادت سے مستغنی کر دیتی تھی اور نسبتِ آپ کی سب نسبتوں پر غالب آجاتی تھی - گویا آپ اپنے وقت میں نسبتِ فخری سلیمانی کی لاج تھے - }	۱۵۷
۲۲۳	{ سرکارِ اہلبیت کا اپنے اخوانِ الطریق کو اپنے آپ کو تحتِ خدمت میں لے جا کر اپنے ما فوقیت کے مراتب سے آگاہ کرنا اور آئندہ کے لئے خیردار کر دینا - }	۱۵۸
۲۲۴	دربارِ سرکارِ اہلبیت میں شہنوی شریف کا عملی درس	۱۵۹
۲۲۶	{ نہایت مختصر و جامع محامد سرکارِ اہلبیت جو سرکار مولانا نے اپنے روزنامہ میں اس وقت تحریر فرمائے جب وہ اپنے معاملات کو تحریر یا تقریر میں لاسکتے تھے - }	۱۶۰

۲۳۲	{ سرکار مولانا کا حسب قرار داد ماہ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ میں دربار سرکارِ اسلمی میں پھر حاضر ہونا اور فیوضات مزید سے نہال ہونا جس وقت سے صرف نو ماہ وصالِ اسلمی کے باقی رہ گئے تھے }	۱۶۱
"	کلمات طلیات سرکارِ اسلمی نسبت سرکارِ مولانا	۱۶۲
۲۳۶	{ فقرہ چہارم یعنی مولوی صاحب آپ کے رہنے کو جس قدر آپ رہیں غنیمت جانتے ہیں کی تفسیر }	۱۶۳
۲۳۷	عطائے نسبت خسرو یہ وغیرہ	۱۶۴
"	کلمات طلیات سرکارِ اسلمی بہ مخاطب سرکارِ مولانا - محققانہ تقلید	۱۶۵
۲۳۸	{ بعد واپسی خیر آباد شریف سرکارِ مولانا کی غایت فراست اور سرکارِ اسلمیہ کی روح پرفتنوح کو بوقت وصال خوش کرنے کے لئے پہلے سے تحفہ جات تیاری کرنے کی حکمت }	۱۶۶
۲۳۹	ابراہیم سے نکلنے کے لئے اوقات خاص اور خلوت میں استعانتِ سماع	۱۶۷
۲۴۰	ماہ ربیع الاول بارہ وفات میں چوبیس سال کے بعد وفاتِ اسلمی کے تسطیر واقعات	۱۶۸
۲۴۱	حاجی میاں صاحب قبلہ کی دوسری روایت	۱۶۹
۲۵۰	{ تبصرہ حالات وصال اور دیگر حضرات کے واقعات کے متعلق قیل وقال واحقر مولف کی معلومات سابقہ و حال کا حال مع دیگر اقوال }	۱۷۰
۲۵۱	آداب طالب صادق یا شیخ حاذق یا خلیفہ یا حضرت متخلف کا بہترین نمونہ	۱۷۱
۲۵۲	{ محافل عراس پیرانِ عظام کی اظہار عزت اور ان کی شرکت کا اعلان تفصیلت و برائے تکمیل شوق حاضری برداشت ذلت اور آخر مقام عبودیت محضہ کے دکھلانے کی حکمت }	۱۷۲
۲۵۳	سرگروہ یا صاحبِ سجادہ یا مالکِ خانقاہ کا ہمانوں کے بعد کھانا کھانا	۱۷۳
"	زہے مختاری اولیائے کرام	۱۷۴
"	نبض کی رفتار کے اعتبار سے حضرات کا ملین کا حال حکما کو نہ معلوم ہونا	۱۷۵
۲۵۴	نظم سجادہ نشینی درگاہ حافیہ سابقہ مع تغیر و تبدل مابعد	۱۷۶
۲۵۵	قصیدہ در مدح حضرات صاحبزادگان و پیرزادگانِ حافیہ	۱۷۷
"	اہلیانِ خیر آباد کی نادانی کی مخالفت	۱۷۸

۲۵۶	سرکار مولانا پیر سرکار اسلمی کا آخری کرم اور اس کی تفصیل	۱۷۹
۲۵۹	{ لفظ نبو کے ساتھ اسلمی پر داذ روح پر فتوح ہوا اور زبان سے پورا کلمہ { (اللہ نبو) برآمد ہوا	۱۸۰
"	{ بوقت غسل شریف سرکار اسلمیہ کے مبارک لیوں میں جنبش ذکر یہ دیکھی گئی { { جس کی وجہ سے ریش مبارک بھی متحرک تھی	۱۸۱
۲۶۰	سماع بلا مزامیر ہمراہ جنازہ مبارک	۱۸۲
"	جو لوگ اچھے تھے وہ آپ کے مرتبہ شناس تھے	۱۸۳
۲۶۲	اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس جہ سے تو کس نہ لیاے	۱۸۴
۲۶۳	تیاری مزار سرکار اسلمی میں سولے مریدین کے کسی کا کچھ نہ لگنا	۱۸۵
"	بڑے حضرت کا قبر سے جھانک کر چھوٹے حضرت کو بلانا	۱۸۶
۲۶۴	اصرار مجازیت	۱۸۷
۲۶۵	کلمات طلیات سرکار اسلمیہ یہ مخاطب جناب احمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۸
۲۶۶	غزل ریح سرکار اسلمی	۱۸۹
"	تاریخ وصال شریف کے افکار	۱۹۰
۲۶۷	افکار جدیدہ	۱۹۱
۲۶۸	اختتام	۱۹۲
۲۶۱	یادداشت	۱۹۳
"	{ سلام بر خواجہ عالم حضرت سیدنا مولانا سرور کائنات منہج موجودات { { احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۹۴
۲۷۳	شجرہ منہج فکر تازہ غلام محمد حافظی سلسلہ عالیہ چشتیہ حافظیہ سلیمانہ نظامیہ	۱۹۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ. أَمَّا بَعْدُ فَهَذِهِ سِلْسِلَتِي مِنْ مَشَائِخِي فِي الطَّرِيقَةِ
الْحَشِيَّةِ رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ إِلَهِي بِحُرْمَتِ سَيِّدِ
الْكُونَيْنِ رَسُولِ الثَّقَلَيْنِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ إِلَهِي بِحُرْمَتِ مَدِينَةِ الْعُلُومِ وَالْمَطَالِبِ

سيد الكونين آه امم مبارک پدر انحضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ
بن کعب و امم شریف مادر انحضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن کعب ولادت انحضرت بعد طلوع صبح صادق پیش طلوع
آفتاب روز دوشنبہ دوازدهم ربیع الاول در سال فیل و دوم و ششم ماہ مذکور نیز گفته اند و ابتدای نزول وحی بقول
اکثر محدثین روز دوشنبہ سوم یا ہشتم ربیع الاول سال چہل و یکم از ولادت و مراجع و بقول اکثر علماء در ماہ ربیع الاول
سال دوازدهم از نبوت و ہجرت انحضرت بغیرہ ربیع الاول یا شب ہستم صفر سال سیزدهم یا چہاردهم از
نبوت واقع شد و فات شریف ہمگام روز دوشنبہ دوازدهم از ہجرت و بقول دوم ماہ مذکور گردید و مدت عمر شریف
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شصت سال و بقول شصت پنج سال و بقول شصت و شصت و نیم سال و وقت دفن انحضرت
شب چہار شنبہ یا سحر آن یا روز شنبہ و مرقد منور در مدینہ طیبہ کجہ عاتشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ در انقبض
روح پر فتوح شدہ بود و در حق کسیک دست داشتہ باشد زیارت قبر شریف وی از او کد مستجابات و قرب بواجب فرمود انحضرت مامن احد
من امتی نہ سعتہ و لم یزرنی فلیس لہ عذر عبداللہ در حدیث دیگر فرمود انحضرت من جاءنی زاراً لا یمہ الا زیارتی کان حقاً علی ان
اكون لہ شفیعاً یوم القیامۃ و نیز فرمود انحضرت من زار قبری و حبب لہ شفاعتی و نیز فرمود انحضرت من زارنی بعد ماتی
فکانما لارنی فی حیاتی صلی اللہ علیہ وآلہ و بارک وسلم کہذا فی کتب السیر و الاحادیث ۱۲

إِمَامُ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْأَشْجَعِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي
طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ إِلَهِي بِحُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَتِ
خَوَاجَةِ أَبِي النَّصْرِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
إِلَهِي بِحُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ أَبِي الْفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ
بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَتِ

سَلَّمَ كُنْتُ أَنْ مَرَجَّ جَمِيعَ سُلَاسِلِ صُوفِيَةِ بِاصْفَاءِ الْبُؤْسِ وَأَبُو تَرَابٍ وَلَقَبُ مِي مُرْتَضَى وَنَامَ مُبَارَكٌ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
بْنِ عَبْدِ الْمَطْلَبِ بْنِ هَاشِمٍ وَنَامَ وَالِدُهُ مَاجِدُهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ اسَدِ بْنِ هَاشِمٍ اسْتُ وَلَدَتْ فِي مَدِينَةِ فَائِدَةِ كَعْبَةِ وَ
جَمْعِهِ سِنِ دَهْمِ رَجَبِ بَعْدِ سِتِّ سَالٍ أَرْوَاقُهُ فِيلُ أَوَّلِ كَيْسِ الْأَنْبِيَاءِ إِيْمَانُ أَوْرَدَا وَبُودَ دَرَسَالِ سَنِي وَنَجْمِ يَاسِي وَشُمِ
أَرْحَبَتْ بِرَسَدِ خِلَافَتِ جَلُوسِ فَرَمُودِ وَبَنَجِ سَالٍ وَسَلَامَةِ وَنَزْدِ بَعْضِهِ چَهَارِ سَالٍ وَنَهْ مَاهِ قَوَاعِدِ مُسْرَعِ مُحْكَمِ سَاخْتِ
شَبِّ وَشَنِيَّةِ بَسْتِ وَكَيْمِ مَاهِ رَمَضَانَ مُبَارَكِ سَالِ تِلْكَ أَرْحَبَتْ وَنَزْدِ بَعْضِهِ مَهْفُتِ مَاهِ مَذْكَورِ وَفَاتِ فَرَمُودِ وَنَدِ عَمْرِ
تَشْرِيفِ شَخْصَتِ وَسَهْ يَاسْتِ وَبَنَجِ سَالٍ بُوْدِ وَنَقْشِ نَكِيْنِ دِي الْمَلِكِ لَلَّهِ وَقَبْرِ شَرِيفِي وَدِي دَرَجَتِ اشْرَفِ اسْتِ هَكَذَا
فِي شَجَرَةِ الْأَنْوَارِ ۱۲ سَلَّمَ اسْمُ شَرِيفِ الْبَنَابِ حَسَنِ وَكُنْتُ أَبُو سَعِيدٍ وَأَبُو مُحَمَّدٍ وَنَامَ وَالِدُ مَاجِدِ دِي الْبُؤْسِ لِيَارِ وَنَامَ
وَالِدُهُ مَاجِدُهُ شَانِ خَيْرُهُ وَوَلَدَتْ بِاسْعَادَتِ دَرْمَدِيَّةِ مَنُورِهِ وَچَوْنِ وَدِي مَتَوَلَّدَ گشتِ مِشِ عَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ بَرُودِ فَرَمُودِ اِيْنِ رَاحِسِ نَامِ كُنَيْدِ كِهْ نِيكُورِ وَسْتُ وَمَادَرِشِ اَزْ مَوَالِي اِمِ سَلَّمَ حَرَمِ مُحَرَّمِ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اسْتُ رُوْرِي بَكَائِي شُغُولِ بُوْدِ وَانْجَابِ بِي شِيرِي گَرِ سِتِ اِمِ سَلَّمَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا پِشَانِ مُبَارَكِ خَمْرِ شَرِيفِ
اَوْنَادِ چِنْدِ قَطْرَةِ شِيرِي بِي چِنْدِي اَبْرَكَاتِ كَرَامَاتِ كِهْ حَقِ تَعَالَى دَرْمِي پِيدَا كَرْدِ بَرَكِتِ اَكْ تَسِيرِ سِتِ صَدِ سِي وَحَاجَةِ كَرِيمِ رَا دَرِيَّةِ بُوْدِ
عِلُومِ ظَاهِرِ وَبَاطِنِ نَظَرِي نَدَاسْتِ دَرِ اَكْثَرِ كِتَابِ مِلُوكِ مَذْكَورِ اسْتُ كِهْ اَوْخَرِ قَدْ خِلَافَتِ اَزْ دَسْتِ مُبَارَكِ عَلِي كَرِيمِ اللَّهُ وَبِهِ تَشَهُدُ
صَحِيحِ اسْتُ نَزْدِ اَبْلِ حَقِّ دِي اِمَامِ حَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَخَوَاجَةِ كَمِيلِ يَادَرِشِي اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نِيْزِ مَحَبَّتِ اسْتُ وَفَاتِ فِي مَهْرَةِ مَاهِ
رَجَبِ نَزْدِ بَعْضِهِ نَجْمِ رَجَبِ سَنَةِ مَكْبُودَةِ گشتِ قَبْرِ شَرِيفِي دِي رَاضِ اسْتُ عَمْرِ شَرِيفِشِ مَشَادِ وَنَهْ سَالٍ بُوْدِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ هَكَذَا فِي
شَجَرَةِ الْأَنْوَارِ ۱۳ سَلَّمَ حَضْرَتِ اِيْشَانِ رِيَاضَاتِ بِنَظِيرِ وَقْتِ خَفِيْفَةِ اعْظَمِ حَضْرَتِ حَسَنِ بَصْرِي سِتِ اَزْ دَسْتِ خَوَاجَةِ كَمِيلِ بْنِ يَادِ نِيْزِ
خَرَقَةِ خِلَافَتِ پُوشِيدِشِ اَزْ اَرَادَتِ چَلِ سَالِ مَجَاهِدِهِ نَمُوْدِ وَبِهِ شَهَادَتِ بُوْدِ وَزِيَادَةِ اَزْ سَلَمَةِ نَخْوَرِشِ وَگُوْنِدِ كِهْ دَانِشِ اَزْ اَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِيْنَ
حَسَنِ بْنِ عَلِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَمُوْدِ وَبَسْتُ وَنَهْمِ صَفَرِ سَنَةِ مَكْبُودَةِ وَبِهِتِ وَبَرْدِ اِيْتِي سَنَةِ مَكْبُودَةِ هَفْتَادِ وَشَشِ هَجْرِي
دَرِ بَصْرَةِ وَفَاتِ فَرَمُودِ هَكَذَا فِي شَجَرَةِ الْأَنْوَارِ وَغَيْرِهِ ۱۲

خَوَاجَهٗ اَبِي الْفَيْضِ فَضِيلٍ اَبْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اِلَهِي
 مَجْرُمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ اَمَانِ الْاَرْضِ حَضَرَتْ خَوَاجَهٗ سُلْطَانِ بَرَاءِ
 بِنِ اَدَهَمِ الْبَكْلُخِي رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اِلَهِي مَجْرُمَتِ شَيْخِ
 الْمَشَائِخِ حَضَرَتْ خَوَاجَهٗ سَيِّدِ الدِّينِ حُدَّيْفَةُ الْمَرْعَشِي
 رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اِلَهِي مَجْرُمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضَرَتْ خَوَاجَهٗ
 اَمِينِ الدِّينِ اَبِي هُبَيْرَةَ الْبَصْرِي رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اِلَهِي مَجْرُمَتِ

۱۵ حضرت ایشان خرقه از دست خواجه عبدالواحد بن زید پوشید بعضی آنجناب را ابوعلی فضل و بعضی ابوالفضل فضل بن
 عیاض نوشتند ولادت با سعادت جناب شان در تفرقند و در فراسان نشو و نمایافت و علم تفسیر حدیث بعد از حدود ده
 کلمات است لایکنس ایمان العبد حتی بودی ما فقرض الله علیه و یحبیب ما حرم الله علیه و یرضی بما قسم الله له ثم خاف مع ذلك
 ان لا یقبل منه وفات آنجناب سوم ربیع الاول و برداتی در ماه محرم سنه یکصد و هشتاد و هفت هجری و مرقد منور و
 نزدیک بیت الحرام در جنبت معلی قریب و ضمه مقدسه خدیجه الکبری رضی الله عنها بکذا فی شجرة الانوار و غیره ۱۲
 ۱۶ کینت حضرت ایشان ابوالحق و نسبش ابراهیم بن ادهم بن ناصر السجی از ابائی ملک بلخ است در جوانی توبه کرد و قوی
 بصیرت بیرون رفته بود و با تفسی آواز داد که ابراهیم ترانه برای اینکار آفریده اند ویرا آگاهی پیدا آمد دست در طریقت نیکوزد
 بکه رفت و آنجا به سفیان ثوری و فضل بن عیاض صحبت داشت خرقه خلافت از دست فضل بن عیاض رضی الله عنه یافت
 بعد ازاں بشرف خلافت امام محمد باقر رضی الله عنه مشرف گشت و در آخر حال از نظر مردم پنهان گشت معلوم نیست که در شریف
 او کجاست بعضی در بغداد به پهلوی امام احمد حنبل میگویند و بعضی در شام آنجا که قبر لوط علیه السلام است فاش در شام سنه یکصد و
 دوهشتاد و شوال بر برایتی بست و ششم جادی الاولی است بکذا فی شجرة الانوار ۱۲ حضرت ایشان در روع و زهد به نظیر بودند و فرمود
 قد لے درویش لا اله الا الله است و در علم سلوک تصنیف می دارند وفات وی بتایخ چهارم ماه شوال سنه دوهشتاد و هجری
 و مرش بفتح الیم و سکون الراء و فتح العین موصی است از نوحی و مشق بکذا فی شجرة الانوار و اقتباس الانوار ۱۲
 ۱۷ حضرت ایشان خلیفه عظم خواجه حذیفه مرعشی رضی الله تعالی عنهما هستند و مقتدای علما و اولیای وقت بودند
 و قوت از وجه حلال حاصل کردی و فتوح اهل دول قبول نکردی و وفات شریف وی هفتم ماه شوال است مدت عمر
 شریف یکصد و بست سال و برداتی صد و سی سال بود قبر شریف او در لصره است بکذا فی شجرة الانوار و غیره ۱۲

شیخ المشائخ حضرت خواجه ممشاد علودینوری رضی الله
تعالی عنه الهی بحر مت شیخ المشائخ سر سلسله حشمتیان
خواجه خواجگان حضرت خواجه ابی اسحاق شامی حشمتی رضی
الله تعالی عنه الهی بحر مت شیخ المشائخ قدوة الحق والدین
حضرت خواجه ابی احمد ابن فرسنا فیه حشمتی رضی الله تعالی
عنه الهی بحر مت شیخ المشائخ قطب الحق والدین حضرت خواجه
ابی محمد ابن ابی احمد حشمتی رضی الله تعالی عنه الهی بحر مت

سلسله حضرت ایشان در ریاضت و مکاشفات شانی عظیم داشتند و در حیات خود در روز حیرت نورد و نیا شامید
و چون متولد شد شب شیر خودی و چون روز بدید تا شب شیر در دهن مبارک گرفتگی اصل می از دینور است و دینور
به کسر ال سکون یا و فتح نون نام شهر است در میان همدان و بغداد و در بغداد نشو و نمایا فیه خرقة خلافت از دست
خواجه مهیر بصری پوشیدند از اکثر کتب تواریخ چنان معلوم می شود که علودینوری همان ممشاد دینوری است و از پیران
سلسله محنین سماع است لیکن صاحب آة الاسرار علودینوری را پیر خواجه ابی اسحق شامی نوشته و ممشاد دینوری را بزرگی دیگر
وفات تلخیص چهارم محرم سنه و صد و نود و نه است رضی الله تعالی عنه که ذی ثبوت الانوار و غیره ۱۲۱۵ حضرت ایشان در کشف و
کرامات شانی عظیم داشتند چون بخدمت خواجه ممشاد علودینوری رسید خواجه اسم مبارک می پرسید گفت ابوالفتح شامی خواجه
ترا از امر و زبانی حشمتی خوانند و هر که تو پیوند او را نیز تا قیامت حشمتی خوانند بعد تربیت خرقة خلافت پوشانیده بخت فرستاد
ازان حشمت پیدا شدند و حشمت دو اندکی شهرت در خراسان دوم قریه است در هندوستان میان ملتان و آنج و خواجگان
از حشمت خراسان اند و وفات وی به چهارم ربیع الثانی است و مرقد نورش در عکة بفتح العین الکاف المشد از بلاد شام که ذی ثبوت
الانوار ۱۲۱۵ حضرت ایشان خلیفه عظم خواجه ابی اسحق حشمتی بودند اسم والد ماجد می سلطان فرسنا فیه است که از شرفای حشمت امیر آن
ولایت بود فرسنا فیه کبر فادرا و سکون سین جمله نون مفتوح و فاد و نون معنی شب نور و اینجا علم سلطان است و عمر شریفش نو و پنج سال بود رسا
و وصیت متولد گشت در یکم جمادی الاخری سال صد و پنجاه و پنج هجری وفات فرمود و قبر شریفی در حشمت است رضی الله تعالی عنه که ذی ثبوت
اقباس الانوار و غیره ۱۲۱۵ حضرت ایشان خرقة خلافت از دست پدر خواجه ابی احمد حشمتی پوشید گویند که در غزوة سنه هجری پنجاه و یک
اول مبارک ایشان فتح سنه گشت و عمر شریفش هفتاد سال بود وفات در سنه چهار صد و یک هجری غره جبا فیه کردید و قبر شریفی در حشمت است که ذی ثبوت

شیخ المشائخ حضرت خواجه ناصر الحق والدین ابی یوسف حسینی
رضی الله تعالی عنه الہی بجرمت شیخ المشائخ حضرت خواجه
قطب الحق والدین مودود حسینی رضی الله تعالی عنه الہی بجرمت
شیخ المشائخ حضرت خواجه محمد و صاحب شریف زندانی رضی الله
تعالی عنه الہی بجرمت شیخ المشائخ مقتدا بی اہل عرفان
حضرت خواجه عثمان ہروی رضی الله تعالی عنه الہی بجرمت

۱۵ حضرت ایشان سید صحیح النسب حسینی هستند و خرقہ خلافت از دست خال خود ابو محمد حسینی پوشیدند و ریاضات
بنظیر عمد بودند بعد وفات خواجہ محمد حسینی حضرت ایشان بر سدا رادت زینت بخش شدند چون وفات می قریب رسید سپر
بزرگ خواجہ مودود حسینی را تحصیل علم وصیت فرمود قائم مقام خود ساخته بتایخ سوم رجب سنہ چارصد و پنجاہ نہ ہجری
وفات فرمودند و قبر شریف ایشان در چشت بہت بکذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲۷۵ حضرت ایشان در سنہ ہفت سالگی
تمام قرآن را با قرأۃ حفظ کردہ تحصیل علم مشغول گردیدند و چون سن بہت و شش سالگی رسیدند الدبزرگوار ایشان خواجہ
ابو یوسف حسینی وفات فرمودند بموجب وصیت پر قائم مقام ایشان گشتند و در علم ظاہر و باطن بنظیر وقت بودند و جملہ
مشائخ آن زمان حلقہ بگوش وی بودند لقب شریف وی قطب الدین است بہ غرہ رجب سنہ پانصد و بہت و ہفت ہجری
وفات فرمودند و بچشت در جوار ابائی کرام خود آسودہ اند و مدت عمر شریفش نود و ہفت سال بود بکذا فی اقتباس الانوار
و غیرہ ۱۲۷۵ حضرت ایشان خلیفہ اعظم خواجہ مودود حسینی هستند چہل سال در گننامی و تحیر در صحرا گذران نمودند اکثر اوقات
برگ درختان خوردے و از مخالطت خلق متفر داشتی و چون فاقہ شدی صدر کت نماز شکرانہ ادا کردے شخصے سلطان نجرا
نجواب دید پرسید کہ خدائے تعالی بعد وفات باتو چہ کردہ گفت اولاً بہ فرشتگان عذاب علم شد کہ مرا بدورخ نرزد و ہمیشہ
تکلم رسید کہ فلان روز در جامع و مشق سعادت ملازمت حاجی شریف زندانی در یافتہ بود از برکت آن بیامرزیدم وفات می
بتایخ سوم رجب برای بی دہم آن ماہ واقع شد مدت عمر شریف یکصد و بہت سال بود شریف می در زندان است زندان بلکہ است نجارا
بکذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ رضی اللہ تعالی عنہ ۱۲۷۵ حضرت ایشان در علوم ظاہری و باطنی و ریاضات و مجاہدات نظیری
نداشتند و خرقہ خلافت از دست خواجہ حاجی شریف پوشیدند و شرف صحبت خواجہ مودود حسینی نیز در یافتہ بودند حضرت خواجہ
مسین الحق والدین رملوطات شریف دی می نویسند کہ مکن آنحضرت قبضہ بار من نبواجی نیشا پور دہلک (بقیہ صفحہ آیندہ)

شیخ المشائخ قطب العارفين سند الموحدين حضرت خواجه
 بزرگ معين الحق والدين حسن سنجری شہ آجمایری رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ الہی بحر مت شیخ المشائخ بڑھان چشتیان
 شہید المحبت حضرت خواجه قطب الحق والدين بختیاراوشی
 کاکي چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الہی بحر مت شیخ المشائخ
 حریق المحبت امام العارفين سلطان الزاهدین حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خراسان است از افادات اوست ہر کہ رخصت داشته باشد تحقیق بدان
 کہ حق تعالیٰ اورا دوست می دارد سخاوت چون سخاوت دریا شفت چون شفت آفتاب تواضع چون تواضع
 زمین با خر عمر در کوہ معظمہ متکف گشتہ بتاریخ ششم ماہ شوال و بروایت پنجم ماہ مذکور در سال شش صد و سہ
 وفات فرمود و قبر شریف در مکہ است ہذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲

۱۱ حضرت ایشاں در کمالات و مجاہدات بے عدیل بودند تمام ملک ہندوستان بقوت ولایت ایشاں بنور اسلام
 منور گشت و حضرت ایشاں را وارث ابنی فی الہند می خوانند بعد وفات پدر خود خواجہ سید غیاث الدین جہ الماک
 پدر خود بے رویشاں تقسیم کرد در بخارا و سمرقند حفظ قرآن و تحصیل علم ظاہری نمودہ بقصبہ ہارون بخدمت خواجہ عثمان
 ہارونی مدید گشتند و خرقہ خلافت پوشیدہ در ہندوستان تشریف آوردند چہل سال بقیہ عمر شریف خود را جمہیر شریف
 سکونت فرمودہ بروز دوشنبہ و بقوے شب یکشنبہ بتاریخ ششم رجب سنہ شش صد و سی و دو ہجری وفات فرمودند
 قبر شریف وی در جمہیر شریف است ہذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲ حضرت ایشاں از سادات حنفیہ ہستند در قصبہ
 اوش کہ از نواحی ماوراءالنہر است متولد گشتند و بعد کسب خلاق ظاہری و باطنی در بغداد و مسجد امام ابو اللیث بشار
 بیت حضرت خواجہ معین الدین مشرف گشتند بعدہ بدہلی تشریف آوردند و خواجہ بزرگ از راہ شفقت حضرت را بختیار
 می فرمودند از سلطان المشائخ منقول است کہ روزی برائے یاراں از حوض شمس کا کہای گرم بر آوردند از آن
 روز خواجہ را کاکي میگویند وفات شریف وی در سنہ ثلث صد و سی و سہ چار دہم ربیع الاول ست قبر شریف درہلی
 متصل حوض شمس است ہذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲

خَواجَه فَرِيدِ الْحَقِّ وَالِدِ الدِّینِ مَسْعُودِ گَنجِ شُکْرِ اَجُودَهْنِی چِشْتِی رِضِی
 اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلَهِی بَحْرُ مَتِّ شَیْخِ الْمَشَایخِ سُلْطَانِ الْعَاشِقِیْنَ
 رَحْمَةُ الْعَلَمِیْنَ مَحْبُوبِ اِلَهِی حَضْرَتِ خَواجَه نِظَامِ الْحَقِّ وَالِدِ الدِّینِ
 مُحَمَّدِ بْنِ اَحْمَدُ بَدَاوِی بَنَی بَحْرِی رَضِی اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلَهِی بَحْرُ مَتِّ
 شَیْخِ الْمَشَایخِ مُسْتَفَرَّقِ بَحْرِ شَهُودِ شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ حَضْرَتِ

۱۰ حضرت ایشان در کمالات ظاهری و باطنی بنظیر بودند نسب شریف بحضرت عمر رضی الله تعالی عنه میرسد والد جد
 حضرت ایشان قاضی جمال الدین سلیمان که از اولاد فرخ شاه بادشاه کابل بودند بعد تباہی سلطنت اجداد بنی
 قصه کوٹھی وال گردیدند و حضرت را دو برادر دیگر بودند شیخ اعز الدین محمود شیخ نجیب الدین متوکل والدہ حضرت
 بسیار عابدہ و باکرات بودند و حضرت را در ایام طفلی برای نمازی فرمودند و زیر مصطفی قدری شکرمی نهاد
 تا حضرت بعد فراغ از نماز آن را تناول می فرمودند و روزی شکری نهادند حضرت بعد نماز تلاش شکر فرمودند
 از غیب شکر بسیار زیر مصطفی پیدا شد از آن روز حضرت را گنج شکرمی گویند وفات شریف روز سه شنبه
 پنجم محرم سنہ شمسد و شصت و چهارست و عمر شریف نود و پنج سال بود مزار شریف در پاک پٹن است ہکذا
 فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲ حضرت ایشان در کرامات و کمالات مشہور بودند در علم ظاہر و باطن معیدیل
 نام مبارک محمد بن احمد بدایونی بخاری و لقب شریف سلطان المشائخ و نظام الدین اولیاست از سادات
 حسنی و حسینی ہستند کاغذ برات شخصی گم شدہ بود بخدمت حضرت عرض کرد فرمودند کہ حلوا بروح پاک حضرت
 گنج شکر فاتحہ بدہ آن شخص از حلوائے قدری در کاغذ پیچیدہ آورد چون کاغذ کشاد آن کاغذ برات را و بود
 وفات شریف ہنزدہم ربیع الآخر سنہ مہتصد و سبت و پنج است و مزار شریف در بیرون دہلی است ہکذا فی
 شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۳ حضرت ایشان از سادات حسینی ہستند و درست سالگی از علوم ظاہری فائز شدہ
 صحبت درویشان اختیار کردند بعد ریاضات کثیرہ بعمر چل سالگی از او دہ کہ وطن جناب بود در دہلی آمدہ بشرف
 بیعت و خلافت سلطان المشائخ مشرف گشتند بعد وفات سلطان المشائخ مدت سی و دو سال در دہلی ارشاد
 و ہدایت خلق فرمودہ بہ ہنزدہم رمضان شب جمعہ سال مہت صد و پنجاہ و مہت رحلت فرمودند مزار شریف
 در دہلی است ہکذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۴

خَوَاجَه نَصِيرِ الْحَقِّ وَالِدِ الدِّينِ مُحَمَّدٍ دِجَرَاعٍ دِهْلَوِیْ اَوْ دِهْلَوِیْ حِشْتِیْ
 رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلَهٰی مَجْرُمَتِ شَیْخِ الْمَشَافِیْخِ حَضْرَتِ
 خَوَاجَه شَیْخِ کَمَالِ الْحَقِّ وَالِدِ الدِّينِ الْمَشْهُورِ بِعَلَامَةِ رَضِیَ اللّٰهُ
 تَعَالٰی عَنْهُ اِلَهٰی مَجْرُمَتِ شَیْخِ الْمَشَافِیْخِ حَضْرَتِ خَوَاجَه
 شَیْخِ سِرَاجِ الْحَقِّ وَالِدِ الدِّينِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلَهٰی مَجْرُمَتِ
 شَیْخِ الْمَشَافِیْخِ حَضْرَتِ خَوَاجَه شَیْخِ عِلْمِ الْحَقِّ وَالِدِ الدِّينِ رَضِیَ اللّٰهُ

۱۰ حضرت ایشاں خلیفہ و خواہر زادہ مخدوم چراغ دہلی ہستند قدس سرہما و سلسلہ نسب شریف ایشاں
 بامیر المؤمنین امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما میرسد و در علم تفسیر و حدیث و فقہ علامہ مشہور بودند چندے در
 احمد آباد سکونت نموده تمامی مردم گجرات و دکن ارشاد و تلقین فرمودند بعد ازاں در دہلی تشریف آورده تلقین
 خلائق نمودند و اولاد خلفای حضرت ایشاں الی الان در دکن تربیت خلائق می فرمایند در آئینہ ثامن از ہجرت
 بست و مفہم ذیقعدہ زملت فرمودند و مزار مبارک ایشاں در دہلی جانب پائیں مزار شریف حضرت چراغ
 دہلی رضی اللہ عنہما است کہذانی شجرۃ الانوار ۱۲۰۰ھ حضرت ایشاں خلیفہ عظیم و پسر بزرگ حضرت خواجہ
 کمال الدین علامہ بودند کشف و کرامات ابغایت مستور و عزلت را نہایت مرغوب می داشتند و وقت آخر
 خواجہ کمال الدین علامہ ایشاں را در خلوت طلب داشتہ نعمتہا بخشیدند ازاں روز برہر کہ نظر می کردند پیراز
 ذوق می فرمودند و فات ایشاں است و کم جادی الاولی است و قبر شریف ایشاں در پیران پٹن است
 کہذانی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲۰۰ھ حضرت ایشاں خرقہ خلافت از دست شیخ سراج الحق والدین پوشیدہ
 در ریاضات و عبادات متشای روزگار بودند طالبان را اولاً بعلم شریعت کامل نموده بعدہ بعلم طریقت و
 حقیقت رہنمائی گشتند و کسیکہ از علم شریعت بہرہ نہ داشتہ او را صرف بہ نماز و روزہ و کثرت درود و کلمہ طلبیدہ
 تلقین می فرمودند و اجازت سبیت نمی دادند و کسیکہ بر غبت خود اجازت می طلبیدہ او را نیز اجازت و خلافت
 نمیدادند و فات ایشاں است و ششم صفر و قبر شریف در پیران پٹن است کہذانی شجرۃ الانوار و غیرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم جمعین ۱۲

تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَايخِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ شَيْخِ
 مُحَمَّدٍ تَعْرِفِ شَيْخِ رَاجِحِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُرْمَتِ
 شَيْخِ الْمَشَايخِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ شَيْخِ جَمَالِ الْحَقِّ وَالْدِّينِ
 تَعْرِفِ شَيْخِ جَمِّنِ إِلَهِي بِحُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَايخِ قُطْبِ الْأَوَّلِيَاءِ شَيْخِ الْأَنْقِيَاءِ حَضْرَتِ
 خَوَاجَةِ شَيْخِ حَسَنِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُرْمَتِ
 شَيْخِ الْمَشَايخِ مَطْهَرِ اللَّهِ التَّائِمِ الصَّمَدِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ
 شَيْخِ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُرْمَتِ شَيْخِ

۱۰ حضرت ایشان خلیفہ اعظم شیخ علم الحق والدین هستند جامع علم ظاہر بودند و سیکہ تحصیل علم ظاہر ہر مرد می شد
 اور از زمانہ قلیل بمطلب اصلی می رسانیدند وفات شریف بتاریخ بست و دوم صفر و قبر شریف در پیران پٹن
 است بکذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲ حضرت ایشان خلیفہ اعظم شیخ محمود هستند قدس سرہما ہر چند خود را
 مستور الحال می داشتند ابائی اختیار از وی خرق عادت سر نیز در میان دارند کہ زمانہ باصل الاصول می رسانید
 وفات شریف دوم ذیحجہ و قبر منیف در احمد آباد گجرات است بکذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲ حضرت ایشان
 در علم باطن یگانہ روزگار بودند صحبت حضرت ایشان خاصیت اکسیر اعظم می داشت نسب شریف ایشان بہ شیخ
 کمال الدین علامہ میرسد باین طریق شیخ نصیر الدین ابن شیخ سراج الدین ابن شیخ کمال الدین بن علامہ
 قدس سرہم وفات شریف بتاریخ بست و ہشتم ذیقعدہ و قبر منیف در احمد آباد گجرات است بکذا فی شجرۃ الانوار
 و غیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و علی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و صحابہ و بارک و سلم ۱۲

۱۱ حضرت ایشان جامع علم ظاہر و باطن بودند خرقہ خلافت در خاندان قادریہ و شپتہ و نقشبندیہ و سہروردیہ
 از دست والد ماجد خود پوشیدہ قائم مقام حضرت شان گردیدند در علم معارف و حقائق تصنیف بسیار می دارند
 و چہل و دو نسخہ کہ در مشائخ ما مشہور است از مصنفات او شان ہشت وفات شریف بست و نہم بیع الاول
 و قبر منیف در احمد آباد گجرات ہست بکذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲

الْمَشَائِخِ فَرَدِ الْحَقِيقَةَ قُطْبِ الْمَدِينَةِ الشَّرِيفَةِ حَضَرَتْ خَوَاجَه شَيْخِ
يَحْيَى الْمَدَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي جُرْمَتْ شَيْخِ الْمَشَائِخِ
الْمُتَخَلِّقِ بِأَخْلَاقِ اللَّهِ وَالْمُتَّصِفِ بِأَوْصَافِ اللَّهِ فَإِنِّي فِي اللَّهِ بَاقِي
بِاللَّهِ حَضَرَتْ خَوَاجَه شَيْخِ كُلَيْمِ اللَّهِ جَهَانَ أَبَادِي رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي جُرْمَتْ شَيْخِ الْمَشَائِخِ سِرَاجِ الْوَاصِلِينَ
فَخِرَ الْعَاشِقِينَ

حَضَرَتْ خَوَاجَه شَيْخِ نِظَامِ الْحَقِّ وَالِدِائِنِ أَوْزَنْكَ أَبَادِي رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي جُرْمَتْ شَيْخِ الْمَشَائِخِ فَخِرَ الْأَوْلِيَّاتِ

۱۵ حضرت ایشاں خلیفہ اعظم شیخ محمد صاحب ہمت مکمل علم باطن نموده در مدینہ منورہ بہ مشرف بہت حضرت
شیخ محمد صاحب مشرف گشتند و طالبان را بہ مشرف بہت خود مشرف ساختہ بمقصد اصلی می رسانیدند
وفات شریف ایشاں بہت و ششم صفر و قبر نفیس در مدینہ است ہکذا فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲ حضرت
ایشاں تحصیل علم ظاہر نمودہ در مدینہ منورہ بہ مشرف بہت شیخ یحیی مدنی مشرف گشتہ خرقہ خلافت یافتند
بعد حصول نعمت باطنی بہ شاہ جہان آباد تشریف آوردہ فی مابین قلعہ و جامع مسجد مسکن خود ساختند
در اینجا اکثر مردمان را بمرتبہ فضیلت رسانیدہ بمقام اصل الاصول فائز ساختند سوار اسبیل و کشتی
و مرقع و غیرہ از مصنفات ایشاں است وفات شریف بہت و چہارم ربیع الاول سنہ یکزار و یکصد
و چہل و دو ہجری و مرقہ منورہ در دہلی مشرف زیارت گاہ خلایق است ہکذا فی شجرۃ الانوار ۱۲

۱۶ حضرت ایشاں جامع علم ظاہر و باطن بودند نسب شریف از جانب الد شیخ شہاب الدین سہروردی
میرسد از وطن خود کہ در قصبہ از قصبات پورب است دہلی برای تحصیل علم تشریف آوردند بخدمت حضرت شیخ
کلیم اللہ جہان آبادی تحصیل علم نمودہ بہ مشرف بہت مشرف گشتند انواع نعمت از حضرت شیخ حاصل کردہ
حسب ارشاد طرف دکن روانہ گشتہ در اوزنگ آباد اقامت فرمودند فرزند آنجناب پنج بودند محمد عماد الدین خاں
غلام معین الدین غلام بہار الدین غلام کلیم اللہ محمد فخر الدین قدس سرہم وفات شریف حضرت ایشاں دوازہم
ذیقعدہ سنہ یکزار و یکصد و چہل و دو ہجری و مزار مبارک در اوزنگ آباد است ہکذا فی شجرۃ الانوار ۱۲

وَالْآخَرُونَ مُحِبِّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ رَّبِّ الْعَالَمِينَ حَضَرَتْ خَوَاجَه
 شَيْخَةُ فَخْرٍ الْحَقِّ وَالِدَاتِ مُحَمَّدًا أَوْزَنَكَ أَبَادِي شَوْجَهَانِ أَبَادِي
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُجْرَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ سِرَاجِ السَّالِكِينَ
 شَمْسِ الْعَارِفِينَ خَوَاجَه خَوَاجَكَ غَرِيبَ كَوَاكِزِ حَضَرَتْ خَوَاجَه
 بُزْرَكُ نُورِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُجْرَتِ شَيْخِ

۱۰ حضرت ایشان فرزند معظم و خلیفه عظم حضرت شیخ نظام الدین اوزنگ آبادی بودند و از جانب ابدی با جد از اولاد
 سید محمد گیسو در از تولد آنجناب در مبدی اوزنگ آباد سال یکزار و یکصد و ست و شش هجریست چون خبر ولادت
 آنجناب بحضرت شیخ کلیم الله جهان آبادی رسید بطوس خود برائے آنجناب فرستادند و محمد فخر الدین نام نهادند و مولانا
 ملقب فرمودند ارشاد کردند که در شاه جهان آباد جہاں را بنور ہدایت منور خواهد کرد چون عمر شریف بہ شانزدہ سالگی
 رسید والد ماجد جناب بہ نعت باطنی مولانا تفویض نموده ملت فرمودند بعد از آنجناب بشیقت شبانہ روزی سہ سال تکمیل علم ظاہر نموده و ش
 جوانی اختیار کردہ بر ریاضات شاقہ پرداختند تا ظاہر بنیان از حسن ظن بازماندہ خلل انداز اوقات نشوند
 پس از ان ہمیشہ شریف آمد آنجا در دہلی تشریف آوردہ جملہ عالم را بنور باطن منور فرمودند وفات شریف بہت و مہتم
 بخادی الثانیہ سنہ یکزار و یکصد و نو دہ ہجری و قبر شریف در دہلی بجوار قطب صاحب است ہکذا فی شجرۃ الانوار
 ۱۱ حضرت ایشان خلیفہ عظم مولانا فخر الملتہ والدین و در کشف و کرامات و حالات و مقامات بر ہمہ خلفائے مولانا
 صاحب فائق و فاضل بودند در مبادی حال بعد حفظ کلام اللہ شریف بقصد تحصیل علم از ملک پنجاب در دہلی تشریف آوردہ
 بخدمت علمائے دہلی بہ تحصیل علم پرداختند بعد چندے بشرف ملازمت مولانا صاحب شرف گشتہ اولاً تکمیل علم ظاہر نمود
 بعد بہ سنہ یکزار و صد و پنجاہ و پنج ہجری بشرف محبت مشرف گشتند و انواع نعمت باطنی کہ از سرور انبیاء
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سینہ بسینہ بواحد بعد واحد رسید بود حاصل ساختہ خرقہ خلافت پوشیدند و حسب ارشاد
 مولانا صاحب روانہ پنجاب گشتہ در ریاست بہا و لکناں بہ قریہ ہماران کہ از پاک پٹن شریف جانب غرب بفاصلہ چل کرد
 واقع است رخت اقامت انداختند و اکثر مریدان پنجاب در تعلیم و تلقین مریدان بدیوئی حاصل ساختہ صاحب سجادہ
 گشتند اما چاکر کس خلیفہ عظم و مشہور عالم بودند اول خواجہ نور محمد ثانی کہ ملقب بہ خلیفہ صاحب مورد شفقت خاص پنجاب
 بودند مرار شریف ایشان در حاجی پور است دوم مولانا قاضی محمد عاقل صاحب کہ در کوٹ مٹھن سودہ اند و علم فضل ایشان
 در ملک پنجاب بسیار مشہور است سوم حافظ محمد جمال صاحب کہ در ملتان سودہ و مریدان و خلفائے ایشان را پنجاب را اند چہاں ہادیان
 مرشدان و مولانا محمد سلیمان کہ خاتم الخلفا بودند وفات شریف بتایخ سوم ذی الحجہ سنہ یکزار و صد و پنج ہجری مرارینف در قرینج سرگرم از ہمارا
 سر کردہ است زیارت گاہ خلائق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

الْمَشَائِخِ سُلْطَانِ التَّارِكِينَ سَنَدِ الرَّاسِخِينَ إِمَامِ الْهُدَى غِيَاثِ
الْوَرَى قُطْبِ الْأَقْطَابِ فَرْدِ الْأَحْبَابِ عَرَبًا وَآزُسَلِيمَانِ زَمَانِ
حَضَرَتْ خَوَاجَه شَيْخِ مُحَمَّدٍ سَلِيمَانِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي
بِحُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ سُلْطَانِ الْوَاصِلِينَ بَرْهَانِ الْكَامِلِينَ
مُقَرَّبِ بَارِكَاهِ لَعَنَ بَزَلِي مُحَرَّمِ اسْرَارِ خَفِيِّ وَجَلِي حَضَرَتْ خَوَاجَه

۱۵ حضرت ایشاں خلیفہ اعظم حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب ہستند و در کشف کرامات از شرق باغ
مشہور و معروف اند و وطن اصلی انجناب در کوہستان مقام گرگوجی کہ نہایت سر و سیر و از توشہ شریفہ جانب
غرب سی کردہ واقع است در مبادی حال در کوٹ مٹھن بہ بدر تفسی محمد عاقل صاحب تحصیل کتب درسیہ
صرف توجہ می فرمودند کہ بعد چندی حضرت قبلہ عالم باجمعی از خلفا و مشائخین تشریف آوردند روزی در خانقاہ
حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت قبلہ عالم تشریف میداشتند کہ حضرت ایشاں ہمو بخا بہ شرف بیت شرف
گشتہ بود و توجہ خاص گردیدند من بعد ضروری قبلہ عالم لازم گرفتہ یافت یا فتنہ و حسب رشا حضرت قبلہ عالم قامت نوشتہ شریفہ امتیاز فرمودند انجا صہار
مردمان قی تو زنی را بشرف بیت ممتاز فرمودند و بیشتر اصحاب سجادہ ساحتند اما سہ خلیفہ مشہور عالم و رہنمائے
خلاق عرب عجم گشتند اول خلیفہ محمد یاراں صاحب کہ در ریاضات فرید عصر بودند دوم حافظ محمد علی صاحب
خیر آبادی کہ اکثر مردمان ہند و دکن و عرب را رہنما گشتند سوم مولوی محمد علی صاحب کہ در مکہ اکثر مردمان
ولایت پنجاب را بمرتبہ فضیلت رسانیدہ صاحب سجادہ ساختند وفات شریف ہفتم صفر یوم پنجشنبہ سنہ
یکہزار و دو در توشہ شریفہ عمر شریف قریب بعد سال رسیدہ تا شصت و دو سال زمینت بخشند رشا
گشتند بعد انجناب قدوۃ السالکین حضرت خواجہ اکہ بخش نبیرہ حضرت ایشاں رونق بخش مند تلقین گشتند
و ہزار ہا مردمان ہند و ستان پنجاب بشرف بیت مشرف فرمودند و تعالی از ذات بابرکات ایشاں ترقی
سلسلہ چشتیہ کند و ایشاں را بمرتبہ غوثیت رساند آمین ۱۶

سَيِّدَ حَافِظِ مُحَمَّدٍ عَلِيٍّ حَسَنِي حُسَيْنِي حِشْتِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ إِلَهِي بَجَرُمَتِ شَيْخِ الْمَشَارِقِ سُلْطَانِ الْوَاصِلِينَ زُبْدَةِ الْعَارِفِينَ
قُدْوَةِ الْعَاشِقِينَ فَخْرِ الْأَوْلِيَّينَ وَالْآخِرِينَ مُحَمَّدِ الرَّسُولِ مُحَمَّدِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ مَعْدِنِ جُودٍ وَكَرَمٍ دَافِعِ حُزْنٍ وَالْمُشَيِّخِ الْأَعْظَمِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ
حَافِظِ سَيِّدِ مُحَمَّدٍ أَسْلَمَ حَسَنِي حُسَيْنِي حِشْتِي حَافِظِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ.

حضرت ایشان از اعظم خلفائے حضرت خواجہ شاہ سلیمان توسوی بودند از زمانہ طفلی آثار ولایت
از جنین مبارک تا باں بودند و ان شباب وطن را ترک کردند و تحصیل علم ظاہری نمودہ بر ریاضات و مجاہدت
مشغول شدند اول در لکھنؤ بدرگاہ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب ریاضتہائے شاقہ فرمودند و نعمتہا
از حضرت مخدوم یافتند بعدہ بدہلی بدرگاہ حضرت قطب الاقطاب نعمتہائے فراواں حاصل فرمودند باز بہ
اجمیر شریف چند سال قیام نمودند از خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ ہم متفیض شدند پس از اں بتوسہ شریفہ
رفتند و بدست حضرت خواجہ سلیمان رضی اللہ عنہ بیعت کردند و ہمون وقت بخلعت خلافت خاص مشرف شدند
ہزار ہا مردم ہند و ملک دکن و اہل عرب را بہ بیعت مشرف کردہ فیض ہارسانیدند اسم مبارک حافظ سید محمد علی
است و مشہور در خلق حافظ محرم علی است نسب پدری آنحضرت بہ حضرت سید عبد الجبار خلف حضرت خوث الثقلین
سید عبد القادر حیلانی میرسد و مادر آنحضرت از سادات حسینی ہستند ولادت شریف در قصبہ کھیری ملک اودہ
شد در ریاضات و مجاہدات فرید عصر بودند قدیمی بجز اتباع رسالت پناہ نمی داشتند در علم فقہ و حدیث حضرت
ایشان را شان عظیم بود در اخفای حال کماں فلو بود در مرض وفات حضرت سیدی و مرشدی حافظ سید محمد اسلم
صاحب برادر زادہ خورد ادام اللہ برکاتہ کہ خادم خاص بودند بعبطای خلافت مشرف فرمودند و بت و نوزیم
ذیقعدہ شب پنجشنبہ اول وقت نماز عشا بمقام خیر آباد کہ وطن قدیم آنحضرت است بر حمت حق پیوستند
و ہا جا آسودہ اند و حضرت سید محمد اسلم صاحب قبلہ صاحب سجادہ ہستند اللہ تعالی بواسطہ آنحضرت ترقی
سلسلہ حافظیہ فرماید و تا قیام قیامت این سلسلہ عالیہ جاری ادا رہد آمین۔

تایخ اعراس شیوخ سلسلہ حقیقیہ فخریہ حافظیہ

[illegible]

تاریخ وصال حضرت خواجہ محمد سلیمان کہ بتاریخ ہفتم صفر و پنجشنبہ ۱۲۶ھ جلالت موند قدس سرہ الشرف

سلیمانِ زمانِ رحلت چوں فرمود
 پئے سالِ وصالش ہاتھِ غیب
 یکایک درجہاں ظلمتِ معینِ زو
 بجفت او آفتابِ چشتیاں بود

بعد حمد خداوند مسبح و دحیاء صلوٰۃ و سلام چہرہ کمال پناہ و آل و اصحاب الادستگاہ منحنی سہاد کہ کلمات این سلسلہ منجیکہ از مشائخین
دین منقول است بلا تصرف در اینجا نقل نمودم و مراعات قواعد فارسی و عربی بمقابلہ نقل اکابر دین ملحوظ نداشتم کہ اتباع بزرگان
دین بہر حال باعث مزید رکبت پس میدارم تا وہاں آداب طریقت آنکہ اگر دریں سلسلہ طلبہ عربی با لفاظ را بجائے مخالف قواعد یا مزہ زبان طعن نکنانند
کہ التفات اہل معنی بصورت کتبی باشد و چون حضرت مرشدی قدس سرہم اعراس اکثر مشائخین موافق تواریخ مذکور جہاد باطلالین می فرمودند
لہذا تواریخ اعراس اکثر مشائخ دین از کتاب مذکور بقید اہ دریں جدول درج کردم اگر ہیچ یکے از این تواریخ یا تواریخ وفات کہ در حاشیہ انداج یافتہ
مخالف باشد آنرا محمول بر اختلاف روایات باید فرمود و مامول از طالبان انصاف پسند آنکہ اگر تصریح بجائے سہو مرزودہ باشد آنرا بذیل عفو پوشید
معدور دارند۔ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ يَسَاقُ السَّهْوَ وَالنِّسْيَانَ۔

اللَّهُ حَافِظُ

شجرہ سلسلہ حافظیہ سلیمانیتہ فخریہ نظامیہ چشتیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے خدائے مابحق مصطفیٰ	رحم کن ہر علی شمر تھے
یک نظر کن خواجہ بصری حسن	بعد واحد منظر وحدت نما
میفں حق میفں خدا فیض جہاں	شاہ ابراہیم ادہم شیخ ما
آفتاب دد سرا آئینہ نور خدا	شہ سدید الدین پر رہ نما
شہ خدیفہ قبائے ہر دو جہاں	شیخ امین الدین قطب اولیا
شیخ علو ممتاز فخر چشتیاں	یا ابواسحاق راہ حق بنا
قدوة الدین قوت دین متین	بو محمد روئے احمد رامنما
خواجہ مودود چشتی المدد	المدد حاجی شریف مقددا
خواجہ عثمان ہاروں المدد	رحم کن بر حال زار بے نوا
المدد خواجہ معین الدین حسن	قبائے ماکبہ شاہ و گدا
قطب عالم قطب کاکی المدد	خواجہ گنج شکر پیر بدئی
خواجہ محبوب الہی المدد	شہ نصیر الدین چراغ اولیا
یا کمال الدین کمال راہ دین	منظر حق منبع جود و سخا
یا سراج الحق تو نور چشتیاں	عالم الدین شاہ شاہاں من گدا

حضرت محمود راجن المسد
 کار ساز ما توئی شیخ حسن
 قطب یثرب شیخ یحیی المدد
 یا نظام الدین نظام ماکدین
 فخر انسان فخر ذراں فخر دین
 از پئے نور محمد نور پاک
 حضرت خواجہ سلیمان توسوی
 قلم دل کعبہ جاں حافظم
 جلوه حق از رخ شد آشکار
 یا جمال الدین جمال اقیانیا
 یا محمد نظر نور خدا
 اے کلیم اللہ بشنوا التجا
 کور چشم انداز توئی نور و ضیا
 بر درت سجده کند شاه و گدا
 قلب روشن کن بحق مصطفیٰ
 راه حق مارا منسا بہر خدا
 گوئے تو لاریب شد دار الشفا
 حضرت اسلم شبیر مصطفیٰ

از طفیل خواجگان حشمت ما
 یا خدا در حق احمد کن فنا

صورت پاک اسلمی آمینہ محمدی
 جام شراب تازہ دہ ساقی دنوازم
 مونس مانیں ماسید ما حبیب ما
 شاہد بے نیاز من قصد سکار حوکنی
 بر در پیر مایا عاشق زار سردی
 مستحق شفاعتم از در پاک احمدی
 پرده رخ کشا کشا قبلہ ما و مقصدی
 مرغ دلم اسیر شد طرفہ کمندی زوی
 حافظ تازنین من کاش دل کنی گزہ
 تو کہ امام عاشقان ما ہمہ ایم مقتدی

شہید عشق بستم لا الہ الا اللہ
 بعقل مرتبہ اختصاص کے آید
 بلند رتبہ تعلیم را پیر خواہم گفت
 من از مسیح نشنوم کہ تم باذن اللہ
 کلام پاک تو دخی بخت کلام اللہ
 بطور قلع بگوید بعرض بسبب اللہ

دل و جگر ہمہ زخمی نہ تیرا برویت
بس است مرہم لطف تو ابرو دل شد
مرا بگو تو غلام محمد اسلم
نہ ہست و در دل من آرزو گروا اللہ

اُسی نور کی ہوشیاری میں اُسی ذات کی میں ہمارہو
مرا آستانہ راویں تھا اُسی کے گلشنِ علم میں
مری آنکھوں نہ بے بائی کیوں مجھے دو غم نہ سائی کیوں
وہ جو رنگ روپ سے ہی رہی میں اُسی صنم کا شکار ہو
مجھے ہائے کس نے آڑا دیا جو خزاں کا بلبل ابرو
جسے چاہتا ہی دلِ حزن میں اُسی کی آنکھ میں رہوں
میں کینہ بندہ حافظی میں غلام سید اسلمی
اُسی آستانہ کی خاک ہوں اُسی کفش پا کا غبار ہوں

جمالِ مصطفیٰ و رسائیِ مستانہ می تبسم
نہ دارم ترس از دوزخ نہ فکرِ پیشِ عقبی
خیالِ کعبہ ترا ہد نہ آید و در دلِ حیران
تنِ عریانِ من آزاد شد از قیدِ پیدائش
بہارِ لائزالی بر درِ میخانہ می تبسم
منم رندِ خراباتی رخِ جانا نہ می تبسم
جمالِ عارفش و اندرِ درِ تیخانہ می تبسم
تماشاے رخِ لیلے من دیوانہ می تبسم
خمار آلودہ چشمِ حافظم ہر دم و ہستی
جمالِ اللہ بے پردہ دریں پیما نہ می تبسم

اپنی ہستی میں ذرا ہو کے فنا دیکھو تو
میں ہوں معشوقِ نبی میرا رضا جو ہے خدا
کعبہ و دیر میں معمور مے جلوے سے
وسعتِ عفو زیادہ ہے کہیں عصیان سے
صاف آئے گا نظر تم کو خدا دیکھو تو
نازدانہ از مرا حسن و ادا دیکھو تو
اپنا سجدہ ہی مجھے آپ روا دیکھو تو
ہم خطا پوش میں تم اہل خطا دیکھو تو
صورتِ قیس ذرا ہو کے فنا دیکھو تو
حسنِ لیلے میں سراپا ہے ہماری تنویر

دونوں عالم کو کیا میں نے منتہر دیکھو غیر کوئی بھی نہیں جلوہ منسا دیکھو تو

قبلہ ہر دو جہاں میرے ہو مومنے حافظ

تم سخی ابن سخی میں ہوں گدا دیکھو تو

عاشقاں را حاجت تسبیح و ہم زنا نیست
درہ پیر مغاں جز سر نہادن کار نیست
ہر چہ می خواہی طلب کن از در سلطان بند
حاشاک اللہ رقی سائل عادت سرکار نیست
گاہ در بیت خانہ گاہ ہے بر سر عرش بدین
جلوہ فرما چار سو جز احمد مختار نیست
رونہ آرم ناگہاں سوئے حریم کعبہ
قیار مسکین غریباں جز رخ دلدار نیست
نرس دوزخ کے کم مسکین گداے خواجہ ام
در دل مخمورین جز الفت و اسرار نیست

ہر کسے شد بندہ حافظ غلام تو سوی

روکش از جملہ خوبان حاجت غمخوار نیست

گفتم کہ رشک باہ و خور گفتا کہ روئے پاک من
گفتم علاج زخم دل گفتا خس و خاشاک من
گفتم دوائے ہجر تو گفتا کہ فردن بہتر است
گفتم دل و جہاں خوں شدہ گفتا رضائی پاک من
گفتم طریق بندگی گفتا کہ سجدہ پیش من
گفتم کہ قبلہ بہر من گفتا رخ بے باک من
گفتم شکار کرد کو گفتا کہ تیہ بنا ز من
گفتم غلامت عاقبتا گفتا کہ ہرگز غم مخور

گفتم مسیحا می بکن گفتا سخن تر یا ک من

می کم خدایاں پرستی بر وید ابر کے
بستہ شد جان و دلم از تار و تار کے
در فضاے کعبہ دل تہکدہ تعمیر شد
دین خود تہرباں کہم بر حسن عیار کے
از تقاضائے محبت شہ عجب ہنگامہ
شعلہ زودر سینہ ما شمع رخسار کے
من سگ دیر نیہ ام خدمت گزار میکدہ
کے یہ کعبہ می روم از بر وید ابر کے
از ملاست پائے گوناگون تدارم ننگ عالم
قلب من معمور شد از گنج اسرار کے

و چشم ہر دم برد و در کوئے زلفِ گلِ رخاں تا خریدم تازہ سودا کے زبازار کے

از طفیل حضرت حافظ بنیم ہر جہت

جملہ ذراتِ یہاں روشن زانوار کے

در عشقِ خواجہ رسوا دلِ من کنہ چشمِ مستش کشتہ دلِ من

جو ربتاں را ہر خطہ خواہد مجنون و شیدا و رسوا دلِ من

شوقِ ملاقاتِ ہر کس نہ ادد ہر خطہ خواہد تنہا دلِ من

ہر کس بجامتِ مستِ الت ہست محروم ماندہ اِلا دلِ من

محبوبِ یثرب معبودِ کعبہ موئے دلِ من خواجہ دلِ من

در کوئے الفت آخر فنا شد

حافظ دلِ من اللہ دلِ من

تیر کھانے پر ہیں خنداں زخمِ دل ان جفاؤں پر ہیں شاداں زخمِ دل

میں مرے پہلو میں ہماں زخمِ دل ہیں انیس و مونسِ جاں زخمِ دل

وادیِ یثرب میں آتی ہے بسا بن گئے سب باغِ رضواں زخمِ دل

ہے رفوگر کو بھی ان سے اجتناب بڑھ گئے اس درجہ پیناں زخمِ دل

چارہ گر دیکھے تو حیرت ہو اُسے مجھ پہ کرا تا تو احساں زخمِ دل

مرغِ بسمل کی طرح تڑپیں گئے ہم تاکہ ہو جائیں نراواں زخمِ دل

ہو سچا سے تہ اب درماں طلب بن گئے ہیں چشمِ گریاں زخمِ دل

کوچہ حافظ میں پھر دیوانہ وار

کون ہو گا تیرا پیرِ ساں زخمِ دل

————— ❦ —————

هُوَ الصَّمَدُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وِیَاحِی

مشرقیانِ ملفوظاتِ بزرگانِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین

أَحْمَدُ لِلَّهِ الَّذِي كَلَّمَ مُوسَى تَكْلِيمًا وَجَعَلَ الْإِنْسَانَ كَلِيمًا وَالصَّلَاةَ
عَلَى أَيْ لِقَائِهِمْ خَلَقَ النَّبِيِّينَ بِشِيرًا وَذَنْبًا وَرَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ
مُبَارَكًا وَسِرًّا وَمُنِيرًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلَى
أَيُّمَةِ الدِّينِ وَأَوْلِيَاءِ اللَّهِ الْمُصْطَفِينَ رِضْوَانِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ
أَمَّا لَعَلَّ اضعف عباد الله الواحد عاصي دين محمد فراغت یافته
اہل سابقین و درگاہ شریف ہر ایچ ساکن قصبہ مان پارہ ضلع ہر ایچ ملک اودھ و خدمت
حضرات طالبین مریدین سالکین معتقدین بزرگان دین و نیز عام شائقین عرض کرتا ہے کہ یہ
مشہور کلیہ ہے کہ تمام معاملہ دنیا و دین میں زمانہ موجودہ کے لوگوں کو زمانہ سابق کے لوگوں
کے حالات سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور اسی طرح حضرات موجودین کے حالات کی زمانہ آئندہ کو حاجت ہے جس کی وجہ خاص یہ ہے کہ زمانہ ماضی و حال مستقبل کو باہم یگانگیت کی نسبت ہی یعنی وہی زمانہ حال ہے جو عالم دہر میں گزر کر ماضی ہو جاتا ہے اور آنے کے قبل مستقبل کہلاتا ہے اور اُس کی حالت موجودہ دہر یہ کو حال کہتے ہیں۔

لہذا اگر ان ہر سہ زمانہ کے لوگوں کو جن کی تلخیص کو وحدت مٹا رہی ہے باہم ایک دوسرے کی مدد کی حاجت ہوئی تو یہ کوئی استعانت استعانت بالغیر نہیں ہے۔ بلکہ فطرتاً اُس کا ہونا واجب ہے۔ البتہ باہم استعانت نہ ہونا تعجب خیز ہے اور اپنے آپ سے اپنے آپ کا استغناء خود سے خود کی عدم استعانت بہر طور حیرت انگیز ہے تو پھر صیغہ طلب حق میں جس کے لئے تمام عالم مامور ہے کیوں حضرات اکابرین متقدمین متقدمین کے مناقب و اذکار و حالات کی ضرورت و حاجت زمانہ حال یا آئندہ کے طالبین مریدین معتقدین سالکین یا کالمین کو نہ ہوگی بلکہ تمام مسلمین و کافران اس کو یہ ضرورت لاحق ہونا ضروریات سے ہی اس لئے کہ کوئی فرد انسانی اس پر قدرت رکھنے والا متحقق نہیں ہے کہ جو اپنے مبدی کے طرف جانے رہا ہو۔ یا اس کو اس سفر کی آسانی مد نظر نہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر جانے والا ایک قافلہ رکھتا ہے اور ہر قافلہ ایک نشان اور ہر نشان ایک رنگ خاص رکھنے والا ہوتا ہے کہ وہ جملہ رنگہائے گونا گوں صرف اس لئے رنگ کہلاتے ہیں کہ اُن کو حضرت بے زنگی نے قبول کیا ہے۔ بس یہی وجہ ہے جن کی بنیاد پر ہر ملفوظ بزرگان دین اور ہر تذکرہ اکابرین اور ہر مناقب صاحب یقین کے جو عملی وقتی تفسیر قرآنی کا اثر رکھتی ہیں۔ قدر و منزلت ہے۔

مگر چوں کہ ہر طریق خدا رسی کچھ نہ کچھ شیوہ تقید رکھتا ہے گو وہ تقید اصلی آزادی کی جائز ہے۔ بالآخر کیوں نہ ہو جاوے تاہم نفس دہریت کو جو اصول آزادی کی پہلی ہی سی طامع ہے ایسی کتابوں اور ملفوظوں سے نفرت ہے۔

کہ اُس نفرت کو حضرات مالمین دہریت کو اس حیلہ شرعی سے چھپانے کی ہمیشہ سے عادت

ہے کہ قرآن و حدیث ہدایت کے لئے بس ہے،

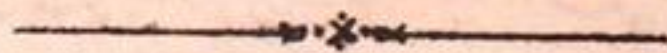
حالانکہ یہی متفکر ہستیاں دل میں اس کی بھی قائل ہیں کہ قرآن کریم اور احادیث واجب التعلیم ایسی زیر دست جامعیت رکھتی ہیں کہ اگر ان کی محض تفسیر کلماتی قیامت تک کی جاوے تو بھی وہ ناکافی ہی ہوگی پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ کہاں تک وہ دنیا چال کرنے کی حکمت یعنی بزرگوں اور ان کے تذکروں کی مصلحتی نمود و نفرت قابلِ بحروسہ ہے۔ اب رہا عمل اور تفسیر عملی جس پر طالبوں کی جان فدا ہے وہ کیسے چمک سکتی ہے۔ اس موقع پر یہ اشارہ بھی بعید نہ ہوگا کہ مسلمانوں کا قرآن سات باطن رکھتا ہے۔ آہ انہیں دنوں تفسیر و قرآن و احادیث کی حالی و قالی و عملی کلمانی کی بزرگوں کی ملفوظات میں ہنگامہ رانی ہوتی ہے اسی لئے ہر طالب ان کا شیدائی ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہی ایک ذریعہ رہ نمائی ہے۔ اور اس میں کچھ شک بھی نہیں ہے کہ فی الاصل متاخرین نے اولین سے بظاہر دولت مکالمت ہی ترکہ میں پائی ہے۔ اندریں صورت اگر بزرگوں کی مستند ملفوظات اور پاک تذکروں سے الفت کی جاتی یا ان سے عبرت لی جاتی ہے یا سکون و آرام و تقویتِ حمت حاصل کی جاتی ہے۔ یا ہدایت لی جاتی ہے۔ یا مذکورین و موصوفین سے اسی ذریعہ سے محبت حاصل کی جاتی ہے۔ یا موارنہ حالات کیا جاتا ہے یا صحیح و مقبول برتاؤ سیکھا جاتا ہے یا حوالہ دیا جاتا ہے یا مکذبین و صادقین کا اندازہ قائم کیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

تو یہ واقعات ہرگز ہرگز نہ کسی طرح تعجب خیز ہیں نہ حیرت انگیز۔ بلکہ یہ ملفوظات سچی اور جھوٹی کی پہچاننے کی اچھی خاصی دیسی عام فہم استعمال روزمرہ کے قابلِ عمدہ کسوٹیاں ہیں۔ اور خود اپنے نفسانی جیلوں اور جملوں سے بچنے کی۔ بے مثل ڈھالیں ہیں۔

اب رہی ان حضرات اولیاء اللہ کی ملفوظات کی فراوانی کی فضیلت یا ضرورت حاجت اس کا فیصلہ منتخب آیات و احادیث اور اقوال اکابرین سے خود تو کر لینا چاہئے۔ جس کے لئے حضور امصالح بطور مشتمل نمونہ از خروائے تذکرہ آمندہ احقر مولفہ نے اپنی رسائی کے ساتھ مختصراً یہ گزراؤں سے غرضت کیوں کہ ہر شخص اپنا فیصلہ آپ ہی خوب

کر سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسے فیصلہ کرنے والے کو ایک قانون کی ضرورت ہوتی ہی جس کے مطابق وہ فیصلہ کرے کہ وہ قانون قدرتی قرآن کریم ہے جس کی احادیث میں توضیح ہی اور کلمات طیبات حضرات اولیائے کرام اُس کی وقتی مخصوصہ نظام ہیں۔ لیجئے جامعیت کے ساتھ اس امر کا فیصلہ کیجئے کہ مناقب حضرات اولیاء کے عالم اور عالم والوں اور خود آپ کو ضرورت ہے یا نہیں۔

اور بعد فیصلہ مطابق فیصلہ کا رہند ہو جائے۔ اگر اس جانب میل پیدا ہو یا پہلے سے آپ خدا کے دوستوں اور اُن کے اقوال کے شیدائی ہوں اور باوجود اس کے برتاؤ میں مشکلات لاحق ہوں یا بعض سخت اعمال کی اپنے آپ میں ناداری محسوس ہو تو اعمال کی ضرورت برتاؤ اور اُن کی بڑائی اور عظمت موجب فلاح دارین ہونے کے اقوال و احکام کو خود پڑھ کر یا کسی سے پڑھوا کر سن کر اگر کچھ نہ ہو سکے تو قبولیت کے انداز سے یا نہ کر سکنے کی ندامت کے اظہار سے یا برتنے والوں کی علو ہمتی شاہانہ لب و لہجہ سے۔ سر ہی ہلائیے۔ گردن ہی خم کیجئے یا کچھ شریعی افسوس ناک اداؤں کا اظہار کر دیجئے۔ دوچار آنسو ہی گرا دیجئے۔ فوری اظہارِ مسرت خفیف مستی بے خودی ہی دکھا دیجئے۔ کسی مشغلہ کو پسند کر کے اُس کے برتاؤ کا غم ہی کر لیجئے۔ کیوں کہ یہ علامت بھی ایجاب و قبول واقعی کے زمرہ میں داخل ہو سکتی ہیں۔ جو باعثِ نجات یا موجب حصول عروس اصول قرار پا سکتی ہیں۔ حدیث شریف **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** اس کی شاہد ہے۔ اب رہا مطلوب و محبوب و مقصود۔ طالبانِ جہد یا مریدانِ کم زور وہ تو واحد ہی ہے۔



یہی بات ہے جو قرآن خواں کو صحبتِ باری تعالیٰ دلواتی ہے اور یہی انداز ہے جو شائقینِ احادیث کو صحبتِ پاک سرکارِ صاحبِ لواک سے بہرہ یاب کرتا ہے اور جب اس کا چمکا پڑ جاتا ہے تو پھر سوتے جاگتے ہر وقت حدیث کی کتاب سینہ پر دھری ملتی ہے تو بھلا جب کلامِ مشکم کو اپنے ساتھ رکھنے والی چیز ہے اور تمام وعدے وعید کی بنیاد ہے تو ملفوظاتِ بزرگانِ دین جن میں صاحبِ ملفوظ کے حالاتِ خصالِ عباداتِ ہدایاتِ کلماتِ طیباتِ دیرِ ہوتے ہیں وہ کیوں نہ مفید ہوں گے۔ اور کیسے یہ تذکراتِ باعثِ ازدیادِ حبِّ و موجبِ صحبتِ امکا فی نہوں گی۔ ضرور ہوں گی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مخالفِ صاحبِ ملفوظ کو البتہ کوئی فائدہ نہ ہوگا اور یہ بحث ہی فضول ہے۔ کیوں کہ صاحبِ ملفوظ اگر قطعی اولیاء ہیں تو مخالف میں ایمان ہی نہ ہوگا تب دوسرے نفع و نقصان کی کیا بحث۔

آہ حضراتِ اولیاء اللہ محکم کلمۃ اللہ ہیں اور اپنے وقت کے نائبِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ بغیر ان حضرات کے وسیلہ کے دربارِ عالی و قارِ سرکارِ تاجدارِ رسولِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں رسائی و شواہد ہی۔

مختصر محامدِ اولیائے کرام

چوں کہ اودھ حق را بود در کل حال	برگزیدہ باشد اور اذوا بحال
پیچ بے اودھ حق بکس نہد نوال	شمہ گفتہ من از صاحب وصال
مومہبت را بر کف و تش نہد	وز کفش آں را بمر حو ماں دہد
با کفش در یائے کل را اتصال	مہت بیچون و چگونہ بر کمال
اتصالے کہ نہ گنجد در کلام	گفتش تکلیف باشد والسلام

اسی لئے ان حضرات کی پیدائش و وصال تعلیم تکسب - اخلاق - خصال - اوصاف جمالِ ظاہری - مجاہدات - نشست و برخاست - رشد و ہدایات - جملہ محلی و تفصیلی حالات

کا بطور یا نگار بیان کرنا لکھنا پڑھنا۔ زبان فی یاد کرنا۔ سننا۔ سنانا۔ چنانا اور اُن کے محامد میں غزلیات و قصائد کا تصنیف کرنا وغیرہ وغیرہ کل کا کل داخل حسات ہونا ہی اور موصوفین کے خاص کلمات طبیات یہ تو وقتی الہامات ہیں اگر اُن کی فراولت علمی سے بھی طالب کامیاب نہ ہو تو تعجب کی بات ہے۔

اگرچہ کل قرآن معہ حسن القصص مندرجہ کی شان ملفوظ الہی سے آراستہ ہے اور جملہ حدیث احادیث کی ملفوظ محمدی کہی جاسکتی ہیں تاہم بطور فرید احتیاط مختصراً اُن آیات قرآنی اور احادیث اور اقوال برگزگانِ دین کو ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے تاکہ ملفوظ سازی اور اُس کی فراولت وغیرہ میں کوئی شک باقی نہ رہے۔ اور جملہ مقاصد حل ہو جاویں اور یہ بھی منکشف کر دیا جائے کہ چوں کہ بالعموم فی زمانہ عالم کا رنگ اس روش کے خلاف ہے۔ اسی لئے عام طور پر ناکامیابی کا عذاب ہے۔ ورنہ فیضانِ صلاحیت اولیا گری دلیا ہی اب بھی ہے جیسا پہلے تھا۔

نشاطِ بادہ پرستیاں مینتے برسید
ہنوز ساقی ما بادہ در سبزو وارد

حوالہ آیات احادیث اقوال برگزگانِ ربابِ روح

ملفوظ سازی و اس کا مقید و ضروری ہونا

(۱) آیہ قرآنی۔ وَكَلاَّ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَنْشِئُ بِهِ فُؤَادَكَ۔ ترجمہ۔ یعنی اے پیارے محمد۔ ہم قصے اگلے پیغمبروں کے تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ دل تمہارا اُس سے آرام حاصل کرے اور قوی تر ہو جائے۔

پس جب حق تعالیٰ نے خود ہی مسبقین کی خبر رسائی متاخرین کو بذریعہ انبی مقدر کتاب

قرآن کریم کے پسند فرمائی تو نفس خبر رسانی اور حفاظت تسطیری اور تیاری کتاب وغیرہ سنت الہی میں داخل ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہی ہے کہ حضرات اولیاء اللہ خلف الانبیاء ہیں۔ اندریں صورت ترتیب ملفوظات بشرطیکہ وہ صحیح طور پر مرتب ہوں اور ان کے مندرجہ اذکار یا حالات مابعد کے حضرات اولیاء کے لئے ضروری بالضرورت بخش سکون وہ اور راحت رساں ہوں گے تو پھر طالبین صادقین کو اس کی تسلیم میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یعنی جو چیز طبقہ اعلیٰ کے لئے مفید ثابت ہو رہی ہے وہ طبقہ ادنیٰ کو کیوں فائدہ بخش نہ ہوگی۔

باقی رہے عوام ان کی نفرت یا اعتراضات وغیرہ کبھی قابل توجہ والتفات سے دیکھی نہیں جاسکتی۔ یہ صرف ان کا ذوق اخبار و ناول مبنی ہی جو انہیں بکارتا ہے۔ ان کوئی لال دنیا کمانے کے لئے آفاقی اخبار اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں اور ان کی تفریح شہوت شہوت رانی وغیرہ کے لئے ناولین اور دوسرے قصہ مکمانی کی کتابیں کافی ہیں۔

(۲) ترجمہ حدیث شریف مع شانِ دل حضرت عبداللہ بن عمر ابن عباس سے روایت ہے کہ میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تھا قریش نے منع کیا اور کہا کہ تم سب کچھ لکھ لیتے ہو حضور آخر بشر ہیں خوشی اور ناخوشی ہر حالت میں کلام فرماتے ہیں اور ناخوشی میں احتمال ہوتا ہی کلام میں کمی ہوتی ہو جانے کا۔ میں لکھنے سے رُک گیا۔ یہاں تک کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرمایا کہ تم نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن پاک کی طرف اشارہ فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس منہ سے بجز حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ نہ حالت رضا میں نہ حالت غضب میں یعنی ہم دوسرے لوگوں کی طرح مغلوب الغضب نہیں ہوتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

لیجئے۔ یہ حدیث شریف ملفوظات سازی اور قلبندی حالات کی قدامت کی

کافی دلیل ہے۔

(۳) حدیث شریف - عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ

ترجمہ - یعنی ذکر صالحین کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔

صالحین اپنی صلاحیت کی وجہ سے ذکر الہی کے ذریعہ سے حضرت مذکور میں فانی ہو جاتے ہیں اس لئے اُن کا بھی ذکر ذکر الہی کی طرح رحمت نکلن ہو جاتا ہے۔ اندریں صورت بلحاظ ضرورت نزول رحمت کتاب ذکر اولیا یعنی ملفوظ کو ذکر الہی کی کتاب یا الہی نامہ کہا جاوے تو کچھ بے جا تو نہیں ہے۔ لہذا باوجود تحقیق ان مراتب کی حصول فیضان عثمانی سے کسی کو نہ روکنا چاہئے۔ اور دست بدعا رہنا چاہئے کہ حق تعالیٰ ہر مخصوص و محبوب اولیا کو تو فیق اجتماع اذکار عطا فرمادے۔

آہ اگر ایسے ملفوظات نہ ہوں تو اذکار صالحین مفقود ہو جاویں گے۔ اور معارف الہامی وقتی ضائع ہو جائیں گے اور نہایت مفید ہنگامہ آرائیاں اشاعتی مٹ جاویں گی۔ علما اس کے در حالیکہ ہر ذکر باعث محبت ہی اور ہر محبت موجب ذکر ہے اور یہ کھلی ہوئی روئے راہ ہے کہ اچھوں کی محبت سبب نجات ہی اور انتہا محبت یعنی عشق محبوب الہی بنائی والا ہے۔ تو حضرات اولیائے کرام کی ملفوظات سے زیادہ بعد قرآن و حدیث کے کون پیاری کتاب ہو سکتی ہے۔

(۴) ازکلمات طیبات حضرت شیر خدا
مَجَالِسُ الْعُلَمَاءِ رَوْضَةُ
الْجَنَّةِ

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(یعنی علمی مجالس گویا جنت کی کھیاں ہیں)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو مجالس علمی حضرات اولیائے کرام منعقد فرماتے ہیں جو بالعموم ماہر علم ظاہر و باطن اور اکثر صاحب علم لدنی ہوتے ہیں۔ اُن میں جو حقائق و

معارف بیان ہوتے ہیں وہ کم سے کم جنتی تجلیاں اپنے ساتھ لاتی جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ جگہ مجلس کی حنبت کی کیاری کی مثلیت میں داخل ہو جاتی ہیں۔

اور یہ بخوبی روشن ہے کہ وہی مجلس جتنے ملفوظات میں ادا لائی جاتی ہیں۔ گویا وہی فیض بذریعہ ملفوظات متعدی کیا جاتا ہے۔ یعنی بے شک یہاں تلاوت ملفوظ کی جاوے گی علی قدر مراتب وہاں بھی یقیناً و شعبہ فیضان جنتی پہنچے گا۔

اگر یہ فیض رسائی یقینی نہ سمجھی جاوے گی تو کام اوراد و وظائف بے کار ہو جائیں گے اور مساجد جائے ادب نہ قرار پائیں گی۔ جن میں صرف ذاکرین کے ذکر ہی سے بزرگی آتی ہے۔ جس کا رواج فی زمانہ اُلٹ گیا ہے۔ چنانچہ قول سرکار معنوی صادق آ رہا ہے کہ سے
اہلماں تعظیم مسجد می کنند در جفا سے اہل دل جد می کنند دین محمد۔

سوال کئے گئے
(۵) قول حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ کہ مرید کو حکایات اور روایات بزرگان دین سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا کہ وہ ایک لشکر لشکر ہائے الہی سے ہیں اُن سے مرید کو مدد پہنچتی ہے۔ اگر اُس کا دل تسکے اور ضعیف ہو جائے تو قوی ہو جاتا ہے۔ اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَكَلا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَنْشِئُ بِهِ فَوَادِكَ

(ترجمہ اس کا ہمراہ میں ہو چکا ہے)

اگر آیات قرآنی اور احادیث اور نفیس آیوں اور اقوال کا برہین کا سیف الہی ہو یا معلوم نہ ہو تو اُس کے معارف یہ ہیں۔ کہ جب کوئی شخص لشکر ہجوم و غموم اور ریح و الم سے گھر کر عاجز ہو جاتا ہے تو جو پاک قول اُس کو دفع کر دیتا ہے یا عمدہ رائے کا خلاصہ کرا دیتی ہے۔ یا اچھی اور مجرب دعا مشکل کشائی کرتی ہے تو اُس کو سیف اللہ یا ذوالفقار صفت شکن کہتے ہیں پس چوں کہ بزرگوں کے تذکرہ کی کتاب یعنی اُن کی ملفوظات میں ایسی آیات یا احادیث یا

آراء یا حکمتیں یا آزمودہ وظائف مندرج ہوتے ہیں جس سے گلو خلاصی طالبین متقین ہو جاتی ہے۔

یا ایسی زبردست صبر کی تلقین ہوتی ہے کہ اُس ڈھال کو استعمال کر کے طالب کے مراتب بڑھ جاتے ہیں۔ لہذا ایسی کتابوں کو اگر سلج خانہ کہا جاوے تو بہت موزوں ہوگا۔ یا مجموعہ شکر بائے حق کہا جاوے تو بھی سزاوار ہے۔

(۶) قول حضرت بوعلی دقاق رضی اللہ عنہ لوگوں نے حضرت بوعلی

مردان راہ خدا کے سننے سے کیا فائدہ ہے جب کہ عمل اُس پر نہ ہو فرمایا اس حالت میں بھی دوفائدے ہیں۔

اول یہ کہ اگر مرد طالب ہوگا تو ہمہت اُس کی قوی ہوگی اور طالب اُس کی بڑھی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اگر اُس میں کچھ دماغ ہوگا تو وہ بڑھے گا۔ اور دعویٰ سر سے دور ہوگا۔ یہاں تک کہ اُس کو اپنا نیاکے بدنظر آنے لگے گا۔ اور اگر وہ بالکل کور باطن نہ ہوگا تو خود مشاہدہ کرے گا۔ جیسا کہ شیخ محفوظ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تو خلق کو اپنی ترازو میں مت تول لکین اپنے آپ کو مردان راہ کی ترازو میں تول تاکہ تو اُن کے فضائل اور اپنے افلاس کو جانے۔ یعنی اقوال بزرگان دین محض قول ہی نہیں ہیں بلکہ وہ قسم قسم کی ترازو اور میزانیں ہیں۔ جو قبل از حشر اسی عالم میں کھڑے کر دیئے گئے ہیں تاکہ لوگ اپنے اپنے کروتوتوں کو ہمیں اسی عالم میں وزن کر کے قیمت جان لیں۔

نامہ کان بحشر خواہی خواند

ہمدریں جاسواد باید کرد

آہ بزرگی معلوم کرنا تو خیر بڑی بات ہے مگر اپنا افلاس معلوم کرنا بھی بڑی توفیق خیر ہے۔

دین محمد

(۷) قول حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ^{فرمائے قیامت} اگر لاکھ بے عمل ہوگا مگر حق تعالیٰ اس کو بخشے گا۔ حاضرین نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا جنہوں نے میری باتوں پر صرف سر ہلایا ہے۔

سر ہلانے کے معارف

سر ہلانا کسی انسانِ کامل کی معارف اور ہدایت پر دلیل پسندیدگی ہے کہ اُس پسندیدگی کے وہی حضرت انسانِ کامل شاہد بھی ہو گئے۔ چوں کہ معارف اور ہدایات انسانِ کامل الہامی اور پسندیدہ حقِ حل و علا ہوتے ہیں اس لئے سر ہلانے والا سنت الہی کی امتثال یا عین سر ہلانے وقت آگیا اور تخلقوا باخلاق اللہ کی تعلیم سے آراستہ ہو گیا۔ پھر نجات میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ گو محض لقاء حضرت انسانِ کامل یقینِ کمال کے ساتھ نجات کے لئے کافی ہے مگر تسکین کے لئے ذیل میں معقول بحث بھی لکھ دی جاتی ہے۔ تاکہ دو تسلسلِ متناہم ہو جاوے اور اسبابِ نجات ختم نہ سمجھ لئے جاویں۔ وہ یہ ہیں۔

کہ سر ہلانا اقبالی طور پر دلیل پسندیدگی ہے اور کوئی شخص عمر حضرت نوح علیہ السلام نے کر اس عالم میں نہیں آیا ہے۔ پس اگر سر ہلانا بولے یعنی قبول کرنے والے شخص نے در صورت ہونے کسی ہدایت قابلِ تعمیل کے قبل اظہارِ فعلی انتقال کیا۔ یا وہ اپنے بقیہ حصہ قلیل عمر میں باوجود کوشش و سعی بلیغ اُس ہدایت کو معرضِ فعل میں باوجود ارادہ مصمم نہ لاسکا۔ تو وہ عمل بوجہ خلوص نیت کے اس کی کردار میں آجاوے گا اور وہ اُس انسانِ کامل کے مواجہہ کے مزید برکت سے نجات پا جاوے گا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ یہ حدیث شریف اس کی شاہد ہے اور احقر موفقت کے نزدیک یہ سر ہلانے کی نجات اب بھی ممکن ہے کیوں کہ کسی مفلوظ میں معارف ابوالخیری پا کر سر ہلایا جاسکتا ہے۔ اور بیت سے حضرات اسی مرتبہ کے بعد میں بھی ہوئے ہیں اور ہونے

ہیں۔ اب رہا مواجہ تو زندہ پر حجاب میں کہاں ہیں۔ بلکہ ہر انسان کا اسی نجاتیں دلوا سکنے کا مجاز ہے۔ بزرگوں کے ملفوظات پڑھ کر ان کے کلمات طلیات کی فراز و نعلت سے جو رقت و اضطراب و قلق پیدا ہوتا ہے وہ بھی اسی قسم میں داخل ہے۔ ایسے مواقع کم علمی کی وجہ سے اور پوری اصطلاحات زبان عربی نہ جاننے سے قرآن پاک میں کم ہاتھ آتے ہیں۔ اور اگر کسی کو قرآن کریم نواز تا ہی تو سبحان اللہ۔

(۸) قول حضرت ابو رباح نخشی رضی اللہ عنہ

یہ حضرت صحرا میں اکیلے قدرتی تیغ باد سموم سے شہید ہوئے۔ اعمال اہل روزگار کے

یعنی حق تعالیٰ علمائے عصر ربانی کو بذریعہ الہام خلوص بلواتا ہے تاکہ وہ ان اپنے زمانہ والے لوگوں کو خبر دیکر اس نور سیدہ حکم یا احکام کی تعمیل کر دیں۔ اس سے اصلاح شریعت نہ خیال کرنا چاہئے بلکہ یہ کارروائی کج فہمی احکام شریعت کی مدافعت کے لئے ہوتی ہے۔ یا کسی نے حادثہ کے صاف کرنے کے لئے ایسے الہامات خاص ہوتے ہیں۔ یا غلط فہمی مطلب آیات قرآنی کی صحت مد نظر ہوتی ہے۔ لہذا عدم فراز و نعلت ملفوظات یا اس کے نفرت سے اس نعمت سے محرومی ہو جائے گی۔ اور اگر وہ ملفوظات میں نہ لائے جاویں گے تو آئندہ والے بھی کچھ ہدایت نہ پاسکیں گے۔ سورہ والعصر کی تفسیر کے حصار میں یہ تحریریں بھی داخل ہی تاکہ فیض عصر یہ کے عدم حصول کا خسران لاحق نہ ہو۔ اسی کی تکمیل کے لئے کسی شیخ عصر سے بیعت بھی لازمی ہے۔

(۹) قول حضرت حاتم امم رضی اللہ عنہ

جو شخص شب و روز میں بمقتدار ساتویں حصہ قرآن مجید اور چند حکایات مشایخ کا پڑھنا اپنے اوپر لازم نہ کرے وہ اپنے دین و ایمان کو سلامتی کے ساتھ نگاہ نہیں رکھ سکتا۔

آہ مشائخین کی متعلقہ حکایات کو داخل و طائف کرنے کا یہ ارشاد ہے۔ تو پھر اگر ملفوظات

نہ ہوں تو یہ حکایات کیسے دستیاب ہوں گی۔

کیا عجب ہی کہ اسی عدم فراوانی حکایاتِ مشائخین سے ایمانی کمزوریاں موجودہ زمانہ،
حال موجود ہوئی ہوں۔

(۱۰) قول حضرت لشکرِ عالم جناب بابا فرید الدین
کنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زہے سعادت
مردیکہ جو کچھ اپنے
سیر کی زبان سے
سنے اُس کو لکھے

بقدر ہر حرف کے حق تعالیٰ ثواب عبادت ہزار سالہ اُس کے نامہ اعمال میں ثبت فرماوے گا
اور جبکہ اُس کی علیین ہوگی۔

یہ کلمات طیبات صاف بتلا رہے ہیں کہ ضرور ہر زمانہ میں مشائخین عظام اولیائے کرام
پیرانِ ذوالاحترام کو الہاماتِ ضروری خاص ایسے ہوتے رہیں گے جن کی محفوظی ضروری ہی
اور وہ بڑے کام کی چیز ہوں گی اور یہی کلمات بنیادِ ملفوظات کو بہت قوی کر رہے ہیں
اتفاق سے انھیں کلمات کو بڑھ کر احقر مؤلف کو اپنے حضرت پیر و مرشد رضی اللہ عنہ کے اشارت
یا د آئے۔ اور میں نے ملفوظِ ہذا کی تیاری شروع کی ہے۔ حق تعالیٰ باحسن وجوہ اختتام کو پہنچا دے۔

دعا حکم از پیشکاہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین لیا در رضی اللہ عنہ

بنام حضرت امیر خسرو رضی اللہ عنہ محبوبِ حضرت محبوبِ الہی

می باید کہ کلماتِ مشائخ بسیار نظرداری

یعنی اے خسرو تم کو چاہئے کہ کلماتِ مشائخ کا بہت مطالعہ کیا کرو۔ آہ ہر وقت دہرہ پاک

نظامی سے آنکھ لڑانے والے اور کٹنگی لگانے والے کے نام یہ حکم ہے۔ ان کلمات سے مطالعہ صفت کتاب معارف اولیائے کرام اور مشائخ عظام کی وقعت واقعی معلوم ہو سکتی ہے۔ ان کلمات میں یہ بھی اشارہ ہے کہ میری باتوں کو معمولی نہ سمجھا کرو بلکہ اُن کو یاد رکھا کرو اور لکھ لیا کرو اور اُس کا مطالعہ کیا کرو۔ تاکہ مراعات احکامی کو استحقامی رہے جس کی صاف اور صریحی میل حضرت مولانا حسن بنحری رحمۃ اللہ علیہ سے ظہور میں بھی آئی یعنی موصوف نے بلحاظ نظامی (قوائد الفوائد) شریف ترتیب دیا جس کو خود حضور سرکار نظام نے ملاحظہ بھی فرمایا۔ اور بلحاظ نظامی اس روش کی کہ کجائی نماید کجائی زندہ۔ حضرت خسرو نے اُس جمع شدہ ملفوظ پر غیظہ بھی کیا اور اپنی جملہ تصنیفات سے اُس کے بدلنے کی آرزو بھی کی مگر ایسا نہیں ہوا۔ جو ہوا تھا وہی رہا۔ اب یہ کہ مولانا حسن بنحری کو یہ نعمت کیسے ملی تو اُن کی اسحاح بصورت بیت پیش کی جاتی ہے تاکہ تسطیر حالات حضرات اولیاء کی وجاہت معرض اخفایں نہ رہے۔

مسکین حسن می گوید تے وقت عشاق تو خوش
گرمین زایشاں نیستم درکارِ ایشاں کن مرا

الین
دین محمد بنی عنہ

(۱۲) سرکار معنوی یعنی حضرت لانا مولوی رومی رضی اللہ عنہ کا

اس بارہ میں صاف صاف فیصلہ

ذکر نیکو رفتگار دارِ ثواب
عاصیاں رامی رہا نذر عذاب

ترجمہ۔ ذکر نیکو رفتگار یعنی صاحبین بخیر نامی کے ساتھ اس عالم سے گئے جن میں حضرات اولیاء شہداء کو خصوصیت حاصل ہے قابلِ ثواب ہے کہ اس تعظیم نیکو رفتگان میں خاتمہ بخیر ملے جملہ حضرات شامل ہو سکتے ہیں۔

ذکر نیکو رفتگاروں کو عذاب سے رہائی دلا دیتا ہے۔

جیسے کو یاد کرو گے ویسے ہو جائے گے

پہوں بنی کو رفتگانِ ریاضتِ ہم نشینانِ بلا یک یا مستم
ترجہ۔ جیسے ہی کہ نیکو رفتگان کی یاد کی صحبت اختیار
کی میں نے کیونکہ حضراتِ رفتگان کے ساتھ درِ ماتم سے سوا
اُن کی یاد یا اُن کی محبت یا فراولت برنخ یا امتثالِ امر
وغیرہ اور کچھ مقصود نہیں ہو سکتا ہے۔ یا اُن کی روحوں کے
لئے تحفہ تحائفِ رسال کرنا یا اُن کے کلمات کا مطالعہ کرنا۔

ہر کہ را باشد محبت با خدا
ترجہ۔ جس کو حق تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔
کے بداند واصل نش را جدا
وہ پہنچے ہوئے لوگوں کو خدا سے جدا نہیں سمجھ سکتا ہے
اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ محبت والا شخص اپنے آپ کو
بھی محبوبانِ الہی سے جدا نہیں خیال کر سکتا ہے۔

ذکرِ ایشاں ذکرِ آں نیرِ داں بود
ترجہ۔ کاملوں کا ذکرِ عین ذکرِ الہی ہے۔
یا دِ نیرِ کاں یا دِ آں سچاں بود
اور اُن کی یاد وہی یادِ الہی ہے۔

چلے فیصلہ ہو گیا

ایسے ہی ارشادات اور احکامات سے احقر مولف کو تحریر ہوئی۔
اور اُس نے بحیثیتِ ماموریت اس ملفوظ کو ترتیب دیا جس میں بہت شرح اور بسط کے ساتھ
بزرگانِ عظام خانوادہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانہ حافطیہ سلمیہ صمدیہ کے مناقب و پاک اذکار
جمع کئے گئے۔ و از حضور سرورِ عالم فخر بنی آدم نبی کریم تعیناک الاقدام منظر الاقام اسماء الاعظم سرکار
محمد رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم۔ حضرت پیر و مرشد حضور قبیلہ عالم جناب سیدنا
و مولانا حاجی حافظ خواجہ شاہ عبدالصمد صاحب نقوی مودودی سہروردی پھیرپوری پھیرپوری رضی اللہ عنہ

تمام پیران عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تفصیلی اذکار ہیں۔ حتی الوسع اجمال پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے کہ یہ اس ملفوظ میں بالکل نئی بات ہے۔ علاوہ ازیں حضرت بنی سیدۃ النساء زوجات مطہرات ائمہ اطہار و اصحاب کبار کے بھی مناقب ہیں۔ اور مجلس میلاد شریف کا بھی مفصل ذکر ہے اور واقعات کربلا بھی درج ہیں جن کی جلدیں علیحدہ ہیں۔

اب رہا اس جلد میں اس دیباچہ کا شمول کہ وہ بھی نیا انداز ہے۔ اُس کی محض یہ غرض ہے کہ حقائق ملفوظات سے آگاہی ہو جاوے۔

تا کہ مطالعہ کتاب سے پہلے حضرت مطالعہ کنندہ کی طبیعت میں بعدد افعت تکرہ ذوق و شوق مطالعہ ملفوظ پیدا ہو جاوے اور اصولی مطالعہ کی نوبت آوے۔ یہاں تک کہ مؤلف کی روح بھی نہال ہو جاوے اور صاحب مطالعہ بھی حظ تام حاصل کریں۔ اور بالآخر اس دیباچہ کا اس دعا پر خاتمہ کیا جاتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُوْرِنَا بِالْخَيْرِ بِبَيْدِكَ الْخَيْرِ اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى اَخِيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيعِنَا وَطَبِيبِ لُوْنِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ جَمْعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

عاصی دین محمد عفی عنہ

۲۲ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ

هُوَ الصَّمَدُ

خلاصہ عالی

ہست بسیار اہل حال از صوفیاں
تا در است اہل مقام اندریاں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

شکر لانعدرو لا تخصی سرکار صمدیت کا کہ جس نے باوجود قال و قیل ارسال و ترسیل حضرات انبیاء علیہم السلام سے اپنی یگانگت بحال رکھی اور اُس دور مراتب یگانگت میں بالخصوص سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل و یگانہ فرمایا۔ یعنی ایک ہی تھا آخر ایک ہی ہو کے رہا۔ گو دیکھنے میں حضور کی ضرورت تھی۔ مگر فی الاصل بالذات یا وہ بے صورت تھی۔ یا صورتوں کی صورت تھی جس کو صورتوں نے صورت مانا۔ اور عارفوں نے عین صورت میں بے صورت جانا۔ بقول حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ

دو ملوے نمود و مخوان و دو مداں بندہ را در خواہ نمود و مخوداں

نے غلط گفتم کہ نائب بامنوب گرد و پنداری قبیح آید نہ خوب

بلکہ اسی دوئی کا شبہ مٹانے کے لئے بالآخر بطور تاکید یہ آیت پاک نازل ہوئی کہ

لَا تَفَرِّقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ - وبے حد تحفہ دور و دا پر آں حضرت
سراپا ذات پاک صاحب لواک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ موصوف و ممدوح
نے باوجود صورتی تجلی کے اپنی بے صورتی واقعی کے زور سے اپنے نابینوں یعنی حضرات اولیاء اللہ
کے ساتھ یگانگیت بحال رکھی کہ یہ کتنا فی دیکھا نگیت مصلحت قابل صریحی صراحت کے ہو جائے
غایت نزاکت کے قرار نہیں پائی۔ اور عالم کتا یہ سے نیچے نہیں آئے۔ بقول سرکار معنوی
مولانا مولوی رومیؒ کہ

بے صحیحین و احادیث و روایات بلکہ اندر مشرب آب حیات

نبودا و بعدی وئے باشد معنی معنی چہ بودا و سنم بے مدعی

اور ہزار ہزار احسان پیران عظام اور شاخین کرام کا جن کے سراسر دور تسلسل کے جاری
رکھنے کا سہرا بندھا۔ کہ ممدوحین نے کبھی کوئی کسر کسی طالب کے کامیاب کرانے میں باقی نہیں رکھی۔

کہ یہ ایک صریحی افضل و اکرام مجدد جہل کا ہل حق مولف خاکسارے درویشان

دین محمد کے پیران عظام خانوادہ حشیتہ نظامیہ فخریہ سلیمانہ حافظیہ کا ہی جنہوں نے پہلے حق

مولف کو باوجود تحقیق بے علمی کے اپنے اپنے تفصیلی اذکار کی توفیق عطا فرمائی اُس کے بعد جب

مجددین اس مزاوت سے کچھ استعلا و آئی تو مجھے میرے صلی مقصود و مطلوب یعنی ذکر اسلمیہ صمدیہ

کی طرف روانگی کی ہمت دی۔ ورنہ مجھ کو تسلیہ منقبت حضرات اولیاء اور بانخصوص ذکر اسلمیہ

کی نسبت ہو سکتی تھی جن کی افتخار اور کتمان کا اور ہی چھوڑ نہیں تھا۔

مگر چوں کہ ہمت بندھا دی گئی ہی اس لئے بصیغہ المامور مجبور محض دوسرے حضرات مخلصان

کے بھروسوں پر ذکر پاک اسلمیہ کی خدمت تسطیر کو میں نے بسمل اللہ پڑھ کر شروع کر دیا ہے

اور اپنی طہارت کے لئے اولاً یہ بیت پڑھتا ہوں کہ:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ادبیت

یعنی مشرب عشن

ذکر معدنِ دو کرم - حضرت شیخ الشیوخ عالم جناب سیدنا ومولانا شاہ حافظ محمد اسلم خیر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ برادرزادہ وجانشین و خلیفہ اعظم و اخص ازوار مطلق حضرت خداوند نعمت جناب
خواجہ حافظ محمد علی صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر آبادی کے تھے اور تعمیر خانقاہ و فرار
شریف وغیرہ و رونق و زینت آستانہ و عرس و منگہ شریف حضرت شیخ کے توکل کے ساتھ منجانب
حق تعالیٰ تکفل و ذمہ دار تھے۔ اور باوجود قرابت قریبہ حضرت شیخ اور پتی پرزادگی اور اس کے
لوازمات سے آزاد تھے۔

آپ شریعت کے پروردار۔ طریقت کے سردار۔ معرفت کے شہسوار حقیقت کے یار
وجاہ تبار۔ سلطان الحقایق۔ رموز دانِ دقائق۔ پسندیدہ خلائق۔ تارکِ علایق۔ شیدائے کتمان
صاحبِ عرفان۔ عاشقوں کے دین و ایمان۔ عینِ حافظ و خواجہ سلیمان۔ شایقِ مجاہدات۔ فایق
مشاہدات۔ کریمِ انخسالت۔ نفیسِ معاوت۔ ولیِ کمال۔ اپنی حقیقت سے و اہل۔ محرمیت سے
شاغل۔ عشق و محبت حضرت شیخ میں کمال۔ انسان صورت۔ فرشتہ خصلت۔ والا منزلت۔ عالی مرتبت
صاحبِ تمکین۔ احادیثِ مکین۔ استقامت گزریں۔ صبر و سکون و تقویٰ میں افضل تریں۔ ماکا احوال
سراسر بھیمہ صفت ابدال۔ عالمِ متبحر۔ تارکِ قیل و قال۔ بشریت کے حالوں سے بے حال قطبِ الوقت
فردِ البحت۔ غلاموں کی نگرانی میں نہایت غیور و سخت۔ محو مطلق۔ ذاتِ بخت میں غرق۔ از سر
تاپا نمونہ استغراق تھے۔ بوجہ صوفی صافی اور ابو الوقت ہونے کے بصیغہ ترک التکلف وضع ظاہری
صوفیانہ لباس وجہ دوستار و تسبیح و مصلے سجادہ و کچہ داخلہ شجنت سے بالکل آزاد تھے۔
وضع شریف آپ کی بے انتہا سادگی تھی اور بات چیت کلمہ و کلام میں بھی ایسی ہی آزادی تھی۔
فنا و الفنا اور ترک ترک کی تدبیریں بعض قوموں پر آپ نے جید طالبانِ حافیوں کو بتلائی ہیں۔

جس کا آپ کی بھولی بھالی صورت سے قبل ازگفتار کسی کو یقین نہیں ہو سکتا تھا۔ تھینا چوٹ سال تک آپ نے خدمتِ سجادگی آستانہ عالیہ حافظیہ موقوفہ بقعہ خیر آباد شریف کو ایسی روشِ خادمانہ سے انجام دیا۔ جس کی کوئی نظیر کسی آستانہ پر دیکھی نہیں گئی۔ یہاں تک کہ کبھی کسی ناواقف نے ابتداءً آپ کے دیدار سے مشرف ہو کر غایتِ سادگی کی وجہ سے آپ کو صاحبِ سجادہ یقین نہیں کیا۔ جب لوگوں نے بتلایا تب اُس کو معلوم ہوا۔ آہ آستانہ کی نیچے درجہ کی خدمات مثلاً صفائی نہائی مسجد و تقسیم کلوخ استنجاء وغیرہ جس کو عرسِ شریف کے مہمان اپنے ناک تھوک سے کندہ کر دیتے تھے ہمیشہ آپ نے اپنے لئے مخصوص رکھیں اظہار و انکسارِ عبادت ہمیشہ آپ کا شیوہ تھا۔ مگر باوجود اس کے ایسا ہمیت و جبروت آپ میں تھا کہ بڑے بڑے علامہ زمانہ آپ کو دیکھ کر تھرا جاتے تھے۔ اور بالکل یہ مثال صادق آجاتی تھی کہ :

ہمیت حق است این از خلق نیست

ہمیتِ این مردِ صاحبِ لُق نیست

باوجودیکہ یہ دفع قطع طرز و روش آپ کی بالکل ہمیت ناک نہیں تھی جس کو ماشاء اللہ اظہار

خودداری سجادگی کا بھی علم نہیں تھا۔ دین محمدی عنہ - ۲۵ ذی الحجہ شریف ۱۳۲۲ھ

آپ کو بجنسہ ولسی ہی خلافتِ حافظی سرکارِ حافظی سے حاصل تھی جیسی سرکارِ حافظی کو دربارِ

سلیمانی سے حاصل تھی اس لئے خانوادہ کاکر ذکر ضروری نہیں ہے۔ اور آپ چوں کہ حضرت

غریب نواز حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ اپنے شیخِ معظم کے برادرِ زادہ ہیں اس لئے شجرہ

نسبی خاندانی کی بھی مکرر تحریر کی حاجت نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور مکرر بطورِ قند مکرر تحریر کیا جاتا

ہے کہ آپ حضرت غوثِ القصدانی محبوبِ بچانی جناب محمد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی

رضی اللہ عنہ کی اولاد و امجاد ہیں۔

سماع

آپ صاحبِ ذوق و شوقِ سماع تھے اور بحالتِ سماع نہایت اعتدال کے ساتھ متغیر بھی ہوتے تھے۔ اور معتد بہ رقم نقد معہ اشیاءِ قوالوں کو عطا بھی فرماتے تھے۔ حالتِ گم یہ اکثر طاری ہوتی تھی مگر کوئی غیر معتدل تحرک آپ کے کسی جسمی اعضاء سے کبھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ آپ کے صاحبِ سکون اور صاحبِ عالی مقام اور مافوقِ کمال اور صوفی ابوالوقت ہونے کی دلیل ہے۔

کہ اس حال میں آپ فردا کمال اور بے مثال تھے جس کا سلوک برسوں محافلِ سماع میں انتقال کر جانے کی مصمم نیت کر کے شریک ہونے سے کیا جاتا ہی اور اُس پر بھی بڑی مشکلوں سے عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ کیوں کہ سماع میں تحرک اعضاء باعثِ تخفیفِ ثقلِ ارذات ہے۔ قریب قریب ایسا ہی حال حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا جو آپ کے جدا علیٰ ہیں اُس خاص مجلسِ سماع کا متحقق ہوا ہی جو بطور دعوت حضرت خواجہ خواجگان رضی اللہ عنہ منعقد ہوئی ہے۔ اور حضرت امامِ عظیم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شائقِ سماع نہیں تھے۔ مگر ایک مرتبہ اُن کو اتفاقِ سماع سننے کا ہو گیا تھا تو مدوح کے اعضاءِ جسمی میں بھی تحرک نہیں ہوا تھا جس کو حضرت امامِ عالی مقام نے تعجباً نہ نظر سے دیکھا تھا حالانکہ وہ اسلامی کا یہ متمول روزانہ تھا۔ اس سے آپ کی قوی الاستعدادی سمجھداروں کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ اسی لئے آپ کے حضرت شیخِ معظم و مکرم نے آپ کی قوی الاستعدادی کو سراہا ہے۔ آہ اس حال کی تسطیر کے بعد احقر مولف میں جو شمسِ عرضِ حال پیا ہوا۔ اُس کو دعائیہ لہجہ میں یوں عرض کیا جاتا ہے کہ:

اسلمتِ سلیم را بمن تا تو زود

از تو منخواہم شہا بس یا د بود

کہ یہ حال آپ کا اپنے نادار ہونے کی وجہ سے آپ کے لئے پاک گوشتِ قدرتی صفت استہا ہو گیا تھا۔ یہ قول سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے حال کو چھپا دے اُس کو کون جان سکتا ہے

یا ظاہر کر سکتا ہے۔ یہ مثال اولیا کی تحت قبائی کی ایک نازک مثال ہے۔

دوسری صفت استعارہ

آپ میں جب اساتذہ اور متقدمین کی جاذبہ رونق افزا ہوتی تھی تو آپ اُن پچھلے نیرنگوں کے ذکر فرمانے لگتے تھے خواہ اُن کی ذات مقدس سے استعانت کرنے لگتے تھے۔ تاکہ اُن جاذبہ کا تحمل کیا جاوے اور بعض اوقات ایسے اذکار آپ بلا کسی کی تحریک کے فرماتے تھے اور بعض وقت ایسے اذکار کسی بیرونی تحریک یا کسی معاملہ کی انہام مقہیم یا سکون کے لئے مثلاً معرض بیان میں آتے تھے کہ ان اذکار میں ذکر حافطی سلیمانی کو اکثریت حاصل تھی آہ فی الاہل یہ اپنا حال ہوتا تھا مگر لوگ اُس کو کچھ اور سمجھتے تھے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں کی ریت حضرت مولانا معنوی رضی اللہ عنہ نے یوں فرمائی ہے کہ

خوش تر آں باشد کہ سرِ دہراں

گفتہ آید در حدیث دیگر اں

یہی توجہ ہے کہ آپ کا صحیح عرفان آپ کی غین موجودیت ماسویتیت میں لوگوں کو کم ہوا اور اب ہورہا ہے۔ مثلاً کہ بعد از جنگ یا داید بر کایہ خود باید زد

خصوصیات علمی

جن سے آپ کی قوی الاستعدادی ظاہر ہوتی ہے یا جو آپ کے چھپنے چھپانے کے ذریعے تھے یا جن کے ذریعہ سے آپ نگاہ بد سے بچائے جاتے تھے۔ یا وہ ترک ماسوائے کے معین تھے۔ یا اُن کے توسط سے آپ ہجوم خلایق سے بچے یا وہ آپ کے لئے صفت استعارہ ہو گئے۔ جو اولاً ذات پاک حافطی میں مکتم تھے۔ بعدہ آپ میں اُن کا اظہار ہوا کہ اس اظہار کے لئے آپ کی ذات والا صفات مخصوص تھی لہذا کوئی دوسرا محمد اسلم مسلم نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا یہ مقصود ہرگز نہیں ہے

کہ آپ کو آپ کے اساتذہ پر فضیلت دی جاوے بلکہ خاص مطلب یہ ہی کہ آپ اور آپ کے ذکر کی قدر کی جاوے اور اس خاص ذریعہ سے حق تعالیٰ راضی کیا جاوے بقول حضرت مولانا رضی اللہ عنہ
 کہ ذکرِ نیکو رفتگیاں دارد ثواب عاصیاں رانی رہا نذاذ عذاب
 ذکرِ ایشاں ذکرِ آں نیرداں بود یادِ نیکاں یادِ آں سبھاں بود

اخفائے مجاہدہ

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ متاخرین میں کوئی مجاہد بصفیہ جہادِ اکیر نفس کشی و درویشی مثل حضرت قدرِ قدرتِ غریب نواز جناب حافظ محمد علی صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نہیں مانا گیا ہے۔ گو یا غریب نواز ممدوح اپنے وقت کے حضرت بابا صاحب تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو مجاہدیت سے مشاہدت حاصل کرتا ہے۔ وہ ہر طالب کو مجاہدیت کی ترازو میں تول کر پسند فرماتا ہے۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کی پسندیدگی بھی اولاً بذریعہ سموائی مجاہدیت سرکارِ حافظی سلیمانی میں ہوئی ہے۔ نہ یہ کہ پروردگارِ ادگی کی وجہ سے آپ پسند کئے گئے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو خاندانِ نبویِ حافظی میں کوئی اور نظیر اس کی ملتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ کی ہمیشہ مجاہدہ چھپا کر کرنے کی عادت تھی جس پر متقدمین کو بھی پوری قدرت نہیں ہو سکتی ہے یہ جو دو چار مجاہدے آپ کے متعلقہ مابعد کی حکایات میں اس کتاب میں اشارتاً لکھے جاویں گے وہ اتفاقاً برسوں انجام دہی کے بعد کسی سلسلہ ذکر میں بے اختیاراً آپ کی زبان سے نکل کر شائع ہو کر معلوم ہو گئے ہیں یہ عشرِ عشر بھی نہیں ہیں۔ آپ نے بہت زیادہ مجاہدے کئے ہیں جو گل کے گل ہمیشہ معرضِ کتمان میں انجام پائے اور میدانِ اظہار میں نہیں آئے اور بدستور ابھی تک پوشیدہ ہیں جس کی وجہ خاص یہ ہے کہ ابتداءً جو مجاہدوں کی شورش کا وقت تھا آپ زیرِ ظلِ عاطفتِ حضرت شیخ رہے اور موجودگی حضرت شیخ میں آپ کی طرف نگاہیں بالکل نہیں گئیں کہ جناب حافظ محمد اسلم صاحب کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں کون سے شغل میں ہیں۔ اس لئے آغازِ طلب کے کل مجاہدے اس طرح چھپ گئے۔ اب رہے مجاہدات مابعد بھلا وہ کیا کھلتے۔ جب آپ چھپنے چھپانے کے خود

ماہرین فن اور استادوں سے ہو گئے۔ لہذا یہ امر یقینی ہوا کہ آغاز میں اخفائے مجاہدات کے لئے جناب بڑے حافظ صاحب قبلہ کی موجودگی آپ کے لئے بے پردہ کی پردہ وٹی ہو گئی کہ اس طرح کا کوئی ذریعہ اپنے مجاہدات کے زمانہ میں جناب حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ کو نہیں حاصل تھا بلکہ مدوح کے مجاہدات تنہائی میں پردیسیوں میں انجام پائے اور کسی اوٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے ہر شخص جو زندہ کی نگاہ آپ تک پہنچ گئی اور کچھ نہ کچھ اُس مجاہدہ کا علم ہو ہی گیا۔ یعنی بڑے حضرت کے مجاہدے اکثر شہرت میں آ گئے ہیں اور آپ کے اکثر معرض اخفائے ہیں۔ ورنہ آپ بھی بڑے عظیم الشان مجاہد ہیں کہ اس ذکر کا اصل مقصود یہ ہے کہ چھپے ہوئے مجاہدے اگرچہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں مگر بڑی نعمت ہیں اور وہ نعمت بفضلہ آپ کو حاصل تھی آہ مجاہدوں کا عین وقت پر چھپانا یا چھپ جانا بڑا عظیم الشان کام ہے۔

میں یہ صرف اپنی طرف سے نہیں لکھتا ہوں بلکہ کہی کہتا ہوں اور لکھی لکھتا ہوں کیوں کہ اسی مضمون کو ایک ذات پاک سیاح لامکان نے جو عرب و عجم گھوم آئے تھے۔ مگر کہیں اُن کو مثل جناب سیدنا مولانا حضرت حافظ محمد اسلم کے کوئی انسانِ کامل نہیں ملا تھا۔ تب مدوح نے اسی قسم کا مضمون اپنے روزنامہ میں لکھا تھا جس کی تیاریت مجھ احقر مولف نے کی ہو اور اُنھیں کی فرمودہ یہ بہت بھی ہے کہ

ادایسی کہ جس پر دل فدا ہے روش ایسی کہ عالم مبتلا ہے
یعنی اگلوں کی اربعینیں کھل کر دفترِ علانیہ میں آ گئی ہیں مگر اہلی مجاہدہ اب تک دفترِ خفیہ میں محفوظ ہیں۔ اللہ اللہ

گمان آنظر از وہم خلق تنہائی ست وگر نہ پردہ خلوت صغیر سوائی ست

کتمان کرامت

آپ ہمیشہ اپنی کرامتوں کو چھپایا کرتے تھے مگر یہ جو بعض کرامتیں آپ کی آئندہ

حکایتوں میں اسی کتاب میں لکھی جاویں گی اُن کا علم اکثر متعلقین سے حاصل کیا گیا ہے وہ آپ کے وصال شریف کی مدتوں بعد لکھی جا رہی ہیں۔ اگر آپ بقید حیات ہوتے تو ان کا لکھا جانا کبھی پسند نہ فرماتے جن میں بہت بڑی کرامت آپ کی عالمگیر سرور کے تالاب والی ہے جو دفعتاً آپ کی زبان مقدس سے تالاب کے پانی کی پاکی کی بابت بجوش صداقت احکام شریعت چند کلمات کے نکل جانے سے واقع ہو گئی تھی اُس کو آپ نے بخوف زیادتی رجوعِ خلاق و عاکر کے اُس اثرِ آبی کو زائل کرایا۔ کیوں کہ آپ کے لئے یہ کیا کم کرامت تھی کہ مردہ دلوں کو ہر وقت زندہ کیا کرتے تھے اور اُس کی شہرت بھی نہیں ہونے پانی تھی۔ بلکہ دل کی دل ہی میں رہ جاتی تھی۔

آپ کا بے مثل خیر

اپنے جسمِ مطہر کو بس اجسامِ نسوان سے بچانا اور بالکل بچا لجانا اور اُس کا نبھ جانا ایک بڑا رفیع الشان چھاتی تو بے مثل مجاہدہ ہے۔ جس پر مبنی ہے وہی خوب جانتا ہے۔ یہ آپ کو بفضلِ حاصل ہو گیا اور مل گیا اور عطا ہو گیا۔ جس کی تکمیل کی وجہ سے آپ اپنے وقت کے محبوبِ الہی ہو گئے۔ یعنی سنتِ نظامیِ متاخرین کے نظارہ کے لئے چھ سات سو برس کے بعد ایک ذاتِ افضلِ المتاخرین میں رونق افروز ہو گئے جس کو عالم نے دیکھ لیا۔ اب رہی مناکحت اور عدمِ مناکحت کی بحث وہ مولوی صاحبان کو مبارک ہم تو اس پر قدا ہیں کہ عدمِ مناکحت کی وجہ سے آپ بہت سے عوارض میں مبتلا ہوئے۔ مگر اُس ادا کو آپ نے چھوڑنا گوارا فرمایا۔ جو آپ کی حقیقت آپ کے لئے پسند کر چکی تھی۔

واہ ری استقامت سبحان اللہ

مقیّدانِ تو از ذکرِ غیرِ خاموش اند
بخاطرے کہ توئی دیگرانِ فراموش اند

آہ جب کوئی آپ کو اس بارہ میں زیادہ چھیڑتا تھا اور بڑے حضرت کا حوالہ دیتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ۔ کیا میں حضرت صاحب کی برابر ہوں جو مناکحت کے لئے مجھے مجبور کرتے ہو یہ آپ نے اپنے کم ہونے کا عمل فرما کر اپنے حضرت شیخ سے کم ہونے کا عملی ثبوت دیا ہے۔ کم تو سمجھی سکتے ہیں مگر کمی کا عملی ثبوت دینا آپ ہی ایسے حضرات کا کام ہے۔۔۔۔۔ اگرچہ بعض فقرائے کرام متاخرین نے بھی اس مجاہدہ کو انجام دیا ہے مگر آپ کی اس مجاہدے کو بے مثل اس لئے لکھا گیا ہے کہ یہ میل جانب نسواں سے بہ طور پاک و مبرا رہا ہے۔

اے مثل تو در حسن بشر خوش بشرے نیست خوبی کہ تو داری صفا در گمے نیست

نفرتِ مخلوق

آپ کو عام مخلوق بالخصوص اہل دنیا سے بہت نفرت تھی۔ اگر آپ کے ذمہ خالق و ساز کا اور اُس کی آبادی نہ ڈالی گئی ہوتی تو آپ کا پتہ بھی نہ چلتا کہ آپ کیا ہوئے اور عشقِ الہی میں مبتلا ہو کر کہاں چلے گئے اور منصبِ شیخی اگر سُپرد نہ ہوا ہوتا تو صحرانوردی کے شوق میں آپ غالباً پیری مریدی کی لین میں بھی قدم نہ دھرتے۔ نفوسِ خلافت کے وقت کا انکار اس کا شاہد ہے۔ اور دوسری شہادت یہ ہے کہ اگر آپ منصبِ شیخی کے دل سے قائل ہوتے تو یا وجودِ جمل ہونے ایک جلیل القدر منصبِ قطبیت کے آپ کے مریدوں کی تعداد اس قدر بڑھتی کہ شاید آپ کے ہم عصر بزرگوں کو کوئی مرید ڈھونڈھے بھی نہ ملتا۔ اس خاص امر کی تسطیر کے لئے جرات کی گئی تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ نفسِ رجوعِ خلافت کے لئے اُس ذات کی خفیف میل کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کی طرف رجوع کی جاتی ہے۔ آہ اگر یہ کہا جاوے کہ ہدایتِ خلق بڑی چیز ہے اور اُدھر ضرور رجوع ہونا چاہئے تو اس کا یہ جواب ہوگا کہ اصل دید کے اعتبار سے کوئی گمراہ کہاں ہی درجہ ہر شخص کی پیشانی کے بال اُس کے رب کے ہاتھ میں ہیں اور تبلیغِ رسالت تمام ہو چکی ہے۔ ہاں اگر کوئی ذات منجانبِ حق تعالیٰ ایسی ہدایت کے لئے مثلِ انبیاء علیہم السلام مجبور کی جاوے تو وہ

دوسری بات ہے۔ وہ حالت بھی مجبورانہ ہو گئی نہ کہ لطیف خاطر۔ کیوں کہ ہر حال میں رجوع الی اللہ کو رجوعِ خلائق پر ترجیح ہے۔

رؤسائے آپ کی نفرت

درحائے کہ آپ نے کسی بادشاہ نواب والی ملک کو مرید نہیں کیا اور نہ خود بطور خود اپنی طرف یا غرض سے آپ کسی سے ملے تو اس سے زیادہ اور کیا ثبوت بے تعلقی اور نفرت کا ہو سکتا ہے۔ اب رہا تقرر رقم نذر عرس حیدر آبادی جو فی زمانہ باندہ ہو گئی ہے اُس کے دوسرے وجوہ ہیں اس بابت آپ کا طرزِ عمل بہت سخت تھا جس کی بنیاد اب تک موجود ہیں۔ البتہ صرف تعلق رعیان دادوں ضلع علی گڑھ آپ سے رہا ہی اور اب بھی ہی اُس کی وجہ اول حضرت مولانا شیخ سخاوت حسین صاحب قیاد انصاری سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رعیان دادوں میں بعض ذوات ایسی بھی تھیں اور ہیں جو باوجود تعلقات کے بے تعلق ہو سکتی تھیں اُن کی تخصیص اور اخلاق کی وجہ سے آپ نے تعلق کیا تو وہ ضروری تھا کیوں کہ جہاں طالبِ صادق جس مشغلہ و مقام میں ہو گا اُس کی جاذبہ کی وجہ سے مطلوب کا کھنچ کر جانا لازمی ہی جس کا ثبوت جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب کی ذات مقدس فی زمانہ کافی ہے رہی ہے جن کی تعریف کے لئے یہ بیت بہت موزوں ہے۔

تواضع ز گردن فرازاں نکوست گداگر تواضع کند خوئے اوست

بعض وہ پاک خصلتیں آپ کی جو نہایت مستحسن بھی تھیں اور

ملاست کا بھی کام دیتی تھیں

(۱) آپ بالعموم تحفہ تحائفِ نذر قبول نہیں فرماتے تھے۔ البتہ خاص مزار شریف پر

جو نذر ہوتی تھی اُس کو منع بھی نہیں فرماتے تھے۔ مگر بعض اوقات کی قبولیت اپنی ذات خاص کے لئے نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ وہ بالکل مصارف و اہتمام آستانہ حضرت شیخ کے لئے ہوتے تھے اور اُسی میں صرف بھی کی جاتی تھی جو آپ کی تفویض میں تھا جس کی ذمہ داری صاحب آستانہ پر تھی آپ اُس سے بطور ذاتی سبک دوش تھے اس لئے آپ نہ لینے والوں اور لینے والوں دونوں میں تھے۔ اور یہ آپ کا کمال ہے کہ عین لینے میں بھی نہ لینے والوں میں رہتے تھے۔ کیوں کہ شے قبول کردہ کو اپنے ذاتی مصارف میں نہیں لاتے تھے۔ اور محض نذر کنندہ کو خوش کرنے کے لئے یہ نیت رد قبول فرماتے تھے۔ لوگ نا فہم اس کو نہیں سمجھتے تھے لہذا یہی مستحسن فعل آپ کا (ملا مت کا کام دے جاتا تھا۔)

آہ قبول کردہ کل مذکور کو شیرینی وغیرہ کی صورت میں بدل کر تبرک بنا کر واپس کر دینے کی حکمت یہ آپ کا حاصل جہاد تھا۔

(۲) آپ مخالفت یا عدم تعمیل احکام عام شرعی پر بہت ناخوشی کا اظہار فرماتے تھے جس کی خاص وجہ شغف حب جناب رسالت ﷺ تھا۔ اور دوسری وجہ اولے حقوق منصب شیخی تھی اور تیسری وجہ احکام شرعی کی پابندی مریدین اور معتقدین سے مقصود تھی کیوں کہ یہ اول منزل سلوک کی ہے اگر اسی کی تکمیل نہ ہوئی تو آئندہ کیا امید قائم ہو سکتی ہے چوتھی وجہ علم ظاہری کے حقوق کی ادائیگی جو آپ کو تمامہ حاصل تھا کیوں کہ ما شاء اللہ آپ فارغ التحصیل بھی تھے اور مرید برائے نہایت اچھے حافظ قرآن بھی تھے مگر بحسبہ یہی امور ملا مت کا بھی کام دے جاتے تھے۔ کہ عام لوگ بلکہ واقف طالبین متصوفین بھی آپ کو محض (ملا) سمجھتے تھے۔ (۳) استغراق و محویت آپ میں بزمانہ آخر بہت زیادہ تھا جس کی وجہ سے آپ لوگوں کو اور انشیا ضروریہ کو نہیں پہچانتے تھے۔ اور بعد پہچاننے کے بھی پھر بھول جاتے تھے۔ اور جہتیں بھی اس دور میں آپ کو بھول جاتی تھیں۔ یہ آپ کی حالت بہت ارفع اور اعلیٰ تھی۔ کیوں کہ اکثر آپ خلوت لی مع اللہ میں مشغول رہتے تھے۔ آہ اس وقت آپ خود اپنے

کو بھی نہیں پہچانتے تھے۔ کہ یہی اپنا اور ماسوا کا نہ پہچاننا بحسب ذاتِ بخت کی فنا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا اسی عالم میں دیدار ہے مگر یہی حال آپ کا لوگوں کے لئے ملامت بھی ہو جاتا تھا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ آپ کو بہت زیادہ نسیان ہے اور اپنے چھپانے کے لئے آپ خود بھی اُس حالت کو نسیان ہی ظاہر فرماتے تھے۔ اور اس ظہار کے لئے مجبوری بھی تھی جس کا اشارہ حضرت مولانا کے معنوی اس طرح فرماتے ہیں کہ:

چوں کہ یا کو دک سر و کارم فتاد

پس نہ بان کو دکاں باید کشاد

(۴) اور بصیغہ ترک التکلف عام بول چال میں آپ بالعموم کلام فرماتے تھے یہ تبحر علمی اور فصاحت بلاغت پر حجاب ڈالنا تھا تاکہ لوگ سمجھیں کہ علمی مہارت نہیں ہی یا کم ہے اور یہ خاص اس لئے تھا کہ عوام کو رجحان نہ ہو تاکہ ہنگامہ آرائی مخلوق سے فراغت رہے۔ اور اصل دل خواہ حاصل رہے۔ واللہ خلوت و راجحہ آپ کو بخوبی حاصل تھی۔ مگر چوں کہ آپ بہت باحیا تھے اس لئے خلوت صوری کو ترجیح دیتے تھے۔

(۵) سادی و سی وضع کی پوشش عبا قبا پو غاجبہ و دستار وغیرہ کی عدم استعمالی وضع خاص صوفیانہ و رویشانہ نہ رکھنا۔ یا عالمانہ ٹھاٹھ نہ کرنا اظہارِ عبدیت و انکسار اور بیماری و کمزوری و ضعف کا اکثر اظہار فرمانا۔ طوم طراق صوفیانہ کو استعمال نہ کرنا اور ادا اور وظائف کی سختی سے پابندی کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اپنی نعمتوں و درویشی اور کمال کے چھپانے کے لئے تھا۔ یعنی بفضلہ آپ کو اپنے کمال کے چھپانے کے لئے کوئی نامشروع ملامت استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی جس سے اساتذہ اور سبوقین نے بھی فرصت نہیں پائی کیوں کہ اخفائے کمال کے لئے ایسا جائز ہے۔ یہ آپ کی بہت بڑی حکمتِ عارفانہ ہے۔ یہی تو قوی الاستعدادی ہے جو لکھنے سے بھی نہیں سکتی ہی۔

اور ان سب کو ملامتِ اختیاری اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی اصل منزل علماءِ جاننے والوں

نے معلوم کرنی تھی جس کی بابت کنایتاً اس بیت سے اظہار کیا جاتا ہے۔ تاکہ گنجائش باقی نہ رہے کہ
 غبارِ خاطر عشاق مدعا طلبی مست بخل و تکیہ منعم یا دوست بے ادبی است

(۶) آپ کو استمراری طور پر مقامِ ملی مع اللہ حاصل تھا۔ اُس سے افاقہ حاصل کرنے کے
 لئے اور سستی قائم رکھنے کے لئے آپ نے آنت اُترنے کے عارضہ کے دور کو بطور مستقل
 اختیار کر لیا تھا۔ مگر لوگ اس کو نہیں سمجھتے تھے۔ آہ صورتاً مجازی عشق بازی کا بھی ایسے ہی
 موقع کے لئے جواز ہے۔ العاقل تکفیه الاشارہ دین محمدی عنہ

۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

بہرِ سحر و قدسیاں آئینہ جمال تو بہرِ قرارِ عاشقانِ زمزمہ وصال تو
 انوکھی سیرِ اوقات۔ تعجب خیز توکل۔ نہ الائمہ۔ البیادِ طرہ و انداز۔ بے مثل فقری و درویشی
 جس کی اہل تو اصل نقل بھی بنائے نہیں بنتی ہے۔

آہ گو آپ مجھ دتے تھے مگر آپ تنہا بھی نہیں تھے۔ والدہ صاحبہ اور بھانج صاحبہ اور برادرانِ
 اور اُن کی اولاد کے متکفل تھے۔ اور اُن کی متعلقہ تقریبات شادی و بیاہ وغیرہ کے مصارف
 سب آپ کے ذمہ تھے۔ خور و نوش اور لباس پوشیدنی اور تقریبات خاندانی شرفیاء و برتاؤ
 سے برتنی جاتی تھیں۔ ہماں نوازی بالائے آن تھی۔ مگر نہیں معلوم مصارف کہاں سے ہوتے
 تھے۔ کیوں کہ ندور اور فتوح تو آپ قبول نہیں فرماتے تھے۔ سوال کبھی کیا نہیں۔ قرض کبھی
 لیا نہیں اور بالآخر کسی کے مقروض تھے نہیں۔ ندور متعلقہ مزارِ شریف اور عرس شریف کا
 حساب کتاب اور مصارف اور تحویل داری کا کارخانہ بالکل علیحدہ تھا۔ اُس سے آپ کے
 مصارف بچ کو کچھ واسطہ نہیں تھا۔ بعض مریدین مخصوصین کی ندور مقبولہ بصورت دیگر ترک وغیرہ
 بنا کر بصورت اشیاء واپس ہو جاتی تھیں۔

آبائی معافی اراضی موقوفہ کھیری کی آمدنی دوسرے برادرانِ یک جدی کے حوالہ تھی اُس
 کا بہت زیادہ سرمایہ جو آپ کو اہل خاندان سے ملا اُس سے نصف موضع زین پور خرید فرما کر آپ نے

وقتِ درگاہ فرما دیا۔ بقیہ کی تعداد معلوم اور وہ بھی دوسروں کے ہاتھ میں ملی ملی تھی۔
 بہر حال کوئی ذریعہ معقول آپ کی بے پرواہی کا معلوم نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی ہستی کسی
 خفیہ متکفل کی تحقیق ہوتی ہے۔ اور کوئی ذوقِ کیمیا سازی کبھی جناب کی بابت متحقق نہیں ہوا جو کسی
 طرح چھپ نہیں سکتا ہے اور نہ کبھی اس کا مشغلہ یا بات چیت آپ کی سرکار میں سنی گئی اور نہ کسی
 دفتینہ کے وجود نے آپ کو چھو ا۔ تو اگر سمجھ دار لوگ ذی فہم عقلمند بخیرہ آپ کو حق تعالیٰ کا
 خاص مہمان یقین کریں تو کسی طرح غلط نہیں ہے۔ اور ماشاء اللہ آپ اپنی کرامت کی کمائی کھا
 والے بھی نہیں تھے ورنہ کبھی نہ کبھی مٹی کے ڈھیلے کو چھو کر سونا کر کے کسی کو برائے فروخت
 دیتے اور حال کھل جاتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خود آپ کا متکفل تھا اور ورلے طور عقل اور باوق
 اسباب اُس کی کفالت تھی۔

زہے کار و بار سرکارِ اسلمی جن کے معاملات کے ادراک سے اور اک اظہارِ عجز کرتا ہے۔ تو پھر
 کتنے ذاتِ اسلمی کے عرفان کا کون دعویٰ کر سکتا ہے۔ یہ سرکارِ اسلمی کا خلاصہ احوال ہے۔ مریدانہ
 تملقانہ قیل و قال نہیں ہے۔ یہ کھلی ہوئی اسلمی معیار ہے اور اس میں اپنے آپ کو تول دینے والے
 بزرگ کے لئے احقر مولف اپنی دستار اُن کے قدموں پر رکھنے کے لئے تیار ہے اور ایسے
 بزرگوں کے سفر کر جانے کے بعد قیام اس عالم دنیا کا بے کار ہے۔

قصیدہ صنفِ احقر مؤلف

صبر و تقویٰ کمال استغراق	ذوق و شوق و محبتِ حلاق
آں توکل کہ کس نہ پوئے برو	فقرِ اسلم نمودہ اندر مذاق
رونقِ دین احمدی شد او	بعد اورفت القناق اشفاق
شد بہار و تباہ شد گلزار	فرض بطل شدہ بدنیاطلاق
خواجہ عبدالصمد نہ کرد تبار	رفت در پے باضطرابِ فراق

دین - دنیا برائے یاد حق ست
 باش در یاد رفتگان مشاق
 دین محمد غنی عنہ

یہاں تک آپ کے حال و مناقب کا ضروری خلاصہ تھا اب آگے آپ کا کتابی و حکایتی
 اور دیگر حضرات معرذین مخصوصین معتمدین مریدین معتقدین کا بیان کیا ہوا حال ہے جو گو قال
 ہے مگر اسی میں مندرج حال بھی ہے۔ لہذا ہر تذکرہ اور حکایت سے سبق لینا چاہئے۔ اور
 اپنے حال کو اس قال کے موافق کرنا چاہئے۔ ناپتیر مولف کو جن جن معتبر ذرائع سے وہ حالات
 حاصل ہوئے ہیں ان کا صاف و صریح حوالہ بھی دیدیا گیا ہے۔ تاکہ وہم و تشکیک سے حضرات
 مطالعہ کنندگان فارغ رہیں۔ کیوں کہ براہ راست مجھے دربارِ اسلامی میں کوئی رسوخ نہیں حال ہی
 بلکہ میں طفلی ہوں۔
 دین محمد غنی عنہ، مرذی الحجہ شریف ۱۳۲۵ھ جمعہ

حلیہ مبارک الہی

زنگ گندم گون - قامت زیبا میانہ - چوڑ سب دست و پا کے گٹھے ہوئے تھے -
 سر مقدس پر بال نہ تھے - ریش مبارک گھٹنی نہ تھی مگر سینہ کو چھپا لیتی تھی - پیشانی کشادہ تھی - چہرہ
 مبارک گول تھا - رخسار مبارک پر ایک مٹہ تھا - بسم شریف ایسا دلکش تھا کہ وہ مافوق حصارِ نظیر
 انداز و ناز و غمزہ و حسن و ادائیں و اشمس و الفحی و رخ آشنا ہیں
 اپنی خاطر میں کب آتی ہے گلستاں کی ہم نے سو گچی ہے گلے مل کے گریبان کی بڑ
 ف - احقر مولف نے حلیہ شریف کے معلوم کرنے کی جب بعض معظم عشاقِ اسلامیہ سے درخواست
 کی تو میری رہ نمائی کے لئے متفقہ طور پر یہ بیت مرحمت ہوئی - اس لئے اصلی حلیہ شریف یہی ہے
 جو بیت مذکورہ آئندہ سے اخذ ہوتا ہے:

بنمائے رخ کہ مطلع صبح صفاست این
 آئینہ جمال نمائے خداست این

(مناقب)

ذکرِ اسلمی مستدرجہ مناقبِ حافظیہ

معہ کیفیت مختصر بابت تعمیر خانقاہ و مسجد و مزار

اولاً بعد تجنیز و تکفین حضرت شیخ الاسلام جناب غریب نواز حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نزاعات متعلق خلافت سرکار اسلمی پڑے، اور محسن و خوبی طے ہوئے اُس کے بعد توجہ اسلمی جانب تعمیر مزار مقدس حضرت شیخ مبتدول ہوئی۔ جگہ تنگ تھی گرد کے مکانات خرید کئے گئے اور جگہ کو وسعت دی گئی۔ اور چھپر کا مزار مقدس اور مسجد دونوں بنائے گئے اور عرصہ تک یہی خس پوشی بحال رہی۔ کیوں کہ سوائے توکل کے اور کوئی سامان نہیں تھا۔ بعدہ بامداد مرزا فتح اللہ بیگ صاحب رئیس کن جو مرید جناب مولوی حسن الزماں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ سرکار اسلمی نے اولاً ۱۲۹۱ھ میں مسجد کو نختہ کرایا۔

ف۔ جس کی لطافت عمارتی بانی تعمیر کی لطافت ذاتی اور بے مثلی صفاتی کو دکھلا رہی ہو اور اخلاص معین کو فی البدیہہ تبلار ہی ہو۔

مقبرہ

اُس کے بعد چٹکی و تیاری مزار شریف کی فکر شروع ہوئی اور ۱۲۹۱ھ میں اُس کی بنیاد ڈالی گئی جس کی تاریخ بنیادی یہ ہے:

بختیم سال بنائے مزار سروشے دگر گفت بے درد و گد
مگر دید برتبد پاکش بنا مزارے چو شکات نور احمد

۹۶ھ ۱۲

فکر جدید

واہ انسان کامل کا روضہ

۹۶ھ ۱۲

اور آہستہ آہستہ وقتاً فوقتاً اس کی تکمیل مختلف لوگوں کی امدادوں اور چندوں سے ہو اکی جس میں سب سے زیادہ حصہ امداد اہلیانِ حیدر آباد کا ہی۔ چوں کہ یہ گنبد شریف اور مزار شریف محض غلام گردش کے بہت بڑی اور نہایت خوش وضع اور حسین عمارت ہی اس لئے باوجودیکہ دورِ اسلامی میں یہ بہر طور قابلِ استعمال تیار ہو گیا تھا۔ مگر کچھ حصہ اوپری غلام گردش کے پلاٹر کا ایک باقی ہے اور تکمیل کتاب مناقب حافظیہ شریف کے وقت بھی اس میں سلسلہ بقایا باقی تھا۔

بہمہ وجہ یہ باقی نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ اس بقایا کی برکت نے بہت سی اور عمارتیں مثل خجستہ خانقاہ وغیرہ کے بنوادی ہیں مگر پھر بھی وہ باقی ہی ہی۔ یہاں تک کہ مزار مقدسِ اسلامی بھی تیار ہو گیا مگر اس رت کی بنیاد تمام عمارتوں کی بقایا کا دور ختم نہیں ہوا۔ بلکہ کچھ اور ضرورت بڑھ گئی ہی۔ وہ یہ ہے کہ گنبد شریف کے بے حد حسن و جمال نے اپنے اوپر بجلی گردانی ہے اُس کی وجہ سے گنبد شریف کے کنگنیوں میں صدمہ پہنچ گیا ہے جس کی درستی کی ضرورت بڑھ گئی ہی۔ غرض کہ توجہِ اسلامی اس معظم اور عالی شان خانقاہ حافظیہ موقوفہ بقعہ خیر آباد کے بانی ہے۔ اور جہاں کچھ نہیں تھا وہاں سب کچھ برپا و مہیا و موجود کر دینے کی بنیاد ہے۔ اسی لئے والستگانِ سرکارِ اسلامی اور دلِ داوگانِ دربارِ حافلِ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی غزل کی ایک بیت کو سماع میں بدل کر افرونی ذوق کے لئے سماعت فرمایا کرتے تھے جس کی صراحت ذیل میں ہے جو اصل بیت ہے کہ:-

بقعہ خیر ماست گوشہ دیر
لیس فی الکائنات ثانیہا

اور تجدیدِ حالی یوں کی جاتی تھی کہ۔

بقعہ خیر ماست خیر آباد
لیس فی الکائنات ثانیہا

مدینے کا منظر خف کا سماں ہے
یہاں جلوہ فرما محمد علی ہیں

اب یہ امر قابلِ غور ہے کہ بعد وصال حضرت غریب نواز حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ پچیس سال تک برابر مسجدِ خوش پوش ہی میں نماز پڑھتے گئے اور تیس سال تک برابر مزار شریف خوش پوش ہی رہا۔ باوجودیکہ حضرت غریب نواز حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ شیخ ہندوستان تھے۔

دیگر۔ معشوق بساں شد تاباں چنیں یادا کفرش ہاں ایماں شد تاباں چنیں یادا
دیگر۔ سجدۂ تابوت یاراں محسّر من خاک اور دیدہ من حق منسا

یہ خوب یاد رکھنے کی بات ہے کہ اہل دنیا کی بنائی ہوئی عمارتوں اور خانقاہوں اور انسان کا کل کی بنائی ہوئی عمارتوں مسجدوں مزاروں خانقاہوں میں بڑا فرق ہے۔ اول الذکر میں حق بتوسط ارادہ فرماتا ہے اور ثانی میں حق تعالیٰ بلا واسطہ مرید ہوتا ہے۔ لہذا دارالآخر خیر آباد کی اس خانقاہ کو ایک یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ اُس کی تعمیری جلوہ افروزی ایک زمانہ دراز کے سکوت و صبر و رضا و تسلیم و توکل علی اللہ کے امتحان کے بعد ایک مستند انسانِ کامل کے ہاتھوں سے ہوئی ہے جو اجڑی ہوئی منزل کو پسند فرما چکے تھے۔ مگر حق تعالیٰ نے یہ تکمیل امتحان اُس کو مامور فرمایا اور اُس ذاتِ پاک نے بصیغہ ماموریت اس عظیم خانقاہ کو تعمیر فرمایا۔ پھر کیوں اس پاک عمارت کا ہر ہر جزو قابلِ تعظیم و تکریم نہ ہوگا۔ یہی تو بات ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر رضی اللہ عنہ تعویذ مزار شریف حضرت قطب لاقطب رضی اللہ عنہ کے بلند کرنے کے لئے دس پانچ ڈلیاں خاک کی بھر بھر کر اپنے سر پہ لالاکر ڈالیں تھیں تاکہ آپ کی اس کی بندی میں شرکت ہو جاوے اور وہ مقدس چوپترہ محض ناقصوں اہل دنیا کا بنایا نہ رہے۔

اب رہی نفسِ عمارت و اماکنِ مقدسہ عمارتی کی توقیر و تعظیم اُس کے لئے صرف یہ اشارہ کافی ہے کہ کوہِ طور نے جو پہاڑ تھا اُس کو جب تجلی نوری سے سرفراز کیا گیا تو اُس نے اپنے آپ کو قربان کر کے پھونک کر جلا کر اپنی قبولیت کو دکھلایا دیا اور پھر بھی اگر جمادات کو بالکل ادنیٰ سمجھا جاوے تو سخت تعجب کی بات ہے اور بالخصوص نیرنگوں کے مقابلہ اور دیواروں گنبد شریفوں کی بے ادبی کی جاوے اور ان کا توڑنا مسمار کرنا اصل اسلام بتلایا جاوے۔ اور اُس کی داعیِ عظمت کرنے والوں کو قبۂ پرست اور قبۂ دوست لقب دیا جاوے۔ تو ایسے لوگوں کو اگر اسلام کا بیج کن یا قبۂ دشمن کہا جاوے تو کچھ بے جا نہیں ہے۔ مگر یہ خوب واضح رہے کہ اول گناہ اور دلیری و گستاخی جو واقع ہوئی ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کا باوجود حکم

سجدہ نہ کرنا ہے جس کی وجہ خاص سولے اس کے اور کچھ نہیں تھی کہ عمارت جسمی آدم علیہ السلام سے شیطان کو کئی نفرت تھی کہ وہی نفرت اُس کی تذلیل کا سبب ہوئی ہے۔ لہذا دشمنان قبلہ جات بزرگان کو سمجھا دینا چاہئے کہ آہستہ خرام بلکہ مخرام اب رہی خاص تعمیر مزار اقدس اسمیہ کی کسی قدر تعجیل تعمیر اُس کی وجہ باطنی یہ ہے ظاہری خواہ کچھ بھی ہو کہ گنبد والے داتا گلی مزار شریف بے گنبد دیکھا نہیں جاسکا۔ یا یہ کہ ولدا دگان اسمی کے جسموں کو بلا دید جسامت مزار اسمی صبر سکون نہیں ہو سکا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ جس چیز کو بہت نازک کر کے نزاکت میں لے گئے تھے جس کے وہ نمایاں بھی تھے اُسی کو سرکار اسمی نیچے اتار لائے اور اُس کو ناگوار بھی نہ ہوا۔ تو پھر آپ کا مزار شریف جلدی کیوں نہ بنتا۔ یہی تو وجہ ہے اسمی بھٹی کے سرشار کو اس مصرع پر زیادہ ذوق ہوتا ہے کہ:

اڑا و چل کے گلچہرے کہ فصل ہا رانی
رفیق حسرت ہی پھولا معین لدین شہتی کا

بہر حال سلسلہ خاندان اسمی حاضری ٹیڈی خیر ہے اس کا صحیح عرفان انھیں گو ہو سکتا ہے جو اس سے وابستہ ہیں۔

ہوا ہے حق الیقین یہ مجھ کو صدارت سگی بہار تم پر
حیات بعد الحیات پاؤں تو وہ بھی کر دوں شاتر تم پر
اٹھا کے دیکھو تو آئینہ کو یہ کس کا جلوہ ہی آج تم میں
صداسہاگن بنے ہو میٹھے شاتر لاکھوں سنگار تم پر
نیشلی آنکھیں نگہ میں جادو یہ کیسا عالم ہی تجو دی کا
یہ کیا ہوا ہی تمہیں تباوت ہے مستی کیسے سوار تم پر
فلک پہ پہونچے جو فخر انساں تو آئی آواز لا مکاں سے
زمین کو نازش تمہارے دم سفلک کو ہی افتخار تم پر
تمہارا دامن نہ پکڑیں گیوں کہ تمہیں ہو موکلا ہر عالم
گناہگاروں کی مغفرت کا نقطہ ہی وار مدار تم پر
ندیم و محرم شفیق و ہمد خدا کے پیارے حبیب اکرم
تمہیں کہتے ہیں شاہ اسلم ہزاروں چائیں شاتر تم پر

خدا تعالیٰ ان دونوں سرکاروں کے جلووں کو قیامت تک روشن رکھے۔ آمین

چوں کہ احقر مولف کو اس دربار عالی وقار میں بحیثیت طفلی بار ملا ہی۔ اس لئے میں نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی ہے کہ مدح سطر فی اسمی میں اپنی عمر تمام کروں اور اُن کے مناقب لکھوں

یا بیان کروں کیونکہ وہ ابھی تک تسطیر میں نہیں آئے تھے۔

اس لئے میں بلاشبک و شبہ دلیرانہ بحر متواج اہلی میں غوطہ لگاؤں گا اور اپنی استعداد کے موافق تفسیر ذاتی حضرت سے معارف کے موقی لا لاکر اُس کی صفات کو صفحہ قرطاس پر تسطیر میں لاکر و البتہ کان سرکارِ اسلامیہ کو ملاحظہ کراؤں گا اور اس طرح اپنی عاقبت انشاء اللہ تعالیٰ بناؤں گا۔ اور اہلی جاں نثاروں سے انعام پاؤں گا۔ **اللّٰهُمَّ زِدْ قُرْآنَ**

ذکرِ نیکو رفتگاں انسانی است دین محمدی عنہ

غفلت از دوسے بس ہمیں حیوانی است ۲۸ ذی الحجہ شریف ۱۳۸۷ھ

مناقبِ سلمیہ عطیہ جناب مولانا محمد ہادی علی خاں صاحبِ شتی نظامی فخری سلیمانی حنفی

مدظلہ العالی۔

تحریر کردہ جناب صاحبزادہ سید شریف احسن صاحب خیر آبادی حیدر آبادی نمبرہ زادہ حفرہ شیخ الشیوخ عالم جناب خواجہ حافظ محمد اسلم صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ جو اندر ماہ ذیقعدہ شریف ۱۳۸۷ھ تحریر ہو کر احقر مولف کو آستانہ عالیہ پر محبت ہوئی۔

حضرت شیخ الاسلام صاحب قبلہ (یعنی

حضرت شیخ الاسلام صاحب قبلہ (یعنی جناب بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ)

قدس سرہ کے مزاج میں اخفا بہت تھا۔

حضرت میاں صاحب (یعنی جناب چھوٹے حافظ محمد اسلم صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اخفا کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ چنانچہ مختصر حالات آپ کے مناقبِ حافظیہ میں بھی لکھ چکا ہوں۔
ف۔ مولانا ہادی علی خاں صاحب قبلہ کی یہ مندرجہ بالا تحریر ہے جو قریب قریب ہر وقت کے صاحبِ محبت ہیں تو جب مقربین کو اخفا کا اقبال ہی تو اخفا کی کوئی انتہا نہ رہی اور بالذات اخفا اور کتمان دلیل و فور بضاعت فیضان ہی اب یہ کہ حضرت شیخ الاسلام سے زیادہ آپ نے اخفا میں زیادتی فرمائی تھی تو یہ بھی صحیح ہی۔ کیوں کہ نفس اجمال میں اخفا کی کم ضرورت ہوتی ہی۔ اُس کے

لئے مجمل ہونا ہی اخفا کا کام دے جاتا ہی مگر تفصل کو چھپانے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہی اس لئے ذاتِ اسلمی میں اخفا بڑھ گیا تھا۔ علاوہ اس کے پہلے لوگ حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے زمانہ والی اچھی اور قوی الاستعداد اور ازاد قابلِ اعتبار تھے۔ اور طلب اُن کی بیشتر صادق ہوتی تھی اس لئے اُس وقت اخفا کی کم ضرورت تھی اور دود اسلمی میں وہ حالت لوگوں کی نہیں ہی اس لئے اخفا کی زیادہ ضرورت ہوتی۔ کل یوم بتر سے اس کی تصدیق ہوتی ہی۔ اب یہ کہ آپ میں بالکل اخفا ہی اخفا تھا تو یہ کیسے یقین دلایا جاسکتا ہی درحالیہ کہ آپ فیضِ رسائی پر مامور اور سرکارِ فاطمی سلیمانی کو سب سے افضل خلیفہ و جانشین تھے۔ اخفا مجاہدات آپ میں بے انتہا ضرور تھا اُس کے خاص وجوہ یہ تھے۔ (۱) ریاسے کلیتاً بچنا (۲) کوئی دوسرا طالب اُس جہیل کو دیکھ کر کہیں گھبرا کر طلب نہ چھوڑے۔ (۳) نظر بد نہ لگا جاوے۔ (۴) نا اہل اُس کو برت کر نقصان نہ اٹھاوے (۵) جملہ نیک کردارین دفتر خفیہ میں رہیں علانیہ میں نہ آنے پاویں وغیرہ علاوہ اس کے مجھ احقر مولف کے نزدیک ایک یہ بھی وجہ اخفائے مجاہدات کی ہی کہ آپ میں یہ قوت بفضلہ موجود تھی کہ بلا مجاہدات طالب کو کامیاب فرما سکتے تھے اور ظاہر ہی کہ خود مبتلائے مجاہدہ دکھانے سے اُس وقت کی یکا گو نہ نفی ہوتی تھی اور طالبوں میں یاس بڑھنے کا خوف تھا۔ اس لئے آپ مجاہدات کے چھپانے میں سعی بلیغ فرماتے تھے۔ مگر یہ بھی واضح رہے کہ ابتداً مجاہدہ آپ کی مشاہدت کے لئے تھی۔ اور مابعد کے مجاہدے یا اظہار مشکوریت کو تھو یا افزونی مراتب کے لئے تھو۔

اخفائے مجاہدات کی حکایت

مفتی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ الغریہ کو اور سب لوگوں کو کھانا کھلا دیتے تھے اور خود اپنا کھانا بھی گھر سے لے آتے تھے۔ وہ کھانا مجھ کو کھلا دیتے تھے اُس کا علم نہ کسی کو باہر والوں کو

ہوتا تھا نہ گھروالوں کو۔ آپ خود کچھ نہ کھاتے تھے اور جاڑہ میں اپنی رضائی مجھ کو اڑھا دیتے تھے خود نہ کچھ اوڑھتے تھے۔ نہ سوتے تھے۔ اور رات بھر حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے تھے چنانچہ خود میاں صاحب قبلہ نے ایک دن تنہا حجرہ میں تھے مجھ سے فرمایا کہ ہم حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رات بھر رہتے تھے جب حضرت اُٹھتے تھے ہم فوراً اُٹھیلے اور پانی استنجے کو رکھ دیتے تھے اتنی مدت میں ایک رات کو میں سو گیا حضرت اُٹھے اور چوں کہ میں سو گیا تھا اپنے زانوؤں پر زور سے ہاتھ مارا میں اُس سے ہوشیار ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہاں ہماری طبیعت اچھی نہ تھی۔ تم کو تیند کیسے آئی۔ یہ فرما کر رو دیئے۔ اور فرمایا اس کا صدمہ اب تک مجھ کو ہی کہ میں کیوں سو گیا تھا۔ یہ مختصر حال آپ کی ریاضت کا ہے۔

ف۔ اس حکایت کی اصل حضرت راوی سرکارِ سلمیٰ کے پیر بھائی ہیں۔ یہ بہت جامع اور پُر مغز حکایت ہے اگر اسی پر عمل نصیب ہو جاوے تو میدانِ مجاہدہ طے ہونے کے لئے پوری کفایت ہے۔ قلت طعام اور قلت منام اور قلت مایہ الاحتیاج اور خدمت حضرت شیخ چاروں ضروری باتوں کی اس میں فعلی ہدایت ہے۔ سیر الاولیا شریف کے یہ کلمات ہیں کہ طاب لے کہ خوش خورد خوش پوشد خوش سپد و دعویٰ محبت خدا کتب باطل باشد۔ یعنی جو طالب اچھا کھائے اور اچھا پہنے اور خوب آرام سے سووے اور محبت خدا کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ اُس کا باطل ہے۔ لہذا یہ حکایت اور یہ تذکرہ پورے طور پر صداقت طلب سلمیٰ کی گواہی ہے۔ اور دوسرے طالبوں کو اپنا حال جاننے کے لئے یہی حکایت کسوٹی ہے۔ اور جب یہ حکایت معرض بیان میں آگئی تو مجاہدہ کی حالت عین برتاوہ کے وقت ضرور چھپی رہی مگر راہ پسندیدہ سلمیٰ کھل گئی اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آپ کی قبولیت سرکارِ حافظی سلیمانی میں صدق طلب اور مجاہدات سے ہوتی ہے اس پر آپ کی برادر زادگی قنبر مکرر مدد گئی ہے۔

اب رہی فضیلت خدمت حضرت شیخ اُس کا اجمال حکایت مندرجہ ذیل سے معلوم کر لیتا چاہئے۔ تفصیل آئندہ مذکور ہوگی کہ جناب رسالت مآب ﷺ اللہ علیہ وسلم کی ناسوتی

راحت میں خلل نہ واقع ہونے کے لئے جناب مولانا رضی اللہ عنہ نے نماز عصر کی قضا گوارا فرمائی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ بزورِ اعجازِ یا کرامت وہ قضا و اکرا دی گئی۔ اسی واقعہ سے مرشدوں کی ذاتی تعظیم کی تین جگہ نکلتی ہے۔ کاش لوگ ان معاملات کو سمجھتے اور معلوم کرتے اور اونچے کے معاملات نیچے لاتے اور نیچے کو اونچا کرتے اور یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ صحرائِ نشینی وغیرہ سے مجاہدہ مکمل ہو سکتا ہے اُس کا انحصار بھی اس تذکرہ سے ضعیف ہو رہا ہے کیوں کہ یہ جامع مجاہدہ گھر پر آبادی کے اندر سب کے سامنے اور مجمع میں سرکارِ اعلیٰ نے برتا ہے جس کے ساتھ مقدم مجاہدت یعنی خدمت حضرت شیخ بھی ہوتی جاتی تھی۔

برگشتِ گمراہی پہ راضی شود۔ کی یہ کارروائی ہے یعنی جب برسوں اپنے نفس کو بالکل کھانا نہیں دیا گیا تب وہ تغلیل طعام پر راضی ہو گیا اور آخر کار حضرت مجاہد صاحب مقام تغلیل طعام ہو گئے۔ جس کی بابتہ پیرانِ چشت صرف ہفتہ عشرہ کافی بتلاتے ہیں۔ اور ہر طالب کو یلا آب و دانہ رکھتے ہیں۔

اور اسی طرح آپ نے اپنے نفس کو جب برسوں بالکل سونے نہیں دیا تب تغلیل منام کی صاحب مقامی آپ کو مل گئی۔ یا یہ کہئے کہ بیدار دلی و ایم کے آپ صاحب ہو گئے۔ لاگ کی آگ کسی طرح بجھائی نہ گئی۔ آنکھ جس دن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی۔

اور اسی طور سے اپنے آپ کو احتیاج مایہ الاحتیاج سے نکالا یعنی برسوں جاڑے میں آپ ضروری چیزِ رضائی کے تارک رہے۔ لیجئے ضروری اشیاء کے ترک کا مقام بھی آپ کو مل گیا اور یہ سب کیوں آپ نے گوارا فرمایا یعنی مقصودِ اصلی اس کا کیا تھا تو صاف جواب یہ نکلتا ہے کہ یہ کل کی کل خدمت حضرت مرشد کے لئے تھی۔ پس جب حضرت پیر و مرشد کی خدمت کے لئے ان لوازمات کی ضرورت ہے تو خدمت حق تعالیٰ اور سرکارِ رسالتِ تاب کے لئے کیوں ان لوازمات کی ضرورت نہ ہوگی۔ جس کو یہ حکم عارف کر رہا ہے کہ جو شخص انسان کا شکر نہیں کر سکتا ہو وہ حق تعالیٰ سے اُس کو یعنی نفس کو جب ارڈا سننے کے لئے پکڑو تب بخار پر راضی ہوتا ہے۔

کا بھی شکریہ نہ ادا کر سکے گا۔ تو اُس شکرِ فی یا خدمت کی آزمائشِ کامل کے لئے سب سے افضل ذریعہ سوائے خدمت انسانِ کامل کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

مختصر فضائلِ خدمتِ انسانِ کامل

(یعنی پیر و مرشد)

خدمتِ حضرت شیخِ واقعی موصول فی المقصود ہے جس کے مختصر حقائق یہ ہیں:

حضرت شیخ کی ناسوتی خدمات مثلاً پیر دانا، نھلانا و صلا نا۔ اسبختی کے وسیلے مہیا کرنا۔
 کھانا نا۔ پلانا۔ کھانا پکانا۔ بستر بچھانا۔ راحت رسانی جسمی کا ہر سامان مہیا کرنا وغیرہ
 اس سے راحت رساں خادم یا مرید کا ناسوت تبدیل ہوتا ہے یعنی جسمی عوارض اور خواہشات
 شہوات وغیرہ سے دہ کل جاتا ہے یعنی جتنی جسم میں برائیاں ہیں وہ کھو کر مستحقِ قویٰ نصیب ہو جاتے
 ہیں اور ملکوتیت پیدا ہو جاتی ہے یعنی بدنی خدمت بدنی حاجت روا ہے۔ اور چوں کہ یہ عالمِ ناسوت
 ہے اس لئے ایسی خدمت اس عالم میں عزت دلوں سکتی ہے۔

اور جب حضرت شیخ کی ملکوتیت کی خدمت کی جاتی ہے مثلاً اُن لوازمات کا ہم پہنچانا جس
 کے ذریعہ سے حضرت شیخ کو زیادہ عبادت کا موقع ملے کہ جس میں وضو کرنا۔ مسواک کرنا۔
 طہارت کے سامان موجود کرنا۔ جاننا نہ بچھانا۔ عمارت حجرہ وغیرہ کی بھر سانی کرنا۔ خلوت کے
 سامان مہیا کرنا وغیرہ۔ اس سے خادم مرید میں ملکوتیت بڑھتی ہے اور عبادات کی توفیق آتی
 ہے۔ اسی طرح خدمتِ جبروتیت کا یہی حال ہے یعنی ایسے لوازمات ہم پہنچانا جس سے
 مرشد کو رشد و ہدایت میں وسعت حاصل ہو جس میں مرید کا اعلائے کلمہ اشد کرنا اور حضرت شیخ
 کی طرف سے بیعت لینا۔ مواعظِ حسنہ کثرت وغیرہ بھی داخل ہیں۔ اس سے جبروتیت خادم میں
 بڑھتی اور ترقی کرتی ہے۔ علیٰ ہذا اسی طرح فنا و یقا و مشغولی کے متعلق بھی خدمت ہو سکتی ہے
 جس سے خادم مرید کو عرفِ حاصل ہوتا ہے اور وہ بتوسطِ خدمتِ حضرت پیر و مرشد اور پوسیلہ

سرکار رسالت آہستہ آہستہ صاحبِ لاہوت ہو جاتا ہے۔ بہر حال سوائے ذریعہ خدمت حضرت شیخ کی رسیدگی محال ہے۔ فی زمانہ بچوں کہ اس سلسلہ کی سابتہ خدمت نہیں کی جاتی ہے اس لئے رسیدگی مفقود ہوتی چلی جاتی ہے۔ حضرت شیخ کو اختیار ہے کہ وہ خدمتِ ناسوتی یا اور کسی خدمت سے مرید کو معاف کرے دوسری حالتوں میں ہمیشہ ناسوتی خدمات کی انجام دہی سے شروعات ہوتی ہے اور فی زمانہ یہ دستور ہے کہ مرید ہونے کے ساتھ ہی اوراد و وظائف و عمل طلب کئے جاتے ہیں اور وہ طالب کی ناسوتی خدمت کی وجہ سے بجائے فائدہ کے نقصان کرتے ہیں۔ طالب کو پہلے اپنے جسمی اطوار درست کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لوہے کو لوہا کاٹنا ہے تو پھر درحالیکہ اللہ تعالیٰ کے کوئی جسم نہیں ہے نہ جناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم جبما موجود ہیں تو پھر طالب کیا کرے۔ لہذا فطرت بھی خدمت انسان کامل کی ہدایت کر رہی ہے اور جنس جنس ہی کی طرف میل کرتی ہے۔ اسی فضل اور اعلیٰ خدمت کو یہ حکایت تعلیم فرما رہی ہے اب اُس کا زمانہ نہ اُس کی ذمہ داری طالب مرید سالک پر ہے تبلیغ تمام ہو گئی۔ اور فیض پہونچا دیا گیا۔

اس حکایت مبارک میں یہ فقرہ بڑا عاشقانہ اور معشوقانہ ناز و انداز سے بھرا ہوا ہے جو تعلقاتِ یگانگیت باہم پر مرید بھی ظاہر کرتا ہے۔ اور غیرت دلاتی والا بھی ہے۔ کہ خلوت میں ہماری طبیعت اچھی نہ تھی تم کو ننید کیسے آئی کہ یہ کلمات حضرت شیخ کی جانب سے طالب کو نہال کر دینے والے ہیں کیوں کہ یہ کلمات یگانگیتِ طبیعت کی جوہریاں ہیں جو بہت اونچی منزل پر طالبوں کو یگانگیتِ روحی حاصل ہونے میں لوہے لگ جاتی ہیں۔ یہاں طبیعت ملائی جا رہی تھی معلوم ہوتا ہے کہ خلوت میں بھی حضرت بڑے حافظ صاحبِ قبلہ کو حقیقتِ اسلمی ہی سے مشغول رہتا تھا اُس میں آپ کو سونے سے رختہ پڑا لہذا خلوت سے نکل آئے اور سونے پر معشوقانہ انداز سے معترض ہوئے۔ کیوں کہ مندرجہ ذیل عشق بازی میں سونے سے تفرقہ ڈالا اُس کا خاکہ یہ ہے کہ الفت کا یہ مزہ ہے کہ دونوں ہوں بقرار دونوں طرف ہوا گ برا بر ملگی ہوئی

اب رہے سرکارِ اسلمی کے گریہ کے معارف وہ نہایت باریک ہیں کیوں کہ حضراتِ عشاق کا نہ روتا سمجھ میں آسکتا ہے نہ ہنسنا مگر اور اک جہاں تک بتلا سکتا ہے وہ یہ ہیں۔

عین بوقتِ نفاذ ارشادِ حافیہ: جو آپ کو آنکھ لگ جانے سے غمِ عالم ہوا اُس وقت سرکار اگر روئے تو وہ رونا شکایت سے تھا یعنی اس میں آپ کو اپنے آپ سے شکایت تھی۔ اور یہ رونا تا زمانہ حصولِ کمال و خلافتِ بحال رہا۔ اُس کے بعد عرصہ تک یہ یا اُس واقعہ پر گریہ اس شکر پر ہوگا۔ کہ اللہ اکبر مجھے ایسے بیدار دلی کے مقام پر پہنچانے کے لئے حضرت شیخِ معظم نے محض خفیف سونے پر اعتراض فرمایا تھا۔

مگر یہ آخری گریہ جو بعد بیان کرنے اہلِ واقعہ کے اس حکایت میں دیر ہی اور اکثر آپ نے ایسے واقعات بیان فرما کر گریہ فرمایا ہے۔ یہ گریہ زمانہ کمالِ شکر و شکایت سے مافوق تھا۔ جس کے معارف حضرت مولانا روم یوں فرماتے ہیں کہ

چوں بگرید زار بے شکر و گلہ
افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ

آخر کار یہ تبصرہ فضیلتِ گریہ پر ختم کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ توفیقِ مجاہدہ طلب کرنے کے لئے بھی گریہ کی ضرورت ہے اور اگر وقتِ مجاہدہ گزر گیا ہو تو اُس کی حسرت میں بھی گریہ کی حاجت ہے اور اگر کاٹلی کی حالت ہے تو بھی گریہ ہی سے رو دھو کر کام نکالا جاسکتا ہے۔ اُس ذاتِ پاک نے آخری حکمت بھی تعلیم فرمادی کہ اگر کچھ نہیں ہو سکتا ہے تو رونا اختیار کرو کہ یہ رونا ہم غاصیوں کی نجات اور سلوک کے لئے ہونا نہ آپ کے لئے۔

فضیلتِ گریہ

باتضرعِ پاشِ تاشاواں شوی گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی
کہ برابری نہد نہا ہے مجید اشک را در فضلِ باخونِ شہید

دین محمدی عنہ ۲۹ ذی الحجہ شریف ۱۳۴۲ھ یوم یک شنبہ

آپ کا ابتداء بیعت کرتا متل ہونا۔ شجرہ پر دستخط کرنے میں تامل کرنا

بعد بیعت کے یہ کوہد یا سلوک بتانے میں کتنا۔ بعد ایں امور جاری ہو جانا

اخفا آپ میں اس قدر تھا کہ باوجودیکہ حضرت شیخ الاسلام نے آپ کو اجازت اخذ بیعت کی دے دی تھی جس کا مفصل حال مناقب حنفیہ میں مذکور ہو چکا ہے۔ بایں ہمہ آپ بیعت نہ میسے تھے ایک مدت تک بعد حضرت شیخ الاسلام کے یہی حال رہا۔ میرے بڑے بھائی حافظ عبدالواحد خاں صاحب مرحوم جن کو حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت نیاز تھا۔ اور میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بعد حضرت شیخ الاسلام کے جب لکھنؤ تشریف لے جاتے تھے انھیں کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ انھوں نے حافظ محمد حنیف صاحب کو جو ہماری برادری میں تھے اور قرآن شریف انھیں یاد تھا۔ اُن کو آپ کی خدمت میں بیعت کے واسطے پیش کیا۔ حضرت میاں صاحب قبلہ نے حسب عادت فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ بھائی صاحب نے عرض کیا کہ آپ کی لیاقت سے ہم کو بحث نہیں ہے یہ فرما دیجئے کہ حضرت شیخ الاسلام نے مجھ کو اجازت نہیں دی ہے تو میں نہ عرض کروں۔ آپ نے انکار نہیں کیا بلکہ سکوت فرمایا۔ بھائی صاحب نے عرض کیا کہ جب حضرت صاحب قبلہ نے آپ کو اجازت دی ہے تو آپ کو داخل سلسلہ کرنا ہوگا۔ تو آپ نے اُن کو داخل سلسلہ کر لیا۔ اُس وقت سے سلسلہ جاری فرود ہوا اگر آپ شجرہ پر دستخط نہیں کرتے تھے ایک زمانہ کے بعد عرس شریف میں بھائی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ سلسلہ تو خدا خدا کر کے میں نے جاری کر دیا مگر شجرہ پر دستخط نہیں فرماتے ہیں۔ میں نے کہا وہ کام آپ نے کیا تھا یہ کام میں کر دینگا اُن کے لڑکے ذاکر علی خاں مرحوم بھی داخل سلسلہ ہو چکے تھے۔ ایک شجرہ لے کر میں حجرہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ذاکر علی خاں کے شجرہ پر دستخط فرمادیں۔ حسب عادت ارشاد کیا کہ حضرت شیخ الاسلام کے نام سے دستخط کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ آپ کا مرید ہے۔ حضرت

شیخ الاسلام سے اُس کو آپ کی وجہ سے تعلق ہی آپ شجرہ اُس کا اپنے نام سے دستخط کر دیں
 فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ سب پر ان طریقت اپنے شیخ کے سامنے
 ایسا ہی اپنے تئیں سمجھتے تھے تو کیوں شجرہ پر دستخط کرتے تھے۔ فقط حضرت سرورِ دُعا و عالمِ فخرِ نبی
 صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اہم گرامی سے دستخط کرتے۔ شجرہ کیوں قائم ہوتا تھا۔ فرمایا
 کہ میں وہ الفاظ جو حضرت شیخ الاسلام اپنے نام کے ساتھ تحریر فرماتے تھے۔ نہیں لکھوں گا۔ میں نے
 عرض کیا کہ الفاظ کا آپ کو اختیار ہی جو چاہے لکھئے۔ مگر اپنے نام سے دستخط کیجئے۔ بہت کراہت
 سے چند الفاظ بڑھا کر یعنی مجرمِ شرمسار ذرہ بمقدار بڑھا کر اپنا نام لکھ کر شجرہ دستخط فرما دیا۔ اُس
 وقت سے شجروں پر دستخط فرمانے لگے۔ مگر جو کوئی مرید ہوتا تھا اور سلوک میں کچھ پوچھتا تھا تو فرماتے
 تھے کہ میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ میں دنیا دار ہوں۔ آخر عمر میں البتہ جو کوئی دریافت کرتا تھا فرما دیتے
 تھے۔ چوں کہ آخر عمر میں ایک حالت استغراقی آپ پر طاری تھی اس وجہ سے ایسے کام بھی کرتے تھے۔

ف (۱)۔ ابتداء عرصہ تک آپ کا اخذ بیعت میں رکنا متاثر ہونا خاں امر خلافت کی انخفا
 کے لئے نہیں تھا۔ کیوں کہ وہ تو ظاہر ہی ہو چکا تھا اور آپ صاحبِ سجادہ اور جانشینِ منتخب ہی
 ہو چکے تھے۔ بلکہ اُس آہستہ خرامی اور رکاوٹ یا انکار سے وہ اظہارِ قبولیت یا عطیہ خاص مقصود
 تھا جو حضرت غریب نواز حضرت حافظ صاحبِ قبلہ یا حضرت غوثِ زماں رضی اللہ عنہ کو اپنی رکاوٹ
 اور امساک اور انکار اخذ بیعت سے مطلوب تھا۔ اور بفضلِ وہ مطلوب اور مقصود تمامہ حاصل بھی کر لیا
 گیا جس کو آپ اپنے اظہارِ نااہلی کے محض الفاظ سے ظاہر فرماتے تھے تاکہ اصل مقصود و مطلوب چھپا
 رہے۔ اب یہ تبلا و نیا ضروری ہوا کہ اسی قسم کی رکاوٹ و امساک و آہستہ خرامی یا انکار۔ سلیمانی اور
 حافظی سے کیا مطلوب و مقصود تھا۔ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا تو اس کا خلاصہ یہ ہی کہ حضرت غوثِ زماں
 حضرت خواجہ محمد سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے مریدوں علاموں کی بخشش کی شفاعت
 اور بخشش کا حتمی وعدہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر لیا تھا تب
 اجراءِ سلسلہ کا لگنا لگایا تھا۔ بلکہ تب ہی خلافت بھی منظور فرمائی تھی۔ اور علیٰ ہذا حضرت غریب نواز

جناب حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نے جب دربار سلیمانی سے یہ حکم صاف صاف حاصل کر لیا
تھا کہ مریدان سلیمانی مریدان حافظی ہیں تب اجراء سلسلہ کی کارروائی شروع فرمائی تھی اُس کے قبل
باوجود خلافت آپ اخذ بیعت سے رُکے رہے تھے۔ تو پھر اگر سرکار اسلمی اخذ بیعت کی تعمیل
میں رُکے یا متائل ہوئے یا باطلہ زنا اپنی انکار فرمانے لگے تو تعجب نہ ہونا چاہئے بلکہ اس رکاوٹ
کو بھینسہ لیا ہی سمجھنا چاہئے جیسا کہ ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ خاص یہ تھی کہ جناب بڑے حافظ صاحب
قبلہ کے ادب و مروت و عجب و داب اور تسلی و تشفی سے آپ نے ذمہ داری خلافت کو اپنے سر
اور ٹھٹھائی تھی مگر مریدوں غلاموں نام لیواؤں کی نجات کی سند کی تجدید نہ نظر تھی جب وہ
ہو گئی تب آپ نے اجراء سلسلہ شروع فرمایا۔ ہاں وجہ انتظار کو جو فی الاصل تجدید نجات
دامن گرفتگان تھی آپ نے ضرور چھپایا۔ ان معنوں میں ضرور اخفا صحیح ہی اور عدم اخفا ذرا
مخدوش تھا کیوں کہ بشارت بخشش و نجات یقینی کی خبر پا کر پھر اپنے مقام پر قائم رہنا یہ حضرات
اصحاب بدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر ختم ہو گیا۔

اور اگر اس رکاوٹ اور امساک و متائل سے صرف نفس خلافت ہی کا اخفا تصور کیا جاوے
تو وہ اس طرح صحیح ہوگا کہ آپ خلیفہ حافظی سلیمانی تو ہو گئے تھے مگر خلیفہ اللہ یا خلیفہ رسول اللہ
ہونے کا انکشاف باقی تھا۔ اس لئے آپ کو متائل اخذ بیعت تھا۔ جب وہ منکشف ہو گیا اور
لوگوں کے اصرار سے اُس کی شہادت پہنچ گئی تو آپ نے شروعات فرمادی۔ اب یہ کہ
باوجود شروعات پھر بھی آپ بعضوں کے مرید فرمانے میں رُکے یا متائل ہوئے تو وہ رکاوٹ
عین ثابت شخص مذکور کی یا تو گنجلک مٹانے کی لئے تھی جس کے آپ صاحب دید تھے یا
اس لئے تھی کہ مرید ہونے والے کا یہ خطرہ رد کیا جاوے کہ حضرت کو اُس کے مرید کرنے
کا میل ہو ہی کیونکہ اگر کسی کو مرید کرنے کا بلا المام شیخ کو میل محض طبعی ہو جاوے تو وہ بیعت حرام
ہو جاتی ہے۔ آہ اس بیعت کی حرمت کافی زمانہ لوگوں کو علم بھی نہیں ہی۔

اب نہ کہ پردہ کہ او پردہ نشین دیکھ لیا تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

ف (۲) اور جو آغاز میں آپ کو شجروں پر اپنے خود دستخط کرنے میں عذر تھا اُس کے وجہ بہت نازک ہیں۔ کیوں کہ شجرے کے جملہ اسماء باعتبار توحید اعتباری اور فرضی ہیں صرف شجرہ کا اسم گرامی محمد سول اللہ واقعی ہی۔ مگر عالم اسماء کے لحاظ سے اور تفرقہ کی آبادی کی غرض سے شجرے رکھے گئے ہیں اور آپ مستلک بالذات تھے منزل اسماء کو طے فرما چکے تھے اور اپنا اصل نام جان چکے تھے جو ایک ہی تھا۔ لہذا آپ کو واقعہ کے خلاف اپنا دستخط کرنا بوجہ معلوم ہوا۔ اُس کے بعد جب فنا سے بقایا میں آگئے اور حق کو اسمی لباس میں دیکھ لیا تو آبادی عالم تفرقہ کے لحاظ سے (جس میں تسکین نہیں) دستخط فرمانے لگے۔ اس بارہ میں آپ کا یہ عذر بہت قابلِ غور تھا کہ حضرت شیخ الاسلام کے نام سے آپ دستخط کرنے پر تیار تھے۔ اور اپنے دستخط علحدہ ہونے پر راضی نہیں تھے کیوں کہ واقعاً آپ آپ نہیں تھے اور دو دستخطوں سے دو آپ ہوئے جاتے تھے اور دوئی نہیں۔ یہی مختصہ قابلِ تصفیہ درپیش تھا اُس کا جب تصفیہ متحقق ہو گیا تو آپ نے شروعات فرمادی اور اس بارہ میں جو اثناء تقریر میں آپ نے حضرت شیخ الاسلام کے اسم گرامی کے ساتھ الفاظ انکاریہ کی تحریر سے انکار فرمادیا وہ بہت بڑی ہدایت اور تبلیغ کی بات تھی کیوں کہ جو الفاظ حضرت شیخ اپنے اسم گرامی کے ساتھ ہضماً لفظ انکار تحریر فرماتے ہیں

تبصرہ

اُن کا مرید کو اعادہ کرنا زیبا نہیں ہے۔ جس کی ایک بزرگ کو دربار رسالت پاک سے ممانعت ہو چکی ہے ملاحظہ ہو کتاب نفحات صفحہ ۲۹۳ جس میں مذکور ہے کہ مولانا شیخ نور الدین عبدالرحمن اسفرانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام و دعا مقام بغداد سے ہر کار رسالت میں معرفت شیخ بہار الدین رحمۃ اللہ علیہ پہنچایا گیا تو اُس میں

لفظ (عاصی از عاصیان امت) استعمال کیا گیا۔ تو حضور رسالت نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسا نہ کہو انہوں نے غایت تواضع سے ایسا کہا ہی۔ وہ میری امت کے اکابر ہیں سے ہیں۔ رہے قدرانی اولیا۔

اس نالایق احقر مولف نے صرف اسی بنیاد پر معہ ایک امر زاید کی وجہ سے اپنے پیروم شد شیخ معظم سے تحریری شجرہ حاصل کرنے سے گریز کیا کہ خواہ مخواہ اس شجرے میں حضور قبلہ عالم اپنے اسم گرامی کے ساتھ انکساریہ جملہ اتباعاً تحریر فرمائیں گے۔ اور مجھ کو ان فقرات کے برداشت کی قوت نہ ہوگی۔ لہذا میں خود کیوں نفس تحریر فقرات انکساریہ بانی ہوں اگرچہ اب میری سمجھ میں صحیح تاویل ان فقرات کی آگئی ہی۔ مگر اب وہ وقت نہیں رہا لیکن اتفاق سے مجھے وہی انکساری الفاظ حضرت شیخ شیوخ عالم کی بابت اپنی اس کتاب میں نقل کرنا پڑے۔ لہذا ان کی تشریح کر کے کفارہ ادا کرتا ہوں۔ سب سے اول لفظ مجرم کی تفسیر یہ ہے۔ یعنی مجرم عشق۔ اور یہ کہ عاشق کو مجرمیت کا خطاب ملا متی کیوں اور کس وجہ سے دیا گیا تو وہ وجہ اس بیت سے کنایتاً معلوم ہوگی کہ ۵

رقابت با خدائے خویش دارم

دل از عشقے محمد ریش دارم

دوسرے لفظ شرمساری۔ اس کا تبصرہ یہ ہے کہ جب سمندر قطرہ میں ماورائے طور و قیل سما جائیگا اور کمال صنعت سے قطرہ کا قطرہ دیکھنا یا دکھایا جانا بھی بحال رہے گا تو قطرہ کی قطرگی سمندر کو اپنے آپ میں پا کر لے جائے گی شرمائے گی۔ وہی یہ شرمساری ہے۔

تیسرے الفاظ ذرہ بے مقدار کے ہیں۔ آہ وہی ذرہ یعنی قطرہ مذکورہ بالا والا بتائیت سمندری کی وجہ سے قطرہ یا ذرہ بے مقدار ہو جائے گا مگر معدوم نہ ہوگا۔

من چو لب گویم لب دریا بود

من چو لا گویم مراد الا بود

مگر چوں کہ لفظ ذرہ بے مقدار سے معدومیت بھی مفہوم ہوتی ہے اس لئے ذرہ بے مقدار سے معدوم محض سمجھا جائے گا حالانکہ موصوف یعنی آپ سامنے موجود تھے اور کسی طرح معدوم محض نہیں ہو سکتے تھے۔ لہذا آپ کی معدومیت لوٹ کر مع اپنے جملہ حرکات سکناات کے حق سمجھی جائے گی کہ وہی آپ کی واقعیت واقعی ہی نتیجہ جس کا یہ نکلا کہ آپ بحیثیت آپ بالکل غائب تھے اور حق تعالیٰ بہرہ تن حاضر و موجود تھا اور یہی تفسیر است پاک (یومنون بالغیب) کی بھی ہے۔ اب رہا اس کا حل کیا جانا کہ پہلے آپ مریدوں کو کچھ تعلیم نہیں فرماتے تھے اور پھر تعلیم ہونے لگی۔

(۳) تو اولاً عدم تعلیم کی وجہ یا کسی خاص اور انحص تعلیم کی تعلیم من جانب حق تعالیٰ کے امیدواری ہوگی کیوں کہ یہ السام سے ممکن ہی اور حضرت مولانا اس کے موید بھی ہیں ۷

ہر کے راہر کا سے ساختند

نیل او اندر دشت انداختند

یا آپ اپنے میں بلا تعلیم کامیاب کرانے کی قوت محسوس فرماتے ہو گئے۔ یا اس وقت تک کوئی اہل طالب قابل تعلیم مرید نہوا ہوگا۔ اب یہ کہ جب استغراق ہو گیا تب آپ نے تعلیم شروع یا جاری فرما دیا۔ تو یہ بھی ممکن ہے۔ کیوں کہ حالت استغراق میں مٹی چھوٹنے سے سونا ہو جاتی ہے اور لوگوں کو بلا کچھ تیلے کامیابی پر اعتماد نہیں ہوتا ہے اس لئے آپ نے تعلیم تعلیم بھی جاری فرما دیا۔ کیوں کہ اس حالت میں آپ کو سوچنے یا تقلید کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی جو آپ بتلا دیتے تھے وہی وظیفہ ہو جاتا تھا اور اس پر بھی اگر آپ نے وہی وظائف ساختہ پیران عظام سابقہ تعلیم فرمائے تو یہ آپ کی تحقیق تھی یعنی آپ کو تحقیق ہو گیا تھا کہ واقعی اور آپ دیدہ مسوقین سے افضل کوئی اور وظائف نہیں ہو سکتے ہیں۔ وظائف کو تقلید اس کہ کردوسروں کو بتلانا یا سکھانا اور چیز ہے اور اس کی تحقیق فرما کردوسروں کو بتلانا یہ بڑا اعلیٰ مقام ہے اور نفس استغراق عالم طریقت میں بالکل ایک معتبر اور قابل اعتماد حالت ہے۔ اب رہا عالم شریعت اس کا شیوہ معتبر کو بالکل غیر معتبر بتانیکا

نہیں ہے۔۔ اور یہ جو آپ نے سلسلہ تقریر میں اپنے آپ کو دنیا دار فرما دیا۔ اس کی وجہ مریدانِ اہل دنیا کا تعلق ہی کہ جس سے آپ نفسِ شہنی کی وجہ سے چھٹ نہیں سکتے تھے اور نہ یہ ممکن تھا کہ کل تعلق صاحبین ہی سے رکھا جاوے کیوں کہ پھر آپ منظرِ حضرتِ غفار کیسے ہوتے۔ اسی لئے بزمانہ آخر آپ کا میاں عبد الغفار پر بڑا کرم رہا ہے تاکہ اس حیثیت سے آپ پہچانے جاویں کہ آپ اس عالم میں بالکل واسطہ مغفرت ہیں جو چھو جائے گا اُس کی بخشش ہو جائے گی۔

کیا کرے زاہد بے چارہ اُسے کیا معلوم
رحم کرتا ہے باندازہ عصیاں کوئی
تیرِ قضا کو ناز ہے کیا اپنے توڑ پر
اتنا اثر تو یار کی سیدھی نظر میں ہے
دین محمد عفی عنہ ۳۰ ذی الحجہ شریف ۱۳۲۲ھ یومِ دوشنبہ

کلمہ

جو اظہارِ انکارِ منکرِ مستقل حق سے علیحدہ بناوے وہ اظہارِ عبدیت نہیں ہو بلکہ مجوسیت ہے
اور جو اظہارِ انکارِ منکرِ کے وجود کو بالکل مٹاوے اور حق کے وجود کو قائم کرے وہ سچی عبدیت ہی
من زبیر بنی ششم روزِ شش من زبیر یاری سخن با ششم خمش
دین محمد عفی عنہ

سرکارِ اسلمیہ کا بحالِ استغراق مزارِ حضرت شیخ کی طرف کا زمین سجدہ کرنا

آخر عمر میں استغراق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے مزارِ شریفِ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جو مسجد سے پورب سمت ہی اُس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔
میرضا من علی مرحوم کے لڑکے جو آپ ہی سے بیعت تھے وہ مسجد میں آئے اور آپ سے
عرض کیا کہ آپ کس طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں اور انھوں نے عرض کیا کہ آپ دیکھیں
تو آپ مسجد میں تو بیٹھے ہوئے ہیں اور مسجد قبلہ رخ ہے اور قبلہ آپ کی پشت کی جانب ہی فرمایا

اچھا تم کہتے ہو اُدھر قبلہ ہے تو ہم اُسی طرف منہ کئے لیتے ہیں نماز اُسی طرف پڑھیں گے۔
اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چوں کہ ایسی استغراقی حالت تھی اس وجہ سے کچھ باتیں فرماتے
تھے وہ ہونے والی تھیں فوراً ہو جاتی تھیں۔ ف مزید۔ اور نہیں ہونے والی آپ کی
زبانِ اقدس سے نہیں نکلتی تھیں۔

ف۔ استغراق اور محویت کے حاصل کرنے کے لئے تو مشاغل ہی کئے جاتے ہیں اور
وہی تو مقصود ہی ہے جس کے بعد کا عالم صحیح واقعی ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی مبارک محویت کی منزل
میں آپ ہمیشہ رہے اور سچی سچی شیخی آپ نے فرمائی مگر آخر میں آپ نے محویت اور استغراق
کو زیادہ پسند ضرور فرمایا تھا اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی کیوں کہ اکثر اساتذہ مسوقین متقدمین
کی بھی یہی راہ رہی ہے اور واقعیت کا بھی یہی انداز ہے کیوں کہ فطرت خلوت اور گنجائیت
کو پسند کرتی ہے اور وہی راحت افزا اور دکھ دور کرنے والی بھی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر
آدمی سوئے کی یک جہتی اور خلوت سے آرام نہ لیوے تو جاگنے میں بے کار ہو جاتا ہے
اور صحت محویت اور استغراق کی دلیل یہ ہے کہ اُس سے نزول کرتے وقت جو علوم پیش آویں
وہ سچے اور واقعی ہوں چنانچہ جو آپ فرماتے تھے وہی صحیح طور پر واقعہ بھی ہو سکتا تھا۔
جس کے واقعہ آئندہ مذکور ہوں گے۔ لہذا محویت کے بعد کے نزول میں جو نماز آپ نے
پڑھی وہ بھی صحیح مانی جاوے گی۔ اب رہی اُس کی جسمی جہت کی بظاہر غلطی وہ تو محض جہتی ہے
اور ظاہر ہے کہ بالذات جہت کا کوئی خاص وجود بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ ہر ایک مقام پورب کچھ
اُتر دیکھن سبھی کچھ ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ البتہ ضرور ہے کہ محویت و استغراق سے جو آپ نے
نماز خوانی کے لئے نزول فرمایا تو مقام صحت مشغلہ محو الجہات مندرجہ کتاب مناقب حافظہ سے
نیچے نہیں اُترے اس لئے پورب کچھ اُتر دیکھن کی نفی قائم رہی۔ اور جسمانی لطیف رہی۔ اور صرف
وہی ایک جہت یا دوری یا قائم رہی جدھر سے مواصلتِ روحی حاصل ہوئی تھی اور سچ پوچھو تو
سوائے ایک جہت کے باقی کل جہتیں اعتباری بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ اعتبارات سے نکلتا ہی

فی الاصل ترک دنیا اور ترک ماسوائے ہی۔ لہذا اچھی نماز عاشقانہ آپ پڑھ رہے تھے اُس کے قربان جس میں میر صاحب مغل ہوئے مگر آپ کے اتباع شریعت کے قربان کہ فوراً اُن کی بات آپ نے مان لی اور بظاہر اُسی سمت میں مشغول ہو گئے جو حکمی ہی۔ آپ کی نماز کی بابت عاشقانہ کلمات کے بہت سے

خوش آں کہ توشیحی من بہر عشق تو سازم بہانہ بہر سجودے نماز را
 آہ اگر ایسی محویت نہیں حاصل ہے تو کیوں محویت کے دھوکے میں پڑے لوگ شیخی کرتے ہیں
 کہ جس محویت کا نام اگر بالکل عقل معاش رکھا جاوے تو بے جا نہ ہوگا۔ دور خلوت لی مع اللہ
 اس کا شاہد ہے۔ یہ علمائے طاہر کی کم نصیبی ہی۔ کہ محویت و استغراق سے نفرت کرتے ہیں
 اور اعتبارات میں پھنسے رہنے کو مسلمانی سمجھتے ہیں۔ جو بالآخر بعد موت خواہ مخواہ چھوٹے گا۔ یہ
 واقعہ آپ کا جو اتفاقاً دیکھنے میں آکر کھل گیا ہے آپ کی راہ کے سالکوں کے لئے نہایت ہدایت بخش
 ہے۔ کہ وہ ہدایت اس بیت میں درج ہے۔

مغرب سے اُٹھ کے تم سوئے مشرق جو آ رہو مُردوں کو دفن پھر نہ کبھی قبلہ رو کریں
 اور یہ ایک بالکل بے سماع کے آپ کا پاک حال ہے اور آپ کی کیفیت ہے۔ اگر قرأت
 قرآن سماعِ قوی میں داخل کی جاوے تو کچھ بے جا نہیں ہے۔ اور اُن مستوں کی مستی کے قربان
 جن کی نماز بھی مستانہ ہوتی ہے۔ اور اُس ذوق و شوق کا کیا کسندہ جو آپ سے آپ حاصل کیا جاتا ہے
 دکہ باخود عشق و رز و جاودانا کی یہی تو مثال ہے۔ جس کو نماز ہی حال کا کام دے جاوے
 اُس کو محفلِ سماع میں حال آنے کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔

مصلحت نیست کہ از پردہ ہر دوں افتد راز ورنہ در محفل زنداں خبرے نیست کہ نیست
 نماز ز اہداں سجدہ سجود راست نماز عاشقاں ترکِ وجود است
 کی یہ نماز بالکل تفصیل ہے۔

اگر آپ کو اپنے جسم کی یا اُس کے محسوسات کی خبر ہوتی تو جسمی صحت قبلہ تو ایک ادنیٰ

بات تھی جو آپ کی ایک معمولی مرید کو بھی معلوم تھی جنہوں نے آپ کو اپنی خبر کی خبر کی ہے۔
 العشاق معذوروں کا یہی محلِ مصداق ہے کیونکہ سجدہ نماز تعظیمی بھی نہیں ہو سکتا

بچوں زخود رستی ہمہ بردہاں شدی

بچوں کہ گفتی بندہ ام سلطان شدی

دین محمدی عنہ کم یا ۲ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ سنہ ۱۸۳۹ء

مناقب تبصرہ

حکایات تبصرہ جو آپ کی صحتِ علمی کے اثبات میں لکھی گئی ہیں اور یہی آپ کی کرامت میں بھی شمار ہو سکتی ہیں کیوں کہ آپ کی خبر دینے کے بعد اور واقعہ ہونے کے قبل یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ ہونگی یا نہ ہونگی۔ آپ کا معتقد اور کرامتِ اولیا کا قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ آپ کی مرضی و مرضی حق کی یگانگیت سے واقع ہوئیں یا حق تعالیٰ نے اُن صحتِ اخبار کی کرامتوں کو آپ کے توسط سے ظاہر فرمایا۔

(مناقب)

- ۱۔ چنانچہ عرس شریف کے زمانہ میں مزدور کام کر رہے تھے۔ ایک مزدور سیری کا درخت چھانٹ رہا تھا درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ارے احتیاط کر ایسا نہ ہو کہ گر پڑے۔ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے۔ وہ مزدور فوراً درخت پر سے گر گیا اور کہا کہ میں یہاں کام نہ کروں گا۔ کیوں کہ جو کچھ فرماویں گے وہی ہوگا۔ چنانچہ اُس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ ف۔ لیجئے اپنی کرامت سے خود اپنے ہی معاملات میں رخنہ پڑا۔ یہ بے اختیار ہی میں کرامت کا واقع ہونا ہوا۔ یا صحتِ علمی کی کافی دلیل ہوئی۔
- ۲۔ دو شکے کنوئین کے برابر چلے پر رکھے تھے اور برسات کا جو کچھ باغ میں پیدا ہوتا تھا (یعنی جھانی جھنکار گھاس پھوس ایندھن) وہ کٹوا کر آپ مزدوروں سے

مزار شریف کے سامنے سوکھنے کو پھیلا دیتے تھے۔ اُسی جھوٹے چوٹے میں پانی گرم کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ تشریف لائے۔ وزیر جو آپ کی خدمت کرتا تھا اُس سے فرمایا۔ کہ یہ سب سمیٹ کر بوجھ باندھ کر چھپر میں رکھ دو ایسا نہ ہو کہ آندھی آئے پانی برسے تو یہ بھگیاں جائے گا۔ چنانچہ وزیر نے بوجھ باندھ کر اندر رکھ دیا۔ جب بوجھ اندر رکھ چکا اُسی وقت آندھی آئی اور بعد آندھی کے پانی برسنا۔

ف گفتہ اوگفتہ اندر بود و گرچہ از حلقوم عید اللہ بود کی مثال موجود ہو گئی۔
۳۔ ایک مرتبہ نصف حصہ زین پور کا جو آپ نے خرید کیا تھا اور بعد اُس کا قسط لکھ دیا ہے درگاہ کی مکانات اور درگاہ کے واسطے۔ یہ موضع اول بٹائی تھا۔ اُس اور جو آر تیار ہو گئی تھی بٹائی کے واسطے میں گیا۔ آپ بھی گاڑی پر تشریف لے گئے تھے وہاں میں نے بٹائی کی اور سرکاری رقم کمریان میں جمع کر دی اُس کے تولنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ کل رقم کس قدر ہے آپ نے ایک چنگی درگاہ کی خود مقرر کر دی تھی اس چنگی کا قسط اس غلہ تھا وہ آپ نے اپنے رومال میں باندھ لیا اور فرمایا کہ گاڑی جو تو ادویا گھر چلا جاؤں گا۔ ایسا نہ ہو آندھی پانی آوے تو تکلیف ہوگی اور گاڑی جو تو اگر وہ چنگی کا غلہ لے کر چلے گئے اور یہ بھی نہ جانچ کی کہ سرکاری غلہ کس قدر ہے۔ الغرض جب آپ مکان پہنچ گئے اُسی وقت آندھی بڑے زور سے آئی اور بعد آندھی کے پانی زور سے برسے لگا۔ میں چھپر جو کھلیاں میں پڑا تھا بچاؤ کے واسطے اُس میں چلا گیا۔ ایسی زور سے پانی برسا اور ہوا چلی کہ چھپر میں بھی گزر نہ ہو سکا۔ بہت تکلیف اٹھائی ایسی حالت تھی آپ کی جو کچھ زبان سے نکل جاتا تھا فوراً اُس کا ظہور ہو جاتا تھا۔

ف۔ گویا آپ کی زبان مقدس حکم کن کی ترجم تھی۔۔۔۔۔
اب رہی موضع کی خریداری وہ غالباً پہلے ہی سے یہ نیت کر کے ہوئی ہوگی کہ درگاہ شریف اور اُس کی عمارات کا تحفظ اور نہانداری اور متوسلین کی خور و نوش کا ایک ذریعہ معقول

مہیا کر دیا جاوے تاکہ حضرت شیخ کے اعزاء کو جو آپ کے بھی اعزاء تھے درگاہ کے متعلق
 اہتمام میں کوئی دقت نہ ہو اور بے چینی کی کلفت بھی نہ ہو کہ وہ لوگوں کے سامنے استعا
 کے لئے ہاتھ پھیلاویں۔۔۔۔۔ اس کے اپنے نام سے خریدنے کے لئے آپ کو قانونی
 مجبوری بھی تھی کیوں کہ جب آپ نے خرید کر کے وقف کیا تب وہ وقف درگاہ قرار
 پایا کہ یہ راز بالآخر وقف نامہ مرتب ہونے پر کھل ہی گیا۔ ایسا اہتمام پران عظام نے
 کیا ہے۔ لہذا آپ نے بھی فرمایا۔ ممکن ہے کہ لوگوں کو اس کی خریداری کی وقت کچھ تنگ
 دامن گیر ہوئے ہوں اُس کی آپ کو کیا پروا ہو سکتی ہے۔

تو پاک باش برادر از کس پاک

اور بفضلہ آپ نے موضع کی خریداری اپنی نہایت نیک کمائی یعنی آمدنی معافی
 آبائی سے فرمائی ہے ورنہ بھلا بصورت حال آپ کو روپیہ کہاں سے حاصل ہوتا درحالیکہ
 آپ تدرستی سے بھی مستثنیٰ تھے اور اگر کسی مرید سے کبھی کچھ لے لیا جاتا تو حکمت
 عملی صورت بدل کر بھیلہ تبرک وغیرہ واپس کر دیا جاتا تھا۔ یاد درگاہ کے صرفہ میں لگا دیا
 جاتا تھا۔

۴۔ بہت پی آپ کی توجہ کی عالمگیریت سرور کے تالاب الی

ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ موضع سرور سے میں تشریف
 لے گئے تھے۔ میاں سید خادم حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ تھے انھوں نے
 مجھ سے فرمایا کہ شب میں عشاء کے وقت آپ مسجد تشریف لے گئے اور نماز عشاء جماعت سے
 پڑھی بعد نماز کے فرمایا کہ کھانا نہیں لے آؤ ہم مسجد ہی میں کھاویں گے۔ اور بعد فراغت
 کھانے کے بچھونا بھی منگوالیا۔ مسجد کے اوتر طرف ایک گڈھی تھی اُس میں پانی بھرا تھا
 لوگ اُس کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے گاؤں والوں سے پوچھا کہ برسات

میں اس کا پانی بہہ گیا تھا۔ عرض کیا ہاں بہہ گیا تھا فرمایا کہ یہ پانی اچھا ہی اس کو استعمال
 کرو چنانچہ اول خادم میاں صاحب مرحوم نے وضو کیا پھر گاؤں والوں نے بھی
 وضو کیا۔ ایک پٹھان وہیں کے باشندے تھے اُن کو بخار آتا تھا وہ اُسی میں ٹھائے
 اور اچھے ہو گئے بخار جاتا رہا۔ مصطفیٰ خاں بھی وہیں کی زمینداروں میں ہیں۔ اُن کی
 لڑکی بہت بیمار تھی ہاتھ پر حرکت نہ کرتے تھے پڑی رہتی تھی۔ اُس کو مصطفیٰ خاں نے
 بھی ٹھلایا وہ لڑکی بھی اچھی ہو گئی۔ یہ خبر جوار میں مشہور ہوئی لوگ کثرت سے آنے لگے
 مریض لوگ بھی ٹھاتے تھے۔ اکثر صحت ہو جاتی تھی اور اندھے بھی آکر ٹھاتے۔
 اُن کی آنکھوں میں روشنی ہو گئی۔ اب یہ خبر بہت پھیل گئی دُور دُور سے لوگ آنے لگے۔
 اور ٹھاتے لگے۔ یہاں تک کہ اس کا شہرہ بنگالہ تک پہنچا۔ وہاں تک کے لوگ
 آکر ٹھاتے تھے۔ اور اُتر میں پہاڑ تک کے رہنے والے بھی آئے۔ بہت مجمع خلائی
 کا ہونے لگا۔ یہ مشہور تھا کہ ایک میاں صاحب نے فرمایا ہی اُن کے ارشاد کا اثر ہے
 مگر اُن میاں صاحب کا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔ ہندو برہمن تک آتے تھے اور میاں
 کی جے پکارنے اور ٹھاتے تھے۔ گرد اُس کے جو ذراعت تھی وہ روند جاتی تھی
 مگر میداوار اُس میں اور کھیتوں سے زیادہ ہوتا تھا اس وجہ سے کسان بھی لوگوں
 کو چلنے سے نہیں روکتے تھے۔ چوں کہ مجمع بہت ہونے لگا وہاں کے زمینداروں
 نے ایک دُمار خیمہ ہفتہ میں مقرر کر دیں کہ اس میں لوگ آیا کریں اور ٹھایا کریں جو لوگ
 ٹھاتے تھے وہ پانی اپنے مکان پر لے جاتے تھے کم سے کم ایک لوسٹیا پانی ہر شخص ضرور
 لے جاتا تھا! اور اکثر ٹھٹ بھی بھر کر لے جاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ تحصیلدار سیٹاپور جو ہندو وہ بھی نہانے کے دن
 گئے تھے اُن کا بیان ہے کہ میں ہاتھی منگوا یا اور اس پر بیٹھ کر جایا کہ نہاؤں مگر اس قدر مجمع تھا کہ راستہ نہ ملا
 میں ہاتھی پر سوار مجمع کے گرد ہر مجمع کو دیکھا تقریباً لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔ میں اپنی مقام پر واپس
 آگیا۔ اور پانی منگوا کر اپنے مقام پر نہایا وہ کہتے تھے کہ یہ ایک کھلی ہوئی کرامت ہے کہ وہ تو تنہا

مقام تھا اس قدر لوگ بھاویں اور پانی لے جاویں تو وہاں پانی نہ رہنا چاہئے۔ مگر
اُس کا پانی کم نہ ہوتا تھا۔ حکام یورپین ضلع کے بھی گئے۔ اور اُن واقعات کو دیکھا
آخر میں یہ ظاہر ہو گیا کہ میاں صاحب قبلہ جن کا تصرف ہی وہ جناب حضرت خواجہ حافظ
سید شاہ محمد اسلم میاں صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز ہیں۔ بس لوگ کثرت سے آپ کی
زیارت کو خیر آباد آنے لگے۔ جب لوگ کثرت سے آنے لگے آپ بہت پریشان
ہوئے اور حکم دیا کہ پھاٹک بند کر دیا جاوے اور چوں کہ گھر کی آمد و رفت کی وجہ
سے پھاٹک بند نہیں رہ سکتا تھا جمع ہو جاتا تھا۔ آپ اس قدر پریشان ہوئے کہ فرمانے
لگے لوگ مجھ سے خیر آباد چھوڑاویں گے۔ جو لوگ تالاب پر نہانے آتے تھے غلہ مٹھائی
اور نقد تالاب میں ڈالتے تھے۔ غلہ اور شیرینی کی وجہ سے پانی اُس کا دیکھنے میں خراب
معلوم ہونے لگا۔ حاکم ضلع نے حکم دیا کہ پانی اس کا نکال ڈالا جائے۔ اور
پانی صاف بھرا دیا جاوے۔ وہاں کے زمیندار اس حکم سے بہت پریشان ہوئے۔ دوسرے
دن وہ پانی خود ایسا صاف ہو گیا کہ وہ حاکم ضلع کو دکھا دیا گیا۔ چوں کہ پانی صاف تھا اُس
نے اپنا حکم منسوخ کر دیا اور چونکہ کثرت سے غلہ اور شیرینی وغیرہ ہندو تالاب میں ڈالتے تھے
اس لئے میں نے ایک روز آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ حالت لوگوں کی ہے۔ فرمایا
کہ تالاب میں ڈالیں نہیں بلکہ کنارہ پر رکھ دیں غلہ مٹھائی جو غرباء وہاں آتے ہیں اُن کو
دیدیا جائے اور زر نقد جمع کر لیا جائے۔ مسجد خام ہی خچہ کرادی جائے اور تالاب نیز
خچہ کر لیا جائے۔ غرض روپیہ جمع ہونے لگا۔ زمیندار آپس میں جھگڑ کر آپ کی خدمت میں
آئے اور جھگڑے کا واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کیا واسطہ تم جاؤ تمہارا کام جائے
اُس وقت سے وہ بات جاتی رہی۔ چنانچہ جب کثرت سے جمع ہو رہا تھا اور اہل حاجت
بھا رہے تھے۔ ایک شخص مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید
تھے اُن کی لڑکی بیمار تھی اُنھوں نے مولانا صاحب سے حال تالاب کا عرض کیا اور

اجازت مانگی کہ لڑکی کو لے جا کر نکلاؤں مولانا نے فرمایا ہاں لے جاؤ اور نکلا دو۔ مگر
 خیر آباد میں جا کر میاں صاحب سے بھی مل لینا انھوں نے اس تالاب کی نسبت کچھ
 فرمایا نہیں ورنہ اس کا اثر ہمیشہ رہتا۔ فقط اُن کی جب تک اس پر نظر ہے وہ توجہ
 رکھیں گے یہ اثر رہے گا اور جب وہ توجہ ہٹالیں گے اثر جاتا رہے گا۔ اور خود بھی حضرت
 کے ارشاد سے ثابت ہوتا تھا کہ دو چار ماہ بعد یہ اثر جاتا ہے چنانچہ دو آدمی سہلان کیس سے وہاں
 تھے اس وقت کو دیکھ کر خیر آباد حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ ہم سرور سے گئے تھے وہاں کے حالات دیکھے
 اور خدمت میں حاضر ہوئے محبت کرنے کو آپ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی دو ایک مہینے وہاں کا شعبہ دیکھو پھر آنا
 اس صاف معلوم ہوتا تھا کہ دو ہی مہینے کے بعد اثر جاتا ہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اسی زمانہ میں ایک ہند
 مرض جذام میں مبتلا تھا ہاتھ بالکل بیکار ہو گئے تھے اُس نے اپنی عورت کہا کہ میرا حال ہو گیا ہے کسی کام کا
 نہیں ہا تجھ کو اجازت دیتا ہوں جہاں چاہے تعلق کر لے اُس عورت نے شوہر سے کہا میرا تمھارا عرصہ ساتھ ہی میں
 تم کو نہ چھوڑوں گی چنانچہ وہ عورت شوہر کو لے کر سرور سے آئی تھی اور بت نوٹ ہاں اسی تالاب میں اُس کو نہلاتی تھی
 اچھا ہوتا جاتا تھا چنانچہ میں نے خود بھی اس کو دیکھا ہے جب وہ بالکل اچھا ہو گیا تو اُس کی عورت شوہر کے ساتھ
 خیر آباد آئی آپ کی زیارت مشرف ہوئی ان حالات تالاب دیکھ کر حکام کو تردد ہوا تھا کہ یہ کیا امر ہے اس میں کون ازہر
 چنانچہ حکام نے خفیہ پولس کے بہت آدمیوں کو حکم دیا کہ اس کا صحیح حال دریافت کر کے اطلاع دیں چنانچہ ایک
 ڈپٹی صاحب سیٹیا پور میں تھو انھوں نے خود مجھ سے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو نہیں معلوم ہے حکام اس مجمع کے ہونے
 سے بہت پریشان تھے۔ بہت سے خفیہ پولس کے حکام کو تحقیق کا حکم دیا تھا چنانچہ اُن سب متفقہ رپورٹ کی کہ ایک
 درویش جو دنیا سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ہیں محض خدا کی عبادت ہی میں ہمیشہ رہتے ہیں اُن کے ارشاد کا یہ اثر
 ظاہر ہو رہا ہے۔ اُن کو اس مجمع سے کچھ غرض ہی نہیں ہے وہ گوشہ نشین ہیں کچھ خطرہ نہیں ہے جس زمانہ میں یہ مجمع
 سرور میں ہو رہا تھا آپ خود بھی سرور سے نہیں گئے بلکہ میاں سید خادمین صاحب قبلہ کو بھی وہاں جانے سے
 روکا تھا کہ تم بھی نہ جاؤ۔ چنانچہ ہم لوگ ریل پر اُتے جاتے۔ اس مجمع کو دیکھا کرتے تھے مگر وہاں
 نہیں گئے۔ ایک مرتبہ اسی زمانہ میں جب یہ مجمع سرور سے میں ہو رہا تھا میں لکھنؤ جاتا تھا

جب کمال پور کے اسٹیشن پہنچا وہاں سے سرورہ بہت قریب ہی بہت لوگ آتے تھے ایک شخص گاڑی میں آکر بیٹھا وہ سرورے سے آیا تھا اُس نے بیان کیا کہ بہت سے لوگ جن کی بصارت میں نقصان تھا انھیں اور اچھے ہو گئے۔ چنانچہ میری آنکھوں میں بھی نقصان تھا میں بھی وہاں جا کر کھڑا آیا۔ میری آنکھوں کو بھی نفع ہوا۔ یہ حالت ہر وقت اور ہر روز نہ ہوتی تھی کسی کسی وقت ہو جاتی تھی اُس وقت بیمار اچھے ہوتے تھے۔ یہ اثر آپ کی توجہ کا تھا۔ جس وقت توجہ فرماتے تھے اُس کا اثر ظاہر ہو جاتا تھا۔

احقر مؤلف بھی اس کرامت سے واقف ہی یہ کرامت احقر مؤلف کے جوانی میں عالمگیر واقع ہوئی تھی۔ گو میں سرورے نہیں گیا تھا مگر میں نے ضلع بہرائچ سے جو لوگ اس تالاب پر گئے تھے اُن کو دیکھا تھا جس میں بعض لوگ کامیاب آئے تھے اور بعض ناکامیاب رہے۔
 دین محمد عفی عنہ کلم تا ۲ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

ایک درجہ کرامت کا آغاز طلب میں ہی۔ وہ بے شک مخدوش ہے۔ کیوں کہ اُس پر ٹھہر جانے سے بقیہ سلوک طے ہونا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مقصود نہیں ہے کہ ایسی گمراہی خدا نخواستہ خلاف مشیت حضرت باری تعالیٰ واقع ہوتی ہیں کہ آخر کو خدا نخواستہ وجودِ کیم کو ناقص کہنا پڑے بلکہ اُن پر فریفتہ ہو کر بس کر دینا بُرا ہی۔ جس کی ممانعت سرکارِ معنوی اس طرح فرماتے ہیں کہ ۵

اے برادر بے نہایت درگے ست

ہرچہ برے می رسی برے مالیت

دوسرا درجہ کرامت کا وہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنے کسی بندہ خاص کا رعب عالم والوں پر جانا کسی مصلحت خاص سے چاہتا ہے تب وہ کرامتیں سرزد ہوتی ہیں۔ خواہ وہ مصلحت بطور انعام اُس بندہ کی شہرت دینے کی ہو یا کوئی مذہبی اشاعت کسی خاص امر کی منتظر ہو۔ یا اُس کے صدور کے ذریعہ سے مخلوق پر رحمتِ عام نازل فرمانا مقصود ہو ایسی کرامتیں کسی

حال میں نقصان رساں نہیں ہیں اور نہ ان کے لئے کوئی خاص زمانہ متعین ہو مگر یہ ضرور ہے کہ اول دو
 کرامت گزر جانے کے بعد سالک کے کسی بقیہ حصہ عمر میں اس کا دور ہوتا ہو چنانچہ یہ خاص عالمگیر کرامت
 اسی زمرہ کی ہے جس کا خلاصہ واقعہ یوں ہے کہ اپنے اس گدھیا کے پانی کو جو اوزان شرعی کے مطابق ہاں تھا
 اچھا اور قابل استعمال فرمایا اور لوگوں کی کرامت غیر اسلامی کو مٹانا چاہا۔ باتباع آیہ پاک کہ لا اکرآۃ
 فی الدین اور خواص مریدین معتقدین نے شوق و ذوق کے ساتھ آپ کے حکم کی اطہار اتباع کیا یہی اس
 میں وضو کیا اور غسل کیا یہاں تک کہ اس میں اپنے مریضوں کو نہلا نا شروع کر دیا آپ خوش ہو گئے اور اسلامی
 مسئلہ شرعی کی اشاعت کی بذوق مد نظر ہوئی پانی میں ایک ٹراپ کی توجہ سے پیدا ہو گیا اور ایک عالم اس میں مبتلا ہو گیا۔
 کاراز کار خیزد کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ مگر جب اس پانی کے دو اماموثر رہنے سے اپنے اپنی شہرت
 دیکھی جس سے آپ کو سخت نفرت تھی جس کا یہ فقرہ شاہد ہے کہ کیا لوگ مجھ سے خیر آبا بھوڑاویں گے
 اور بالذات پانی کی پرستش کے رواج کا شبہ ہوا۔ اور اس تالا پل اور پانی کے چڑھنے کی بابت
 نزاعات باہم زمینداروں میں قائم ہو گئیں اور ایک کثیر مجمعہ خلیق کو آپ کی طرف رجوع پیدا
 ہوئی اور ایک عظیم الشان ہنگامہ آرائی آپ کی زیارت کی خانقاہ میں پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ اپنے
 پھانک بند کئے جانے کا حکم دیا جس سے آپ کے رجوع الی المقصود میں برفرق آیا تو آپ نے اپنی
 اس توجہ کو ہٹا لیا تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو گیا۔ کیوں کہ اشارتہ آپ خدائے جلجل العبار
 مختار صاحب اختیار کے عبد بے مش خصل النحس تھے آپ کو عین روانگی میں رکاوٹ کا اختیار جانب
 حضرت مختار حاصل تھا کہ اس سے زیادہ مبین دلیل حضرت باری تعالیٰ کی ہر حال میں مختار رہنے کی
 کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے اپنے مقبول بندوں کو وہ مرتبہ عنایت فرمایا ہو کہ وہ درمیان میں دخلت کر کے دو
 رواں کو رد کرتے ہیں یا اس کی حبت پھیر دیتے ہیں جس کے سرکار معنوی موبد ہیں کہ اولیاء ہست
 قدرت زالہ فتیر حسبہ باز گردانند راہ۔ آہ آئی حضرت رب العزت کی حضور میں دعا اور گریہ زاری کی کٹانی
 ہے اور حضرات اولیاء کی جوتیاں اٹھائی جاتی ہیں! حق مولف کو اس کرامت خاص میں یہ پہلو بھی مندرج ملتا ہے
 کہ حق تعالیٰ نے اس کے صدقہ کے ذریعہ سے آپ کو ولایت ہندوستان میں مشہور کر دیا اور اس شہرت کی

وجہ ہزارہا مخلوق نے آپ کی زیارت کی لقا حاصل کی دیدار پایا اور ظاہر ہے کہ آپ اپنے وقت کے
 قطب ہندوستان تھے۔ گو آپ اپنی قطبیت پر بہت حجابات ڈال رکھے تھے یا یہ کہ خود حق تعالیٰ نے آپ کو
 چھپایا تھا کہ یہ لقا اور دیدار آپ کی عام مخلوق کو لئے رحمت عام ہو گئی اور زیارت کرنے والی مخلوق
 کا ذریعہ نجات بن گئی اور عاقبت میں ان دیکھنے والوں کو حق تعالیٰ کے دیدار کا حق پیدا ہو گیا۔
 آتیہ پاک من کان فی ہذہ اعمیٰ فهو فی الآخرۃ اعمیٰ اس کی گواہی ہے۔ یہ اسی قسم کا انعام عطیہ
 حق تعالیٰ کا ہے جو دو سلیمانی میں ایک تاریخ ۱۲ ربیع الاول (کو واقعہ ہوا تھا) کہ
 ہزارہا مخلوق نے خانقاہ نوشہ شریف میں حاضر ہو کر حضرت غوث زماں خواجہ محمد سلیمانؒ کی زیارت کی
 تھی اور سید نجات حاصل کی تھی کیوں کہ لوارج پنجاب میں اس واقعہ اور تاریخ وقوعہ کی عین قبل ہاتھ غیب
 نے جا بجا یہ آواز دی تھی کہ جو اس ۱۲ ربیع الاول کو زیارت حضرت محمد سلیمانؒ کرے گا اس کی نجات
 ہو جائے گی آہ یہ تجلی سورۃ اذکار محمدؐ اُٹھی تھی معلوم نہیں کہ عین وقت پر اس کا ادراک ہوا یا نہیں کہ یہ
 فرست احبابِ اُٹھی کا حق تھا۔ مگر یقین ہے کہ معلوم ہو ہوں گے مگر چھپائے گئے یہ ایک منظم تفصیل تھی
 جو قلم ارادت رحم قلمی سلیمانی نے قرطاس پاکِ اُٹھی پر کی تھی تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرت اُٹھی
 کی کیا شان ہے۔

یہ آپ کی اپنے آپ کو بہت زیادہ چھپانے کی جوڑ کی کرامت ہے جو خود آپ ہی ہو استغفرانی زمانہ
 میں شغفِ عشق محمدیؐ کی وجہ مسئلہ حقانی کی اشاعت کے صیغہ میں سرزد کرانی گئی ہو چنانچہ جب
 مقصود کی تکمیل ہو گئی آپ میں کرامت پیدا کر کے معاملہ کا خاتمہ کر دیا گیا۔

مجھ کو اس معاملہ میں حضرت مولانا افضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
 کی مقدس اور معظم اس رائے سے بالکل اتفاق ہے اگر سرکارِ اُٹھی پانی کے اس اثر کا دوام
 چاہتے جو اس میں آپ کی توجہ سے پیدا ہو گیا تھا تو قیامت تک اس پانی میں وہ اثر باقی
 رہتا جو اس وقت موجود تھا۔ مگر اچھا ہوا کہ اثر کو دوامیت نہیں دی گئی کیونکہ بصورتِ اثر
 دوام اہل ہنود تھوڑے دنوں کے بعد یہ جوڑ لگانا شروع کر دیتے کہ اس تالاب میں فلاں

وقت میں فلاں ویسی کا استھان رہا ہے یہ اُسی کا اثر ہے جیسا کہ فی زمانہ حضرت سید سالار صاحب سعود غازی رضی اللہ عنہ کے آبِ غسل کی بابتہ بڑے سچ لگ رہے ہیں۔
یا مادہ پرست حکما رو ہاں گندھک وغیرہ کی کان کی تجویز کرنے کی عذاب میں مُفت مبتلا ہو کر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔

اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ موجودہ اسلام سب سے آخر میں اس عالم میں تشریف لایا ہی اس لئے ہر شخص اپنا تاریخی پیچ لگا کر اُس کے برکات اور حسن و جمال کو اپنے طبقہ کی طرف پھیر سکتا ہے۔ چنانچہ کفارِ قریش یہ دعویٰ کر سکتے تھے یا بُت پرست لوگ فی الحال دعوے کر سکتے ہیں کہ خاص کعبہ شریف میں جو عظمت ہو وہ اُن کے بتوں کے رکھنے سے آئی ہے جو مسلمانوں کے کعبہ ماننے سے پہلے اُس میں رکھے تھے۔ عَلٰی هٰذَا الْقِيَاس

دین محمد عفی عنہ ۳ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

مزید بعد ختم تفسیر ملفوظ ہذاذیقعدہ ۱۳۴۶ھ میں بمقام خیر آباد شریف حضرت منون میاں صاحب ردو لوی مرید خاص سرکارِ اسلمی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ممدوح سے حضرت محمد علی شاہ صاحب بکھنوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بیان فرمایا تھا کہ اثراتِ آبِ تالاب سرور کے زائل ہونے کے لئے کئی دن تک سرکارِ اسلمیہ نے اُلٹے لٹاک کر (یعنی نماز معکوس پڑھ کر) دعا کی تھی تب اُس کا اثر زایل ہوا تھا۔

یہ روایت اُس خصوصیت کو بتلاتی ہے جو گروہ اولیا میں آپ کو حاصل تھی کہ اُس شاعرِ الیہ اور شہرت کو بھی ناپسند کرنا جو مرضی حق سے واقع ہو یہ اُس اعلیٰ منزل کا سلوک ہی جس کو منقطع الاشارات ہونا کہتے ہیں اور یہی توحید کا انتہائی مقام ہے اور یہی وہ کفر ہی جس پر اسلام کی جان قربان ہے۔ کہتے تو سب ہیں کہ کرامت کو حقیض کے لتوں کی طرح چھپانا چاہئے مگر اس کو برت کر دکھانے والی یہی ذاتِ پاکِ اسلمیہ شاہدہ میں اس وقت آئی ہے۔ مسوقین کا انکار نہیں کیا جاتا ہے اور آئندہ سے ناامیدی نہیں ہے مگر مسئلہ طور پر اسلم ہونا محال ہے۔ دین محمد

اور یہ حالت آپ کی رہتی تھی کہ اگر کسی بیمار کی طرف دلی توجہ فرماتے تھے تو وہ اُسی وقت اچھا ہو جاتا تھا اور اگر کسی کو کچھ پڑھنے کو فرمادیتے تھے اور اُس کو وہ پڑھتا تھا تو صحت پاجا تھا۔ ف۔ گویا یہ وقت آپ کے اظہارِ مسیحائی کا تھا جو بہت عرصہ تک جاری رہا۔ اور بالآخر آپ نے محدثِ پیروصال فرمایا اور یہ مثال آپ کے پاک حال پر منطبق ہو گئی جس کو بطور تفسیر حدیث شریف مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

گفت پنمیر کہ تنحنے رفتہ پیش
چوں نبی باشد میان قوم خویش

مرضیوں کی شفا پانے کی منتخب حکایت

چنانچہ میرے حقیقی چچا و اجداد علی خاں صاحب مرحوم وہ بھی حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے مرید تھے اُن کا حال مناقبِ حافظیہ میں بھی لکھا گیا ہے اُن کا پوتا بشیر احمد خاں وہ بچہ تھا بیمار ہو گیا جگر میں ورم ہو گیا۔ اُس کی علالت کا حال میں نے حضرت سے عرض کیا۔ فرمایا سات آیتیں جو ہمارے یہاں وظیفہ میں پڑھی جاتی ہیں اُس کو ایک مرتبہ روز پڑھ کر اُس پر دم کر دیا جائے۔ چنانچہ وارث علی خاں جو میرے اعزاء سے حافظ تھے اُن کو لکھ دیا تھا وہ روز آیات پڑھ کر دم کر دیتے تھے وہ اچھا ہو گیا۔ اب بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت سے زندہ موجود ہیں۔ اُس کے تین لڑکی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی برکت سے اُن کو زندہ رکھے چچا صاحب مرحوم کی یادگار ہیں۔

ف۔ تخمیناً پندرہ مئی سال سے یہ آیتیں مولانا مصباح الحسن صاحب سجادہ کے توسط سے احقر مولف کو پہنچی ہیں مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ آیات ورد کی جاتی ہیں یا خانوادہ حافظیہ سلیمانیہ کے اور اد میں داخل ہیں تاہم میں نے اُن کو مجرب سمجھ کر اپنے ذاتی فراست اور طبیعت سے تخمیناً بارہ سال سے اُن کو داخل اور ذکر لیا ہی اور آج معلوم ہوا کہ یہ اور

کی آیات ہیں تو اُس کے لئے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ صحت سلسلہ بڑی چیز ہے
 اُس سے پیرانِ عظام کی تعلیم آپ ہی آپ طالب کے دل میں اتر آتی ہے۔
 عاشقاں راشد مدرس حسن دوست درس تدبیر سبق شانِ اوست
 رفد و شبِ شوریدگانِ عشقِ را خود محمدِ پاسبانی می کند
 کیا کرے زاہد بے چارہ اُسے کیا معلوم رحم کرے بے باز دُعا عیساں کوئی

مناقب

کبھی کسی بیمار کو یہ بھی فرمایا کہ۔ یا حَافِظُ یا نَاصِرُ یا مُعِیْنُ یا مُلَکُ یَوْمِ
 الدِّیْنِ۔ پڑھ کر دم کر لیا کہ جس سے اکثر دُعا کو صحت ہوئی ہے۔
 ف۔ ان اسماء کے ساتھ اسمِ یا حَافِظُ عقیدتی اسمِ عظیم قابلِ زیادہ توجہ کی ہے
 باقی اسماء اُس کے استعار کے لئے ہیں۔

ہم نظر بازوں سے تو چھپنے سکا جانِ جہاں

تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

اور کبھی کسی مریض پر کچھ توجہ فرماتے تھے اور وہ فوراً اچھا ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حکیم عبدالغفر
 صاحب مرحوم لکھنؤ کے بہت بڑے حکیم تھے اُن کا لڑکا بیمار ہو گیا تمام بدن خنک ہو گیا
 تھا۔ فقط پوست و استخوان باقی تھے۔ اور پیٹ بہت بڑھ گیا تھا اُن کے چچا حکیم عبدالغفر
 صاحب ہیں اُنھوں نے اطلاع دی کہ میں فلاں دن لڑکے کو لے کر حاضر خیر آباد ہو گا
 وہ چلنے کے قابل نہیں ہے سواری کا انتظام اسٹیشن خیر آباد پر کر دیئے گا چنانچہ میں آستانہ
 عالیہ پر حاضر ہوا اور دو بالکیاں اسٹیشن پر بھیج دیں حکیم صاحب ریل سے اترے اور اُس
 بیمار لڑکے کو بھی بالکی میں سولا دیا اور آستانہ شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت خادم حسین
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکان میں جہاں رہتے تھے اُن کو ٹھہرایا۔

اور کھانا بھی کلت سے تیار کرنا یا جب دسترخوان بچھایا اور کھانا رکھا گیا وہ بیمار لڑکے کا چوں کہ پرہیزی کھانا کھاتا تھا یہ تکلف کا کھانا دیکھ کر سوچنے لگا کہ کیا کھاؤں حکیم عبد حفیظ صاحب نے اپنے بیمار بھتیجے سے کہا کہ تمہارا گھر بھر حکیم ہی ہم لوگوں نے کوئی دقیقہ علاج کا اٹھا نہیں کھا۔ مگر اللہ کی مشیت سے کچھ نفع نہ ہوا اب مجبور ہو کر اطباء روحانی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ یہاں پرہیزی کی ضرورت نہیں ہی جو جی چاہے کھاؤ۔ چنانچہ بیمار نے جو جی چاہا کھالیا اور اُس دن حضرت رضی اللہ عنہ کی انت اُتری ہوئی تھی۔ آپ حجرے میں پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ ریل کے لکھنؤ جانے کا وقت آگیا۔ حکیم صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت کی خدمت میں لڑکے کو پیش کر دیں۔ چنانچہ حجرے میں حاضر ہوا اور یہ عرض کیا کہ حکیم صاحب بیمار کو لے کر حاضر ہوئے ہیں اور حکیم صاحب آدمی کی گود میں بیمار کو لے کر حاضر بھی ہو گئے۔ اور چار پانی کے برابر اُس کو بٹھا دیا۔ حضرت اٹھ بیٹھے اور پیر چار پانی کے نیچے اُتار دیئے اور بیمار کے سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر کچھ دم کر دیا۔ بیمار نے دو روپیہ نذر پیش کی آپ نے حسب عادت لینے سے انکار کر دیا۔ حکیم صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میاں صاحب قلیل لڑکے کی نذر قبول نہ کریں گے تو بیمار پریشان ہوگا میں نے یہ حال آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے نذر قبول کر لی اور رخصت کیا۔ حکیم صاحب بیمار کو لے کر اسٹیشن پر چلے گئے۔ آپ نے دو روپیہ مجھ کو دیئے کہ اس کی مٹھائی منگو کر لڑکے کے ساتھ کر دو۔ چنانچہ وہ بیمار بالکل صحت یاب ہو گیا اور اب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے زندہ ہے اور اچھا حکیم ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی آپ کی کرامت ہے۔

ف۔ خدا کرے اس کھلی ہوئی کرامت کے نفس خربہ کے صدقہ میں مجھ احمق کے امراض باطنی آپ کے پاک تصرف سے صحت یاب ہو جاویں۔ ذرا اس کرامت میں بیماری کی حالت میں جو آپ نے چار پانی پر اٹھ کر بیٹھ کر پیر لٹکا کر جو اپنے سائلوں کا ادب کیا ہے وہ کیا خلق محمی قابل یادگار ہے۔

اور ایسی کہ جس پر دل فدا ہی

روش ایسی کہ عالم مثبت لدا ہی

کیا آپ نے دُور روپے نذر قبول کر کے اور فوری بباط اور اکی کے ساتھ
دُور روپیہ کی شیرینی بطور تبرک خریدوا کر لڑکے کے ساتھ کروی اُس کو نذر کا یہ نیت
رولینا اور قبول کرتا کرتے ہیں اسی لئے میں نے عرض کیا ہی۔ کہ باوجود لینے کے آپ
بے لینے والوں میں تھے اور آپ کی ذات پاک بڑی عظیم الشان عارف تامل معرفت اور
صاحب اعتدال گزری ہی۔ واہ کیا اچھی آپ کی استغراقی حالت میں محویت مندج تھی جس کی
مثال اور نظیر ملنا دشوار ہے۔ اسی لئے حضرات تارکانِ دُنیا کو عاقل الناس کہا جاتا
ہے۔ مریض پر آپ نے کچھ دم نہیں کیا بلکہ دم دیدیا تھا یعنی حیات تازہ دم بخش دی تھی۔
اولیاءِ راہت قدرت ازالہ تھی

تیر حستہ باز گردانند راہ

یہ حضرات اولیاء کی قضا امیرم پر مقابضت کا منظر تھا جو دیکھنے والوں نے دیکھ لیا
یہاں تک کہ اُس کی حکایت شدہ شدہ ہم عاصیوں تک پہنچ گئی

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں لئے ہوئے یہ دلِ اغدار ہم بھی ہیں
ادھر بھی تو سن! قدس کے دو قدم جلوئے تمھاری راہ کے مشتِ غبار ہم بھی ہیں
دیوانہ ام از عشق تو مستانہ ام ز حنیف تو لے حافظِ من رحم کن یہ حالِ زارِ طابیں

دین محمد عفی عنہ ۳ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ یومِ پہارِ شنبہ

اور صبرِ آپ کا اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اکثر آنت آپ کی اُتر آتی تھی یہ بہت سخت مرض
ہے مگر آپ اس قدر صبر اور استقلال سے کام لیتے تھے کہ کبھی ایسی حالت میں شکایت
زبان سے نہ فرمائی ہیرہ کی حالت سے تغیر معلوم ہوتا تھا مگر جب حال پوچھا جاتا تھا تو
یہ فرما دیتے تھے کہ آنت ابھی چڑھی نہیں۔

ف۔ یہ آپ کا اختیار کردہ یا باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے پسندیدہ مرض تھا۔ ورنہ اس کے لئے دعا سے ازالہ ممکن تھا اور تصرف سے بھی یہ بہت بڑا صبر ہوا جس کو صبر اختیار کتنا چاہئے۔ اُس کی آپ ترکایت بھی نہیں فرماتے تھے اور بوجہ احساس سخت تکلیف کے جو اندر محسوس ہوتی تھی جھوٹی اکھٹ بھی نہیں فرماتے تھے۔ واہ ری بے مثل سہانی اور ظاہر و باطن کا ایک ہونا۔

(مناقب)

ثبوتِ آنت اُترنے کے مرض کے اختیاری ہونے کا اور سچی حکایت

جس سال میاں سید ہادی حسین صاحب کا انتقال حیدرآباد میں ہوا اور حضرت خادم میاں صاحب قبلہ اُن کی تنخواہ کے انتظام کے واسطے حیدرآباد تشریف لے گئے۔ ذیقعدہ کا مہینہ آگیا آپ کی کثرت سے آنت دوسرے تیسرے دن اُترنے لگی اُس کے صدمہ سے آپ خانقاہ میں رہتے تھے اور وہیں کا زپڑھ لیتے تھے ایک دن میں نے عرض کیا کہ حضرت کے عرس کا زمانہ قریب آگیا اور خادم میاں صاحب قبلہ بھی نہیں ہیں عرس میں کیا ہوگا۔ فرمایا ہمارا تو یہ حال ہی مگر عرس کا انتظام تو تم کرتی ہو اور تم تو اچھے ہو میں نے عرض کیا کہ عرس کا سب کام تو ہو جاوے گا۔ مگر صندل بٹری کا لانا اور فرار پر چڑھانا یہ کام تو آپ ہی کا ہے اس کا کچھ علاج ہونا چاہئے کہ آنت نہ اُترے۔ فرمایا میاں اسی حال میں رہنے دو ہمارا ایمان جھوٹا ہی۔ جو تیاں پڑتی ہیں تو قائم رہتا ہی۔

تبصرہ

ف۔ یہ جملہ کہ اسی حال میں رہنے دو یہ مرض کے اختیاری ہونے کی دلیل ہے باقی آخر کو دو حجاز رسم انکار کے موافق اول جملہ کے اصلی مقصد کے چھاننے کو لئے ہیں۔ اگرچہ بالآخر سرکار ہی صندل لائے مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں صندل لاؤنگا

اور اُس کے لانے کے قابل اُس وقت تک ہو جاؤں گا۔ سبحان اللہ کیسی احتیاط آپ
بات چیت معمولی میں فرماتے تھے۔ اب یہ امر کہ میں کس بھروسہ پر بار بار اس مرض کو
اختیاری کہنے پر زور دے رہا ہوں اُس کے وجوہ یہ ہیں :

گرچہ جہمت نازک است و بس نزار

برہنہی آید جہاں را بے تو کار

کہ احقر مولف کے پیر و مرشد صاحب قبلہ جو دربارِ اسلمی کے محبوب و مقبول و مرید و مراد و
مجاز و خلیفہ تھے جن کی معیت میں میں بسال وصال شریف سرکارِ اسلمی حاضر خیر آباد شریف
تھامین وصال شریف کے ایک دن قبل مجھے زیارت کرانے کے لئے اپنے ساتھ حجرہ
خانقاہ شریف میں جہاں حضرت شیخ الشیوخ عالم حضرت خواجہ سید حافظ شاہ محمد اسلم صاحب
قبلہ رضی اللہ عنہ بحالت دورہ و بیماری رونق افروز تھے لی گئے۔ مگر ساتھ لے جاتے ہوئے
کچھ سوچتے اور غور و خوض فرماتے جاتے تھے۔ آخر کار راستہ میں کھڑے ہی تو ہو گئے
اور میری طرف مخاطب ہو کر ہدایت کے ساتھ میری ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے
مجھ سے فرمایا۔ کہ خبردار ہمارے حضرت کو ضعیف نہ سمجھنا ابھی وہ اٹھ کر پچاس کوں
کا پیادہ سفر فرما سکتے ہیں۔ یہ اُن کا ضعف و بیماری سب اختیاری ہی اور بعد اس اذ
کے سکھانے کے آگے بڑھے اور میں معہ حضرت سید اسرار حسین صاحب مودودی سہوانی
رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے چلا ہوا تک کہ مجھے لقو و دیدارِ اسلمی سرکار کا پیرو
مرشد قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل میں بلا کسی خطرہ ضعف و بیماری وغیرہ کے
خوش نصیبی سے حامل ہوا۔ اور میں نہال ہو گیا۔ مابقی حال دیدنی تھا نہ گفتنی مگر اُس کی
بابت خفیہ اشارہ اس بیت سے کر دیا جاتا ہے کہ ۵

جلوہ حسن یارِ من آئینہ خدا نما
برخ اوعیاں نگر عین جمال کبریا
با آئیہ کرسی بسوئے عرش پریدیم
تا جی را دیدیم بقیوم رسیدیم

پس جو معرفت الحق مولف کو سرکار ذوی المآل قرارِ اسلمی کی۔ عارفِ مائل معرفت ذاتِ پاک
اسلمی کے توسط سے ملی اور عطا ہوئی اُسی پر میں قائم ہوں اور قائم رہوں گا۔ اور یہ دلیل
محتاجِ بیان نہیں ہے کہ ذات کو ذات ہی خوب پہچان سکتی ہے۔

اسے برتر از خیال و قیاس و گمان و ہم

وز ہر چہ خواندہ ایم شنیدیم گفتہ ایم

دین محمد مرہم الحرام شمسہ یومِ پنجشنبہ
(شاقب)

حکایت

مریدوں اور معتقدوں کی رہنمائی کے لئے سخت خطرناک
مصائب گوارا کرنا۔ معہ تخریصِ حاضری مسجد و پابندیِ جماعت

آپ کو ضعف اس قدر ہو گیا تھا کہ نماز خانقاہ ہی میں پڑھتے تھے مسجد میں نہ جاسکتے
تھے۔ ایک روز آپ نے بشیرمیاں کو بھیج کر مجھے بلوایا میں نماز کو مسجد میں اُٹھ چکا تھا فوراً
حاضر ہوا۔ آپ خانقاہ میں بیٹھے تھے فرمایا میں زندہ بیٹھا رہوں اور مسجد میں جماعت نہ ہو
تو زندہ کیسے رہوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو ہر وقت حاضر ہوتا ہوں فرمایا ہاں تم
تو آتے ہو عرس کا بہت کام ہی اگر کسی وقت نہ فرصت ملے تو کیا کوئی اُمی مسجد میں نماز پڑھا دیکھا
جس سے لوگوں کی نماز نہ ہو۔ کیا گھر میں کوئی ایسا نہیں ہے جو نماز پڑھائے۔

آپ کو جب تک قوت تھی بادیہ دے کہ آنت اترتی تھی مگر مسجد جا کر نماز پڑھتے تھے
ایک روز آنت اتری ہوئی تھی اور نماز کا وقت آگیا۔ کہا کہ مجھ کو اٹھا کر مسجد میں نماز پڑھنے
بٹھا دو۔ اکثر آپ چلتے میں گر پڑتے تھے چوٹ لگ جاتی تھی۔ ایک دن آپ گر پڑے
تھے اور آپ کے ہاتھ میں زخم ہو گیا تھا آپ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم حل گئے تھے

میں نے عرض کیا کہ آپ چلتے ہیں گر پڑے ہیں یہ چوٹ کا اثر ہے آپ کا ہے کو چلتے
ہیں تو فرمایا - ع

دل نہیں مانتا ہی عشق سے باز آنے کو

بے مسجد گئے قرار نہیں پڑتا ہے۔

آپ کو ادنیٰ و اعلیٰ اپنے سب مریدوں معقدوں سے محبت اور عشق تھا۔ اور
بغیر آپ کی شرکت جماعت کے مسجد و جماعت و دنوں سوئی رہتی تھیں جس سے حاضرین
کا ٹوٹنا اور نقصان رہتا تھا اور آپ کو اس ٹوٹے اور وید کی پرستش نہیں تھی۔ اور
آپ کے نہ جانے سے ویدار عام میں بھی فرق پڑتا تھا۔ صاحب مزار سے آنکھیں چار
ہونے میں وقت ہوتی تھی۔ عامیوں کی طرح حاضری کا ناغہ ہو جاتا تھا۔ اور جو آپ جماعت
کو بذریعہ سیدھے حلقہ کے فیض پہنچاتے تھے وہ بھی رہ جاتا تھا اور تحریک شرکت جماعت
اور حاضری مسجد کا فعلی و غطمانغہ ہو جاتا تھا۔ یہی وہ عشق بازی ہے جس کی طرف آپ نے اشارہ
فرمایا ہی کہ ع دل نہیں مانتا ہی عشق سے باز آنے کو

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس سے آپ کو ذاتی عشق تھا وہ مسجد ہی میں ملتا تھا اور کسی مقام
پر نہیں آسکتا تھا۔ آپ تو ماشاء اللہ ہر وقت اور ہر خطہ ہر مقام پر مشغولی۔ لی مع اللہ
سے سرفراز رہتے تھے اور جسم اور محسوسات ظاہری سے غائب رہتے تھے۔ یہی تو
وجہ تھی کہ جس سے زخموں کا آپ کو علم تک بھی نہیں ہوتا تھا اور آپ کے باطن کا شباب
ظاہری اعضا کی پیری کا کچھ خیال بھی نہیں کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ظاہری کلفتیں
پہنچتی تھیں اور ان کو آپ دوسروں کے لئے اختیار کر لیتے تھے۔

دین محمد عفی عنہ

محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

روزمرہ کے حالات مع اصلاح متعلق ایک محفل سماع کے
جس میں شور و شغب تکلیف دہ بڑھ گیا تھا۔

موسم گرما میں آپ مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے دکھن طرف بیٹھ کر نوافل معمولی نماز
کی پڑھ لیتے تھے اور جاڑے میں حجرے میں جا کر نوافل پڑھتے تھے۔ دروازہ بند
کر لیتے تھے۔ جو کچھ وظیفہ پڑھنا ہوتا تھا تسبیح پر پڑھتے تھے۔ بعد تسبیح کو کھنٹی پر
لٹکا دیتے تھے۔ آخر عمر میں ایک چھوٹا سا گھار دی کا بنا لیا تھا اسی پر بیٹھ کر نوافل
وغیرہ پڑھتے تھے اور جو کچھ وظیفہ پڑھنا ہوتا تھا اسی پر بیٹھ کر پڑھ لیتے تھے اور تکیہ
پچھے لگا لیتے تھے۔ ضعف کی وجہ سے بے تکیہ کے بیٹھائیں جاتا تھا۔ مگر جب
پڑھنے سے فراغت ہوتی تھی تکیہ پلنگ کے نیچے کر دیتے تھے۔ اور گہا بھی نہ کر کے
پلنگ کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ حجرہ کا دروازہ کھولتے تھے کھجور کی چٹائی بھی تھی حجرے
میں اسی پر بیٹھے رہتے تھے۔ لوگوں کی موجودگی میں کبھی تسبیح ہاتھ میں لے کر نہیں پڑھتے
تھے۔ ف۔ اس میں کوئی بات قابل توضیح نہیں ہی سوائے اس ادا کے کہ تسبیح
بالمواجبہ ہاتھ میں لے کر نہیں پڑھی جاتی ہے۔

اور شب کو تہجد کے واسطے اس طور پر آپ آہستہ سے اٹھتے تھے کہ جو پلنگ
کے قریب سوتا تھا اس کو بھی اطلاع نہ ہوتی تھی۔ آخر عمر میں انیسویں شب ذیقعدہ کو
رات بھر محفل سماع میں ساکت بیٹھے رہتے تھے۔ مگر آخر شب میں اٹھ کر مسجد میں جا کر
نماز تہجد پڑھتے تھے۔ پھر اگر محفل میں بیٹھ جاتے تھے ایک جلسہ سے محفل میں بیٹھے رہتے
کبھی سماع میں اگر کچھ حالت طاری ہوتی تھی تو چادر اوڑھ کر بیٹھ کر ساکت رویا کر
تھے اور محفل میں جب آپ بیٹھتے تھے اور نماز کا وقت آ جاتا تھا تو موزن اذان کہتا
تھا۔ آپ سماع کو موقوف کر کے مسجد چلے جاتے تھے۔ ف کوئی بات توضیح طلب نہیں ہے۔

ایک مرتبہ عرس کی شب میں کھانے کی تقسیم سے فراغت کر کے جب میں محفل میں حاضر ہوا تو آپ کو محفل میں نہیں دیکھا۔ مسجد میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ عرض کیا کہ خلاف عادت آپ محفل سے کیوں اٹھ آئے فرمایا لوگوں کو حال و حال ہو رہا ہے۔ مجھ کو کھڑے ہونے کی طاقت نہیں اس سے میں چلا آیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ فرار کے سرہانے غلام گردش میں بیٹھیں میں میں قوال بلا دوں گا۔ وہیں بیٹھ کر سنیں آپ اٹھ کر غلام گردش میں بیٹھے ہیں ایک قوال بلا لایا وہ آکر گانے لگا محفل میں جب یہ حال معلوم ہوا تو محفل میں جو قوال گارہا تھا اس نے گانا بند کر دیا۔ اور سب لوگ محفل سے اٹھ کر اسی طرف چلے آئے۔ مگر ہر کسی کو حال وہاں نہ آیا سب چھپکے بیٹھے سنا کئے۔ ف۔ آپ کے آداب کے فریاد صدر محفل میں اپنی ناگواری کا اظہار نہ فرمایا اور حال و حال کو خود نہ روک کر اٹھ کر مسجد کو چلے گئے اور محفل کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اب یہ کہ دوسری جگہ حال کیوں نہیں آیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں حضرت عدم حرکت قائم رہنے کے لئے متصرف رہے۔ کیوں کہ اسی لئے جگہ بدلی گئی تھی پھر وہاں کس کے حال کو حال آسکتا تھا۔ سب بیٹھے اپنی تکلیف دہی مافیہ پر گھپھاتے رہے اور حال کا آنا اختیار ہی نہیں ہی اس لئے حال کے نہ آنے پر کچھ اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ البتہ حضرت شیخ کو جائز ہے کہ وہ محفل کو روکیں یا بدلیں یا کسی حال پر اصلاح کے لئے معزز ہوں۔ دین محمد عفی عنہ ۲ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

(مناقب)

نماز پڑھانے کے لئے ایک آدمی مقرر کیا جانا

ایک مرتبہ آپ کی انت انتی ہوئی تھی لیٹے ہوئے تھے نماز کا وقت آگیا مسجد میں جماعت کا انتظام ہوا آپ نے فرمایا کہ ہم کو بھی مسجد میں چلو جماعت سے نماز

پڑھیں گے۔ چنانچہ ہاتھوں پر اٹھا کر آپ کو لے گئے۔ آپ نے جماعت سے نماز پڑھی جب ضعف بہت غالب ہو گیا چلتے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے تو خانقاہ ہی میں نماز پڑھ لیتے تھے مگر فرمایا کہ ایک آدمی ہمارے ساتھ نماز پڑھ لیا کرے اور ہم کو بھی پڑھاؤں۔ سہو بہت ہو گیا ہی۔ یاد نہیں رہتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ف۔ آپ وہاں کے حضرت تھے جہاں ذکر یا قوت ہی یاد و سرے نارسیدہ کی وجہ سے چپکے سے کیا جاسکتا ہی۔ یہ وہی معاملہ ہی جس پر سہو اور نسیان کا پردہ ڈال کر ایک شخص کا تقرر ہوا تھا۔ بے حد جماعت کا شوق ایک یہ بھی مقام رکھتا ہی مگر اس حال میں امامت مشکل سے بنتی ہی۔

(مناقب)

آپ کی کرامت سے سردار یار جنگ صاحب کے اولاد ہوتا

میاں سید محمد سعید صاحب اس کے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ نواب سردار یار جنگ بہادر حیدر آباد سے خیر آباد حاضر ہوئے۔ اور کچھ دنوں حضرت کی خدمت میں رہے چوں کہ نواب صاحب کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ چلتے وقت حضرت سے عرض کر آیا کہ لڑکے کے واسطے دعا فرمائیں تو آپ نے انار ان کو کھانے کو دیا اس انار کے استعمال سے ان کے لڑکا ہوا اور بفضلہ تعالیٰ اس وقت زندہ موجود ہی اور نہایت سعادت مند ہی۔

تذکرہ بارہ اس کے کہ آپ کی توبہ سے آپ مریدین کا خاتمہ خیر ہوتا ہی

آپ کی توبہ سے آپ کے مریدین آخر وقت میں آپ کے فیض سے پاک ہو کر مرے اور خاتمہ بانجیر ہوا۔ چنانچہ کریم بخش پہلے شیوہ تھے رستی ہوئے۔ اور آپ سے بیعت کی وہ غدر کے زمانہ سے میرے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے اور سب کام کرتے تھے وہ نماز

کے بھی ابتداء میں پابند نہ تھے اور لنگی سرقوت باندھے رہتے تھے۔ اُن کو بخار آیا۔
 مہل دیا گیا۔ اسہال جاری ہوئے ایسے کہ تمام جسم سرد ہو گیا اور حالت نہر سے پیدا ہوئی
 آدمی سے کہا کہ میرا بدن صاف کر کے پانچا مہینا دے۔ اُس نے جسم پاک کر کے پانچا مہ
 مہنا دیا۔ اپنے ہاتھ سے گھٹنے کو دیکھا کہ کھلا تو نہیں ہے۔ اور مجھ سے کہا کہ میری نبض ساقط
 ہو گئی اور زبان بھی کام نہیں دیتی ہے۔ آپ کے کاغذات سب بستہ میں بندھے ہوئے ہیں میں نے
 کہا کہ دنیا کی کام ہوتی جاتے ہیں یہ وقت ایسا ہی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اُنھوں نے
 کھوڑی دیر سکوت کیا پھر توبہ خود کی اور کلمہ بطیب پڑھا اور اللہ اللہ کہنے لگے جس قدر
 ضعف بڑھتا تھا آواز کم ہوتی جاتی تھی مگر اللہ اللہ زبان پر جاری تھا جو لوگ وہاں کھڑے
 تھے اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ہی ایسا ہی کرے۔ چنانچہ اللہ ہی کے نام پر اُن کا
 خاتمہ باخیر ہو گیا۔ میری بیچائی تھی اُس کو بھی آپ ہی سے بیعت تھی ۳۳ برس کی عمر میں تب
 محرقہ پیدا ہوئی۔ بہت کچھ علاج کیا مگر حالت بگڑتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ ذیقعدہ کا مہینہ آگیا
 میں رات کو اُس کو دیکھنے جاتا تھا اور علی الصبح درگاہ میں حاضر ہو کر کام کرتا تھا۔ ۱۲ ربیع
 ذیقعدہ کی آگئی صبح کو میں نے اُس سے کہا کہ اب میں نہ آسکوں گا۔ خیر آباد جاتا ہوں اُس نے
 کہا آپ چلیں میں بھی وہی آتی ہوں چنانچہ وہ خیر آباد میں حاضر ہوئی جس وقت خیر آباد آئی
 ساکت ہو گئی۔ میری والدہ زندہ تھیں اور بن بھی زندہ تھیں وہ اُس کو پکارتی تھیں وہ کسی
 جواب نہ دیتی تھی وہ روئے لگتی تھیں۔ ایک دن میں گیا۔ آواز دی۔ مجھ سے کہا میں عرصہ سے
 بیمار ہوں۔ یہاں حاضر ہونے سے آرام ملا ہے۔ چپ لیٹی رہتی ہوں۔ یہ دو آدمی مجھے بار بار
 پکارتے ہیں اور روتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہارے سکوت سے ماں اور نانی پریشان ہوتی ہیں تم
 جواب دے دیا کرو وہ نہ روئیں۔ چنانچہ مجھ کو خیال تھا کہ عرس ہی میں اس کا
 خاتمہ ہوا تو بہت پریشانی ہوگی۔ خدا کی قدرت اسی حالت میں عرس بھر زندہ رہی۔ کا کوری کے
 پیرزا وہ صاحب خیر آباد آئے ہوئے تھے۔ زبیر الدین اُس کے شوہر اُن سے تھوڑے

لکھوا کر لائے اور ارادہ کیا کہ اُس کو تعویذ پہناویں۔ اُس نے آنکھ کھولیں اور پوچھا کہ
 یہ کیا پہنائی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ کاکوری کے پریزادہ صاحب نے یہ تعویذ دیا ہی اُس نے
 کہا مجھ کو اس کی حاجت نہیں میرے پر کافی ہیں۔ یہاں تک کہ عرس ہو گیا۔ ۲۵ ذیقعدہ کو
 میں اُس کے پاس گیا تو دیکھا حالتِ زندگی ہی اور پیر کمر تک سرور۔ کام نہیں دیتے ہیں یہ حالت
 دیکھ کر پانیگ اٹھا کر قبلہ رخ اس کا منہ کر کے بچھا دیا وہ بالکل ساکت تھی۔ صاحبزادیاں دیکھا
 شریف کے باہر کھڑی تھیں۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ باہر جاتا ہوں آپ آکر اُس کی
 ماں اور نانی کو سنبھالے رہیں۔ اور میں پھانک میں درگاہ کے آکر بیٹھ گیا۔ حضرت رضی اللہ عنہ
 بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بھوڑی دیر کے بعد ایک عورت نے آکر مجھ سے کہا کہ بیٹا آپ کو
 بلاتی ہیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور مرضیہ کے پاس گیا اُس کے ہوش و حواس بالکل صحیح
 دیکھے اور بہن نے مجھ سے کہا کہ ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کو حضرت صاحب قبلہ قدس سرہ
 الغریب سے بہت اعتقاد تھا تو نے حضرت کو دیکھا اُس نے کہا کہ یہ کیا سامنے کھڑے ہیں
 اور کہا کہ وہی طرف حضرت پیران پر غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے
 ہیں اور بائیں طرف حضرت خواجہ غریب نواز کھڑے ہوئے ہیں۔ میرے جانے سے پہلے
 یہ کہہ چکی تھی جب میں پہنچا تو مجھ سے کہا کہ اباموت میں تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے کہا
 بیٹا جہاں تک ہمارا اختیار تھا کام کر لیا اب اللہ تعالیٰ ہی کا اختیار ہے اُس کے شوہر
 بھی کھڑے تھے اُن کے سامنے ہاتھ باندھے گویا قصور معاف کر لیا اُنھوں نے قصور
 معاف کیا۔ مجھ سے فقط یہ کہا کہ اولاد آپ کے سپرد کرتی ہوں اُسی وقت حضرت رضی اللہ عنہ
 بھی تشریف لے گئے اور اُس کے سامنے چار پائی پر بیٹھ کے آنکھیں بند کر لیں اُس نے پکا
 کہ کلمہ طیبہ پڑھا اور زور سے اللہ اللہ کہنے لگی اور اللہ ہی کے نام سے خاتمہ ہو گیا۔ میں نے
 آپ سے عرض کیا کہ ۳۳ برس ہم نے پالا تھا اب آپ کی امانت آپ کے سپرد ہی اور باہر
 چلا آیا۔ آپ بھی باہر تشریف لے آئے پھانک میں بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ یہ لڑکی ہماری

ہمان تھی اُس کی تجنیر و تکفین کا اہتمام میں ہی کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ مالک ہیں چنانچہ سب سامان آپ نے خود کیا۔ کچھ دن رہے جنازہ طیارہ ہو گیا۔ اٹھا کر درگاہ شریف میں لائے اور مزار شریف کے پائیں مسجد کے قریب رکھ دیا۔ لکھنؤ مار دیا تھا یقین تھا کہ کچھ اعزاء ضرور آویں گے۔ لکھنؤ کی ریل مغرب کے بعد آتی تھی اُس کا انتظار تھا کہ لوگ لکھنؤ سے آجاویں تب نماز پڑھی جاوے مغرب کا وقت آگیا اور نماز مغرب کی پڑھ لی گئی۔ حضرت حسب عادت نوافل پڑھتے رہے۔ بعد فراغت مڑ کر بیٹھے اور مجھ سے فرمایا اس لڑکی نے بڑی مردمی کی۔ مردوں پر بھی سبقت لے گئی۔ اور مجھ سے فرمایا کہ سورہ قیمة اور سورہ دھر اور سورہ مملک پڑھو۔ میں نے تعمیل کی جب پڑھ چکا تو ریل آ گئی۔ نماز جنازہ پڑھی اُس کے بعد دفن کر دیا۔

ف۔ حضرت شیخ کے مواہمہ میں انتقال اور انھیں کے ہاتھوں میں تجنیر و تکفین اور ان کی زبان اقدس سے تعریف یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

غریبوں کی آؤھلکت و اُمراء سے نفرت و اُسی میں خلافت اور مجازیت کی بحث

حضرت رضی اللہ عنہ جو غرباء و درگاہ شریف میں حاضر ہوتے تھے اُن پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ اُمراء کی طرف التفات بہت کم کرتے تھے۔ حیدر آباد کن سے اگر کوئی غریب آدمی آتا تھا بعد عرس کے اُس کو ٹھہراتے تھے۔ جب رخصت کرتے تھے تو چھانک کے باہر جا کر فاتحہ خیر پڑھ کر رخصت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب نور شید جاہ بہادر جو مرزا امردار بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حیدر آباد کے امیر کبیر تھے وہ خیر آباد حاضر ہوئے تھے اُس وقت میں لکھنؤ میں تھا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ وہ حجرے میں آپ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور آپ سے مل کر دریافت کیا کہ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ تھے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اُس وقت انھوں نے عرض کیا کیا آپ خلیفہ ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ جملہ جو آپ نے فرمایا وجہ یہ ہے کہ آپ اس کے قابل تھے کہ خلیفہ وہ ہی جس میں شیخ کی سب صفات بالفعل موجود ہوں۔ وہ پائے نہیں جاتے تھے پورے۔ اس وجہ سے آپ نے اُن کو یہ جواب دیا.....

نواب خورشید جاہ نے ارادہ کیا کہ خیر آباد میں جو زیارات بزرگوں کی ہیں۔ وہاں حاضر ہو لیں اور جو عمارتیں شہر میں عمدہ ہوں وہ دیکھ لیں۔ چنانچہ میاں سید ہادی حسن صاحب مرحوم جو حضرت رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے وہ اُن کے ساتھ ہوئے اور سبیکہ نے گئے۔ میں جب لکھنؤ سے آیا اور خدمت شریفی میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ہادی میاں کا یہ فعل ہم کو اچھا نہیں معلوم ہوا وہ بڑے آدمی تھے اُن کو بے جا نے والے بہت تھے۔ اس قدر آپ کو امراء سے گریز تھا۔

ف۔ سرکارِ خداوندِ نعمت حافظیہ اسلامیہ کو غربا کے ساتھ اُلقت باعتبارِ جنیت لفظی کے تھی کیوں کہ آپ بھی تو بے مثل غریب اور نادار تھے۔ اب رہی امرا کی جانب سے دلی نفرت وہ تھی مگر نہ اس قدر کہ کسی طبقہ امارت والی شخصیت کا وہ حق زائل کیا جاوے جس کا عند اللہ وہ مستحق ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ آپ میں ہر چیز درجہ اعتدال پر تھی اسی لئے آپ کے ارشادات اور کلماتِ طیبات کا کلی اور اک بہت دلکش تھا۔ اسی معاملہ میں اگر غور کامل کیا جاوے تو درحالیہ کہ امیروں سے آپ کی نفرت اچھی طرح سے ثابت ہی تو جو مکالمہ آپ کا کسی امیر سے ہوا اُس کی بنیاد پر ایک عمل درآمد کا مشہور کیا جاتا کہ سلسلہ حاقطیہ سلیمانیہ میں کوئی خلیفہ نہیں کیا جاتا ہی۔ کیسا حیرت انگیز ہے جس سے اس سلسلہ مقدس کے ختم ہو جانے کا گمان ناواقف کو ہو سکتا ہی۔ حالانکہ سلسلہ سلیمانیہ کی بالخصوص شاخ حاقطیہ کا فیضان قیامت تک ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اُس کی تشفی کے لئے ذیل میں تفسیر

مکالمہ کرنا لازمی ہو گیا وہ قابل ملاحظہ ہی۔ اور ملاحظہ کی جانب انعطاف تو بہات کے لئے
حضرت مولانا مولوی رومی رضی اللہ عنہ کی تحریک پیش کی جاتی ہو کہ:

انچہ حق آموخت کرم پیلہ را

ہیچ پیلے داند آں گوں جیلہ را

عاشقانہ جواب منجانب نواب صاحب صرف ایک مصرع سے ہو سکتا تھا کہ

جواب تلخ می زبید لب لعل شکریہ خارا

مگر وہ خاموش رہے معاملہ نے صورتِ محال پکڑی مجھے اُس کا تبصرہ کرنا پڑا۔

تفہیم تشریح کلمات طیبہ خیر و نعت سرکارِ سلیمہ خاتون

(۱) نواب صاحب خلافت جناب مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق و تسلیم کے ذریعہ

سے اپنی ذاتی امارت کا رعب تقرب مرزائیہ کے حیلہ سے سرکارِ سلیمہ پر چانے والے تھے

لہذا عارف تامل معرفت سرکارِ سلیمہ نے بظاہر سوکھا اور ترش جواب دے کر اُن کو اُن کی

خودی سے نکالا اور عجیب و پندار ریاست سے نیچے اتار دے تاکہ خیر آبادی حاضری اُن

کی اہلیت اور استعداد کے موافق اُن کے لئے مفید ہو جاوے اور عین تفرقہ و تجدید بن جائے

(۲) اور آپ نے حضرت مرزا صاحب قبلہ کی خلافت اور خلفیت کی نفی اس لئے فرمائی

کہ زور و قوت فیضانِ حافطیہ نے اُن کی ہستی کو اُن میں باقی نہیں چھوڑا تھا۔ لہذا جب

مٹا دی گئی تھی تو خلف یا خلیفہ کیسے ہو سکتے تھے۔ وہ تو مجاز تھی یعنی اُن کی ہستی مجازاً

اُن کی سمجھی جاتی تھی۔ اور جو اس مکالمہ میں آپ نے خود اپنی خلفیت یا خلافت کی نفی

فرمائی وہ ہضماً لنفسہ تھی یعنی بصیغہ اظہار انکسار۔ مگر چوں کہ زبان مقدس عارف سے کوئی

کلمہ کسی حال میں خلاف تحقیق سر نہ نہیں ہوتا ہی۔ لہذا خود اپنی نفی خلافت کے یہ معارف

ہوئے کہ باہمت تصرف پاک حافطی نے اپنے آپ کو آپ میں بالکل بھردیا تھا۔

یا یہ کہ جب حقیر صاحب قبلہ سے حضرت امیر خسرو رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بابت سوال کیا گیا ہے تو جواباً ارشاد ہوا تھا کہ خلیفہ کس کو کہتے وہ تو خود محبوب الہی تھے۔ اس لئے آپ کلیتاً صفات حافطیہ کی منظر ہو گئی تھی۔ اور ظاہر یہی کہ ذات میں تفرقہ نہیں ہے۔ پس جب کسی کے صفات کسی میں پورے طور پر رونق افروز ہو جاویں گی تو شخصیت ثانیہ شخصیت اول ہو جاوے گی۔ اس میں خلفیت اور خلافت کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی ہے۔ لہذا آپ تو خود عین بڑے حافط صاحب قبلہ ہو گئے تھے۔ آپ کہاں تھے جو خلیفہ ہوتے۔

(۳) اب رہی آپ کی یہ رائے وہ بے شک صحیح ہے کہ جس وقت مستخلف کی کل صفات خلیفہ میں ملیں تب وہ واقعی خلیفہ ہوگا۔ تو چوں کہ کل اپنی صفات کا کلی علم موصوف ہی کو ہو سکتا ہے اس لئے اس کی تاویل ہوگی کہ جب خود خلیفہ اپنے آپ میں مستخلف کی کل صفات معائنہ کرے اُس وقت وہ اپنے آپ کو خلیفہ یقین کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے اور ظاہر کر سکتا ہے۔ حالاں کہ اُس وقت کہنے اور بتانے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ اُس حالت میں گنجائش کی وجہ سے اشارہ درمیانی بھی فوت ہوگا۔ جاننے والے جو کچھ جانتے ہوں گے وہ خود ہی جان لیں گے کہ

اوبما از ما بے نزدیک تر

داند آنکس کو نزدیک تر

یہ میرے نزدیک خداوند نعمت سرکارِ اسلامیہ کی شان تھی۔ اب آگے نزاکت و لطافت مزاجی سرکارِ اسلامیہ معلوم کر کے ذیل میں احقر مؤلف کا عرض حال ہے۔

آپ نے جو اپنے آپ نفی کی وہی تو اثبات ہوا۔ اور اسی ضمن میں جناب مرزا صاحب کا ساکھ ہوا۔

چھپا چھپا کے نظر بازیاں ہوں اور دل سے
ہیں سے آنکھ چھپا ناظر ادا دھرد بھو
انکھوں سے آؤ دل میں یہ خلوت کا ہی مکاں
ایسی جگہ رہو کہ نظر کا گذر نہ ہو

ان ارشادات اہلبیہ نے خلافت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب اچھا اشارہ کیا جس کی کافی توضیح تبصرہ میں کی گئی۔ کاش شیطان کو یگانگیت حضرت آدم علیہ السلام کا علم ہوتا تو شاید وہ سجدہ کرنے میں نہ چوکتا مگر وہ تو علحدہ دوسرا سمجھا تھا۔

مگر ہاں اس کا احقر مولف ضرور قائل ہے کہ خانوادہ ہشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ کی اس شاخ حافطیہ میں خلافت کی نعم اور ہنگامہ آرائی مثل دیگر گروہوں فقرا کے نہیں ہے اس میں نہایت اخفا کے ساتھ بہت اطمینان کے بعد ایسی باریک اور مہین خلعت خلافت خلیفہ کو پہنائی جاتی ہے کہ بعض اوقات خود حضرت خلیفہ کو اس کا احساس نہیں ہوتا ہے جب بہت نوری چھٹیے مصور دیتا ہے تب سورت خلافت نظر آتی ہے۔

اختیار و جبرایشاں دیگر است
قطرہا اندر صدف ہاگوہر است

دین محمدی عنہ ۵ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

(مناقب)

در بارہِ اہلبی میں امر کی عدم مدارات کا حال

ایک مرتبہ نواب خورشید جاہ مرحوم حاضر ہوئے۔ میں مسجد میں موجود تھا۔ سویرے ریل سے آئے تھے وہ مسجد میں حاضر ہوئے وضو کیا اور نماز پڑھی درگاہ شریف میں دیر تک حاضر رہے۔ پھر نکلے تو دریافت کیا کہ میاں صاحب قبلہ کہاں تشریف فرما ہیں آپ خانقاہ کے حجرے میں اُس زمانہ میں رہتے تھے۔ اُس روز وہ وقت آپ کے فراغت کر کے باہر آنے کا تھا۔ مگر اُس دن وہیں بیٹھے رہے نواب خورشید جاہ بہادر وہیں حاضر ہوئے اور خالی پلنگ پر وہیں بیٹھ گئے اور آپ چوکی پر بیٹھے ہوئے تھے وہیں بیٹھے رہے۔ نواب خورشید جاہ دیر تک اندر آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ بعدہ عرض کیا

کہ عورتیں ساتھ ہیں اُن کو بھی لاکر زیارت کراؤں آپ نے فرمایا بہتر یہی وہ سٹیشن پر گئے اور بیوی وغیرہ کو لے کر درگاہ میں حاضر ہوئے زیارت کے بعد اُن کو اپنا دیا دوسری بیوی کو لائے اور اُن کو زیارت کرائی اُن کو بھی لے گئے اس جھگڑے میں دوپہر ہو گئی۔ میاں سید خادم حسین صاحب نے کھانا اُن کے واسطے پکوا یا تھا وہ ریل ہی پر بھیج دیا۔ اور وہیں سے وہ ریل سے روانہ ہو گئے۔ آپ نے کچھ مدارات اُن کی نہیں کی یہ حال آپ کا امرا کے ساتھ تھا۔

ف۔ امراء کے ساتھ حضرات فقرائے کرام کی یہی مدارات بہت ہی کہ اُن کو کسی وقتی مثلاً ترقی اجراء سلسلہ وغیرہ کی وجہ سے داخل سلسلہ کر لیا جاوے اور اس کو جناب مرزا سردار بیگ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نے انجام دیدیا تھا اور اُس کا رازہ سرکارِ سلیمہ کو معلوم تھا۔ لہذا سرکارِ ذوی الاقدار نے مدارات مزید نہیں برتی۔ اگر مدارات مزید کے برتاوہ کی توفیق اُن کو حق تعالیٰ فرماتا تو شاید مدارات مزید میں دریغ نہ کیا جاتا۔ غور طلب یہ مسئلہ ہے کہ جب بظاہر امراء داخل سلسلہ کے ساتھ آپ کا یہ حال تھا تو غیروں سے کس قدر ترک آپ کے مزاج میں ہوگا۔ اب رہی امیر تارک امارت کی قدر اُس میں سرکار کو ہرگز دریغ نہ تھا۔

اسی ضمن کی دوسری حکایت یعنی امراءِ سرکار کی کرامت

وزیر صاحب مرحوم اس کے راوی ہیں کہ وزیر اشرف صاحب جو مہاراجہ نرندر پرنس کے یہاں ملازم تھے اور آپ کے مرید تھے۔ وزیر اشرف نے آپ سے شکایت کی کہ نرندر پرنس تنخواہ تقسیم کرنے میں چھ چھ مہینہ لگا دیتے ہیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت کو نہایت غصہ آیا۔ اُس کی دوسری روز نرندر پرنس شاد حضرت کی خدمت میں مسجد اردو شریف حاضر ہوئے اور کسی خاص وجہ سے اُن سے ملاقات ہوئی انھوں نے عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا کیا دعا کروں تمہارے بعد ایک مرتبہ دیوانی اور چلے گی۔

اُس کے بعد گُل ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ف۔ اپنے نام لیوا مرید کی شکایت واقعے کی پرافروختگی نے آپ سے یہ کہلوادیاورہ
آپ کچھ نہ فرماتے۔ رہے غلام پروری۔ خواہ وہ ہونے والا تھا جو آپ نے فرمایا۔ یا
آپ کے ارشاد فرمادینے سے واقع ہوا۔

(مناقب)

خوش حالوں کے بالعموم داخل سلسلہ کر کے بکت دینا کا فیض پہنچا دینا

یہاں خیر آباد میں غوث محمد حلوائی تلافی کا کام کرتا تھا۔ زین پور میں بھی وہی بٹائی
کرتا تھا اور عرس میں بھی وہی آٹا وغیرہ ملا تا تھا کئی مرتبہ اُس نے آپ سے درخواست
بعیت کی۔ آپ اُس کو فرماتے تھے کہ ڈاڑھی رکھ تو سلسلہ میں داخل کر دوں گا۔ ایک
مرتبہ وہ آپ کے پیروں سے لپٹ گیا کہ سلسلہ میں داخل کر لیں اُس وقت بھی وہی فرمایا
کہ ڈاڑھی رکھ لے۔ خیر اُس نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں ایک دفعہ
حاضر ہوا۔ آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور دونوں ہاتھوں میں غلہ نکال کر لائے
مجھ کو عنایت کیا میں گھر لے گیا اور مٹھور میں غلہ کے ڈال دیا۔ اس قدر بکت مجھ کو ہوئی
کہ اس وقت تک میرے یہاں غلہ کم نہیں ہوتا۔

(تبصرہ)

ف۔ آپ کا سلوک ہر نفر کے ساتھ اعیان ثابت کی دید کے مطابق ہوتا تھا
چنانچہ اُس دید نے آپ کو اُن تولا صاحب کے داخل سلسلہ کرنے سے روکا یا متائل کیا
اور اُس شخص کی استعداد کو خود اُسی سے آپ نے ظاہر بھی کر دیا کہ وہ ڈاڑھی رکھانے
پر قادر نہیں ہوا۔ جو ایک سہل کام تھا تو آئندہ اُس سے کیا امید ہو سکتی تھی۔
یہ صرف ٹالنے کا شرعی حیلہ تھا۔ تاہم آپ نے

اُس کے مقصود کی عطا میں نخل نہیں فرمایا کہ اُس کی مطلوبہ برکت غلہ کو اُس کو مرحمت فرما دیا۔
 کیا عجب ہی کہ محض برکت دینا حاصل کرنے کے لئے وہ مرید ہوتا چاہتا ہو۔ یہ حکایت پکار رہی
 ہے کہ جس امیر خوش حال کو خیاب نے داخل سلسلہ فرمایا ہے اُس پر آپ نے بڑی بے غنا
 عنایت فرمائی ہے۔

(مناقب)

انگریزی وضع سے آپ کو نفرت ہونے کی حکایت

انگریزی وضع بننے سے آپ بہت ناراض ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ عبد الغفار قوال
 بوٹا پن کر آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا میاں تم نے بھی اپنا پیر سور کے منہ میں ڈال دیا
 اور آپ خود بھی لباس ملکی پہنتے تھے۔ انگریزوں اور پانچامہ اور ڈوہلی ٹوپی استعمال فرماتے
 تھے۔ کوئی وضع لباس میں ویسی نہ کرتے تھے جیسی اس زمانہ میں درویش کرتے ہیں۔

تبصرہ

ف۔ جس قوم کی وضع کوئی اختیار کرتا ہی وہ اکثر اُس قوم کی طرف میل ہونے سے
 واقع ہوتا ہی۔ اس کے لئے حدیث بھی وارد ہے۔ لہذا جب نصاریٰ کی وضع اختیار کی جاوے گی
 تو اُن سے حب یا میل ثابت ہوگا اور اس کی مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہی بلکہ بُرا ہی۔ اس لئے
 آپ بھی ممانعت فرماتے تھے اور بڑے حافظ صاحب قبلہ کا بھی یہی حال تھا۔ دوسرے تبدیل وضع
 آیا و ایجاد ایک بہت بڑے تلون کی بھی دلیل ہے اور ظاہر ہے کہ بہت تلون وضع الٰہی سلوک کے خلاف
 ہے۔ آیا و ایجاد کے رنگ پر قائم رہنا ایک بڑی وضع داری اور مستقل مزاجی اور دلیل استقلال ہے
 دیکھو وہی قریش جو کفر کو صیغہ وضع داری آیا و ایجاد میں پکڑے ہوئے تھے مگر جب انھوں نے
 اُس کو چھوڑا اور اسلام میں داخل ہوئے تو اُس اسلام کو ایمان بنا ہا کہ جانیں دیدیں اور آخر کالہ
 اُس کو مشرق سے غرب تک پہنچا دیا۔ مگر ساتھ ہی اس کی بڑی وضع سے اچھی وضع میں کہنے میں

مکلف بھی نہ کرنا چاہئے۔ اب رہا آپ کا درویشی وضع نہ اختیار کرنا کتمان کے لئے تھا۔ نہیں
 تھا کہ آپ کو اُس وضع سے نفرت ہو۔ اب رہا اپنے طالبین کو اختیار وضع درویشی سے روکنا
 یہ اس لئے تھا کہ جب اُس لباس کی قابلیت آجاوے تو وہ اختیار کی جاوے تاکہ ریاکاشیہ
 نہ باقی رہے۔ دین محمد عفی عنہ۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۲۴۷ھ

(مناقب)

ترک تعظیم کی وجہ سے مخلوق عام یا خاص معتقدین سے گریز کرنا

یہ بہت بُری ریاضت اور مجاہدہ ہے اُس کی حکمت

سخت تر ریاضت آپ کی یہ تھی کہ بعد حضرت شیخ الاسلام کے وصال کے آپ نے خیر آباد
 ہی میں قیام رکھا۔ اگر آپ حیدر آباد جاتے تو لوگ بہت تعظیم کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میاں سید
 خادم حسین صاحب قبیلہ مرحوم حیدر آباد میں عرصہ تک رہے تھے۔ تو اُن کی والدہ پریشان ہوئیں
 آپ کو اُن کا خیال بہت تھا آپ حیدر آباد اُن کے لینے کو خود تشریف لے گئے۔ آپ کی عادت تھی
 جہاں جاتے تھے اطلاع نہیں کرتے تھے۔ سٹیشن سے اتر کے حضرت شاہ یوسف صاحب قبلہ و حضرت
 شاہ تشریف صاحب قبلہ رضی اللہ عنہما کے آستانہ تشریف پر حاضر ہو کر اُس دن وہیں قیام فرما
 تھے۔ دوسرے دن مسجد اردو تشریف تشریف لے جاتے تھے۔ اُس وقت آپ کو لوگوں کے
 تشریف لانے کا حال معلوم ہوا تھا۔ سب لوگ آکر ملاقات سے مشرف ہوتے تھے۔

ف۔ اپنے قدردانوں میں رہنا اور چیز ہی اور جہاں معقول آؤ بھگت نہ ہو وہاں
 قیام کرنا۔ اپنے آپ کو جیتے جی خاک میں ملانا ہی۔ اور یہ بہت بڑی نفس کشی عظیم الشان ہے
 اور مہر کا سلی اُس کے خاتم ہیں۔ اور یہ بات پوری دلیل ہے کہ آپ کو حیلنا یا صراحتہ کسی طرح اپنا
 یا اپنی شیخی کا اظہار پسند نہیں تھا اور نہ آپ اپنی تعظیم کی کسی طرح شایق تھے۔ اور نہ مشغولی حق

مشغولی مخلوق سے کم سمجھنے پر آپ راضی ہونے والے تھے۔ یعنی حضرت بابا فرید گنج شکر
 رضی اللہ عنہ نے جس اختصار کے لئے بعد سفر دور دراز ابودھن کے مقام کو پسند فرمایا تھا وہ
 اختصار کی غرض خیر آباد شریف اپنے وطن مالون میں آپ نے پائی تھی۔ اور کیا عجب ہی
 کہ اسی آپ کی پسند نے مزار حضرت شیخ رضی اللہ عنہ خیر آباد میں بنوایا ہو۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہئے
 کہ کسی خود مختار والی ملک سلمان کی ریاست میں رہنے سے خواہ مخواہ والی ملک کا متبع بن کر رہنا
 پڑتا ہے اور غیرت سرکارِ اسلمی اس کو گوارا نہیں فرما سکتی تھی۔ بقول آنکہ دو پادشاہ دریمو
 نہ گنجند۔ یہ دوسری وجہ عدم قیام کی ہوئی جس کے معارف احقر مولف کو ایک معظّم بزرگ حافظی
 اسلمی کی سرکار سے ملے جنہوں نے بعد وصال شریف سرکارِ اسلمی سفر حیدر آباد دکن اس قسم
 کی ایک ضرورت سے کیا تھا۔ چنانچہ جب وہ وہاں سے لوٹ کر آئے تو لوگوں نے اُن سے اُس
 وقت کے وہاں کے درویشوں کا حال پوچھا تو مدوح مہذب اب دیا کہ ہاں حیدر آباد میں درویش
 تو ضرور ہیں مگر قریب قریب سب کا خدا وہاں کا نواب ہی۔ دین محمد غنی عنہ ۶ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ

غائب عظیم حیدر آباد کا اظہار و سجدہ پی کا وقوع اور اس کی تفتیح و تبصرہ

ایک مرتبہ جناب مرزا صاحب حمہ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں موعظہ مریدین کے حاضر ہوئے
 اور سب سے کہا کہ سجدہ کرو اور خود بھی سجدہ میں گئے۔ آپ نے فرمایا الاحول والاقوۃ
 الا باللہ اور اٹھ کر حجرے کے اندر چلے گئے۔ بھوڑی دیر کے بعد حجرے سے نکلے اور
 مولانا جامی علیہ الرحمتہ کا یہ شعر پڑھا

ہر مرتبہ از وجودِ صلی وارو

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

عرض کیا کہ حضرت یار نے صدیق بنایا ہی نہ کہ زندیق۔ آپ نے فرمایا مرزا صاحب آپ
 حضرت صاحب قیلہ قدس سرہ الغزنیہ کے سامنے سجدہ کرتے تو کیا آپ خوش ہوتے مرزا صاحب

نے کہا کہ اگر یہ کام کرتا تو آپ مار کر نکال دیتے۔ آپ نے فرمایا تو آپ شیخ کو حاضر نہیں جانتے ہیں۔ مرزا صاحب نے سکوت فرمایا۔

ف۔ نفس سجدہ میں کوئی بحث نہیں ہے کیوں کہ وہ تعظیمی تھا اور یہ سجدہ زمرہ مشائخین کرام اور صوفیائے عظام میں رائج ہی جس کو تعظیماً سرزمین پر رکھا جانا یا رکھنا کہتے ہیں۔ البتہ اس کے رواج کو جناب غریب نواز حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نے عام طور پر پسند نہیں فرمایا ہی اسی لئے اظہار شکر رنجی سرکارِ اسلمی سے ظہور پذیر ہوا ہی۔ اس میں بوجہ اشمال مریدان جناب مرزا صاحب قبلہ کو شاید کوئی تکلف ہو تو وہ حضرت کی لاجھول الخ خوانی سے دفع ہو گیا۔ یعنی حول و قوت حضرت ساجد اور ان کے مقتدیوں کی جاتی رہی اور حبیب سجدہ کی حول قوت متغایرہ کی تو سجدہ کی بھی من حیث المعایرت نفی ہو گئی۔

اب رہی بیت حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ وہ تہذیب عوام کے لئے ہی اور ہر حال میں حضرت شیخ کو موجود و حاضر سمجھنا یہ اسلمی قائم مقامی حضرت شیخ کا فیض ہی جو اپنے مستحق حضرت مرزا صاحب کے پاس پہنچ گیا۔

کچھ بھی ہو مگر جناب مرزا سردار یگ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نے یہ صاف صاف بتلادیا کہ سرکارِ اسلمی صرف حلقی خلیفہ ہی نہیں ہیں بلکہ مسجود الخلفاء بھی ہیں اور یہ بالکل نئی اور عجیب بات ہے کیونکہ رسم تعظیمی سجدہ کی حضرات خلفاء کے مابین سنی نہیں گئی ہے۔ نہ غنیمت و شان و مدارج حضرت خواجہ حافظ سید شاہ محمد اسلم صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ اور جناب مرزا صاحب نے بھی بڑے کمال کیا کہ اپنے مریدین معتقدین کے سامنے بلکہ یہ معیت ان کی سرکارِ اسلمی کے روبرو سرزمین پر رکھ دیا۔

بہرینے کہ نشانِ کف پائے تو بود سالما سجدہ صاحب نظراں خواہد بود اور واضح رہے کہ بعض اوقات طالب صادق کی ذوقیہ بھڑاس بہت و جبروت حضرت شیخ کی وجہ سے ان کی ناسوتی موجودگی میں نہیں نکلتی ہے تو وہ بعد وصال شریف حضرت قائم مقام

اور پیر زادگان سے نکالی جاتی ہی۔ اندریں صورت حضرت مرزا صاحب قبلہ اس اظہار کے لئے اپنے ذوق سے مجبور بھی تھے۔ اب یہی عام طور کی ممانعت حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کی وہ بشر ب حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہی کہ جس قدر طالب میں تحقیق اور دید مراتب حضرت شیخ کی بابت ترقی ہوتی جاوے۔ اسی قدر وہ تعظیم حضرت شیخ میں ترقی کرے تو وہ طالب ادب شیخ کے ہر ہر مقام پر محقق رہے گا اور عقلمند ہوگا۔ بالآخر یہ تشریح حضرت مولانا جامی ہی علیہ الرحمۃ کی بیت پر ختم کی جاتی ہے کہ:

ایمان می فروشم بایک ادائے جان

جامی یکن تو سجدہ باید رضاے جان

حضرت مرزا صاحب نے فرق مراتب تو کیا کہ سرکارِ اسلمی کو اپنے سے بڑھایا۔ مگر سرکارِ اسلمی عبدیت و انکسار شعار بھلا اس کو مجمع عام میں کیسے تسلیم فرما سکتے تھے۔ اگر تسلیم فرماتے تو اس کا رواج ہو جاتا اور پردہ کتمان پھٹ جاتا۔ اور چوں کہ لوگوں کا اظہار تعظیم سے باز آنا مشکل تھا۔ لہذا آپ نے وہاں کا قیام چھوڑ دیا۔ دین محمد عفی عنہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

(مناقب)

اسلمی استقامت کا ایک اعلیٰ نمونہ

الغرض حیدرآباد میں آپ کی بہت تعظیم کی جاتی تھی۔ مگر آپ نے وہاں سکونت نہیں اختیار کی قیام خیر آباد ہی میں رکھا اور گوشہ نشین رہے۔ عرس وغیرہ میں البتہ کہیں تشریف لے جاتے تھے۔ مگر قیام خیر آباد ہی میں رہتا تھا۔

ف۔ اہل دنیا جو اپنے آپ کو خدا کے تعالیٰ سے علیحدہ دوسرا سمجھتے ہیں ان کے سب کام بھی اسی فہمید سے ہوتے ہیں جو باطل مسلک ہی اسی لئے ان کے اچھے سے اچھے کام بھی اُلٹے اور باطل ہوئے ہیں پس ایسی بنیاد پر ان کی تعظیم و تکریم بھی الٹی اور بے موقع بے محل

اور باطل ہوتی ہو۔ لہذا طالب صادق اور ہوشیار مالک کو اُس سے اجتناب ضروری ہے
لہذا آپ نے حیدرآباد کے قیام کو پسند نہ فرما کر اپنے تابعین معتقدین مریدین سالکین کو سبق
دینے کے لئے اپنے اوپر یہ مصیبت اختیار فرمائی ورنہ آپ وہاں قیام فرما کر خدمتِ تعظیم کے لئے
مستقیم پر قیام رہنے کی قوت رکھتے تھے۔ اب یہ کہ آپ مقیم اور گوشہ نشین رہے سفر ظاہر اختیار
نہیں فرمایا اُس کی خاص وجہ یہ ہے کہ مالِ کارِ سیر و سیاحت اور صحرا نوردی کی دولت آپ کو سرکار
حافظیہ سے پورے طور پر مرحمت ہو چکی تھی اور نہ یادہ تر اسی کے حاصل کرنے کے لئے سفر کیا
جاتا ہے۔ آپ کو سفر در وطن سے فرصت کہاں ملتی تھی کہ باہر کا سفر اختیار فرماتے۔

اب رہا بعض آستانوں کی حاضری کا سفر یہ صرف دولتِ گوشہ نشینی پر پردہ ڈالنے کے لئے
تھا ورنہ آپ کو جو کچھ پانا تھا وہ تو من کل الوجہ اپنے مولا سے پا چکے تھے۔ انھیں کے درواز
پر بیٹھ کر اپنی تمام زندگی بسر فرمادی۔ اسی کو استقامت کہتے ہیں جو بدرجہا کرامت سے افضل ہے

(مناقب)

اولیٰ سنت حضرت محبوب الہی کا سلمیٰ نمونہ

آپ ہمیشہ مجبور رہے۔ نکاح نہیں کیا مگر والدہ بھاری اُن کی اولاد کی پرورش خود فرماتے
تھے۔ سب کا آپ نے شادی بیاہ بھی کیا۔ بلکہ اُن کی اولاد کی شادی بیاہ کی تقریبات بھی
ہر سال کرتے تھے مگر بظاہر کوئی آمدنی کی صورت نہ تھی۔

ف۔ مجبور رہ کر تکفلِ عیال کے بارِ عظیم کو اپنے سر پر رکھنا۔ یہ منزل آپ پر ختم ہو گئی۔
محض مجبور تو اُس وقت بھی دیکھے جاتے تھے اور آئندہ بھی دیکھے جانے کی امید ہی۔ مگر آپ کو
مبارک تجرد کی مثال ملنا ناممکن ہی جس کی تائید حضرت مولانا رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

دُر ویش است وہم صاحبِ عیال

در حالیکہ کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ تھا اور کسی سے کچھ لیتے بھی نہ تھے تو اگر خیر آباد کی

اہل دنیا نے آپ کو ایک لکھتی سیٹھ یا کمیہ گرا سمجھا تو اُن کی کیا خطا ہے۔ اس سے زیادہ تو وہ سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ اُن کو یہ کیا یقین ہو سکتا تھا کہ آپ خازن خزانہائے غیب ہیں۔ اب یہ کہ اس غلط فہمی سے وہ فیوضاتِ باطنی سے محروم رہے تو یہ کون سی بات ہے۔ کیونکہ ہمیشہ چہرے کے نیچے اندھیرا رہتا ہے۔

(مناقب)

آپ کا مخالفوں میں بسر کرنا

اہل خیر آباد آپ کے مخالف سخت تھے مگر آپ نے اس کی کچھ پروا کبھی نہ کی اور میں بسر فرماتے تھے اور کسی مخالف کی مخالفت کی کبھی شکایت بھی نہیں فرمائی۔

ف۔ دولت معارف سلیمانہ کے آپ حافظ تھے وہ آپ کے پاس تھی۔ مخالفوں ناقدانوں ناواقفوں کے بیچ میں رہنے ہی سے تو اُس کی پوری حفاظت ممکن تھی اسی لئے جناب خداوند نعمت بڑے حافظ صاحبِ قبلہ نے اپنے آپ کو خیر آباد ہی میں دفن بھی کرایا۔ اور سرکارِ اہلِ علیہ نے وہیں قیام فرمایا۔

عرس کی بے سرو سامانی اور اُس کا قدرتی انتظام

انگریزی عملداری کے دوسرے سال ہم آستانہ شریف پر حاضر تھے۔ اٹھارویں ذیقعدہ تک عرس کا انتظام نہ تھا۔ میر محمد حسن خاں کلکٹر جن کے قبضہ میں ایک تعلقہ بھی تھا صاحبِ عادت آستانہ شریف پر حاضر ہوئے۔ اٹھارہویں تاریخ تھی دیکھا کہ عرس کا کچھ سامان نہیں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج اٹھارہویں ہی اور کوئی سامان عرس کا نہیں ہی تو آپ نے فرمایا کہ جیسی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی ہوگا۔ اُسی وقت خاں صاحب موصوف نے خود انتظام کر لیا اور عرس شریف ہو گیا۔ ف اور یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی جو ظہور میں آگئی اور انشاء اللہ ہی مرضی

حق تعالیٰ کی قیامت تک قائم رہیگی۔ اور عرس ہوا کرے گا۔

(مناقب)

عالم تعلق میں رہ کر بے تعلقی اور عالم صورت میں نہ تار و بے صورتی

آپ کسی سے اشارتاً یا کنایتاً بھی اپنا حال نہیں فرماتے تھے اور کسی تحریر فرماتے تھے۔ فقط حیدرآباد سے نواب محی الدولہ کی اول تحریریں آپ کے پاس آتی تھیں ان کو آپ جواب بھی دیتے تھے مگر کسی کام کی ان کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔

ف۔ یہ عمل آپ کا عالم تعلق میں بے تعلقی کا نمونہ تھا۔ اور عین صورت میں مشق بے صورتی تھی راج کل تقریریں اور تحریریں بہت ہوتی ہیں مگر کوئی عامل بے تعلقی یا بے صورتی نظر نہیں آتا ہی۔ اپنے جسم یا صورت سے اپنا کام نہ لینا یہ بڑی بے ہاشمیت بے تعلقی و بے صورتی ہی۔ حیدرآباد جا کر آپ نے درویشوں کی اہل دنیا سے مستغنی ہونے کی مثال نیائی جس کی وہاں کے لئے بہت ضرورت ہی۔

ایک مرتبہ آپ حیدرآباد کسی ضرورت سے گئے تھے نواب آسمان جاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب بیٹھ کر مکان پر گئے۔ تین سو روپیہ حکیم وزیر علی کے ہاتھ آپ کے لئے نذر بھیجی۔ آپ نے فرمایا مجھ کو حاجت نہیں ہی روپیہ واپس کر دیا جاوے جب حکیم صاحب مرحوم روپیہ واپس لے گئے تو نواب آسمان جاہ بہادر نے ان سے کہا کہ جا کر حضرت کی خدمت میں عرض کرو میں فقط امیر کبیر ہی نہیں ہوں بلکہ حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی ہوں۔ میری نذر آپ ضرور قبول فرماویں۔ حکیم صاحب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کیا۔ آپ نے ایک روپیہ اُس میں سے لے لیا کہ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے یہ تبرک کافی ہی۔ اور روپیہ امارت کی وجہ سے ہی نہ لوں گا۔ چنانچہ نواب آسمان جاہ اکثر لوگوں سے کہتے تھے کہ ہندوستان سے علماء اور اکثر درویش یہاں آئے

اور سب روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے یہاں آئے ایک یہی وہ ہیں جو روپیہ نہیں لیتے
 ف۔ رد و قبولِ نذر و دونوں طریقے درویشوں میں جاری رہے ہیں مگر نہیں معلوم
 درویشوں کو اب کیا ہو گیا ہے کہ اب کوئی رد کی مثال نہیں بناتا ہے۔ جس سے نفسِ درویشی کی ذلت
 ہو رہی ہے۔ کیا مسلمانانِ رگور مسلمانانِ در کتاب کے بالکل یقین کرنے کا یہی آخری زمانہ ہی
 (منافق) ، محرم الحرام

عرس کا اہتمام اور اس میں باوجود تعلق کے آپ کی تعلق

اور حالات آپ کے لوگوں نے حیدرآباد میں دیکھے اور آپ کے معتقد ہوئے
 اور داخلِ سلسلہ ہوئے اسی زمانہ میں حیدرآباد میں آپ نے مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ
 یہاں تو بہت اہتمام عرس کا ہوتا ہے مگر درگاہ شریفیہ کا کچھ خیال آپ نہیں کرتے۔ مرزا صاحب
 نے عرض کیا کہ یہاں کچھ روپیہ متفرق چندہ کا جمع ہوتا ہے اور پانچ سو روپیہ خالی سرکارِ نظام
 ملتے ہیں جو رقم آپ ارشاد کریں وہ خیر آباد بھی جاوے آپ نے فرمایا سرکاری رقم خیر آباد
 عرس میں بھیج دیا کرو۔ چنانچہ اُس وقت سے سرکاری رقم یہاں آنے لگی۔ اور اہل حیدرآباد
 سے حکیم وزیر علی صاحب بھی مرید تھے وہ سو روپیہ سال عرس میں بھیجنے لگے اور شیدی غنیمت بھی
 سو روپیہ سال معرفت فتح اللہ بیگ صاحب مرحوم عرس میں بھیجنے لگے کچھ روپیہ اقبال الدولہ
 بہادر مرحوم بھی عرس میں بھیجنے لگے۔ اور سید احمد رضوی کپتان اور ان کے بھائی بھی آپ کے
 مرید تھے وہ بھی کچھ نذر عرس میں بھیجنے لگے۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ عرس میں کچھ دن
 بڑھا دینا چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ سوٹھویں تاریخ سے عرس کیا جائے اُس کو آپ نے
 پسند کیا اور سترھویں اٹھارویں انیسویں تین شبیں ہونے لگیں کھانا بھی تین دن تقسیم ہونے
 اور مجمع بھی بڑھنے لگا۔ آپ عرس کے مجمع سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ اٹھارھویں
 تاریخ صبح کو فرمایا کہ مجمع اب کے کم ہی تھیرے پر سے بہت بڑا مجمع ہونے لگا۔ میں نے عرض کیا

کہ حضرت اب تو جمع بہت ہے خرچ بھی تو ہونا چاہئے۔ فرمایا کہ کبھی عرس میں خرچ کی کمی ہوتی ہے
 میں نے عرض کیا کہ کبھی نہیں۔ فرمایا پھر کیوں مرے جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم تو ظاہر
 دیکھتے ہیں ضرور آپ سے عرض کریں گے۔ آپ چپ ہو رہے۔ واقعی یہ ایک کراہت
 حضرت شیخ الاسلام اور آپ کی کھلی ہوئی تھی کہ جب تک آپ موجود رہے جس قدر عرس میں
 خرچ ہوتا تھا کسی سال آپ کی حیات میں ضرورت خرچ کی نہ پڑی بعد عرس کے سب کا رتو
 دیدیا جاتا تھا کبھی اگر کم ہوتے تو پانچ چار روپے۔ اور میں آپ سے حال عرض
 کرتا تھا جو روپیہ کم ہونے لگتا تھا وہ فوراً آپ اپنے پاس سے دیدیتے تھے۔ میں سب عرس کا
 حساب بے باق کر کے سینا پوند جاتا تھا۔ اگر کسی کے کچھ پیسے باقی رہ گئے اور اُس نے میرے
 بعد آپ سے کہہ دیا تو جب میں آتا تھا آپ فرماتے تھے کہ فلاں کے پیسے کیوں باقی رہ گئے۔
 دے کے کیوں نہ گئے۔ میں عرض کر دیتا تھا سہوا اور اُس لئے یاد ہی نہیں دلایا۔ ورنہ دے کر
 جاتا۔ یہ ایک کھلی کراہت آپ کی تھی کہ جو کچھ عرس میں خرچ ہوتا تھا وہ پورا ہو جاتا تھا۔
 یہاں تک کہ ایک سال یہاں فخط تھا۔ میں ساٹھ من آٹا کل کا ہوا لکھنؤ سے لے آیا
 اللہ تعالیٰ نے اُس میں اس قدر برکت دی کہ عرس میں وہی کافی ہو گیا۔ جو کچھ سامان عرس
 میں لیا جاتا تھا وہی تمام عرس کو کافی ہو جاتا تھا۔

ف۔ عرس خیر آباد شریف جس ترک و احتشام سے ہوتا ہے وہ خود اپنی آپ
 ہی نظیر ہو سکتا ہے۔ اگرچہ جمع بہت زیادہ ہوتا ہے مگر ابھی تک بفضلہ اس میں کھانے کی
 عام تقسیم جاری ہے۔ اور تخصیص طعام کی مشق سے بھی ابھی تک محفوظی ہے۔ ریاست حیدر آباد
 کی رقم جو اس عرس شریف میں آکر شامل ہوتی ہے وہ قدرتی ہے۔ سرکارِ اسلمی کو خود بذاتِ خاص
 سرکارِ نظام سے کوئی تحریک وغیرہ نہیں کرنی پڑی ہے۔ اور دوسری رقوم جو حیدر آباد سے
 آتی ہیں وہ دہندگان کی خود طبعی ہیں اُس کی بابت بھی سرکارِ اسلمی تحریک ذاتی سے محفوظ ہے
 اس عرس شریف کا انتظام و اہتمام بالکل اس کا مصداق ہے کہ۔ خدا خود میرا مان است اربابِ کل را۔

البتہ اس نذر کے قبول فرمانے والے آپ ضرور ہیں۔ مگر وہاں تک کہ رقم وصول شدہ عرس ہی میں کل کی کل صرف کر دی جاتی تھی اور اُس کے صرف کرنے میں اس قدر تحویل کی جاتی تھی کہ آخر تاریخ ختم کے بعد دلی کو عام طور پر فاقہ ہوتا تھا اور وہ مع اپنے کل حساب کتاب کے حضرت مولانا ہادی علی خاں صاحب کی تحویل میں رہ کر صرف ہو جاتی تھی اور آپ اُس کو اپنے بیج کے استعمال میں نہیں لاتے تھے تو آپ کا اُس کا قبول کرنا مثل رد کرنے کے تھا۔ اور یہی آپ کی صفائی معاملہ تمام برکات اور حسن و جمال عرس شریف کی باعث تھی۔ اگرچہ تمام عالم صدقہ بزرگان دین سے پلتا ہی مگر سرکارِ اسلامی کی درویشی اس سے بالکل پاک تھی کہ سال بھر کے مصارف عرس میں چلائے جاویں۔ جب آمدنی عرس کی بڑھی تو آپ نے دعوت عام مخلوق کے ایام اضافہ فرمادیئے۔ اب یہ کہ آپ عرس کا مجمع بڑھنے سے خوش ہوتے تھے تو کیوں نہ خوش ہوتے کیوں کہ آپ کوئی مراسلات ارسال نہیں فرماتے تھے نہ شرکت کے محرک ہوتے تھے نہ اشتہار وغیرہ جاری کرانے تھے جو آتا تھا فرستادہ حق تعالیٰ ہوتا ہے۔ پھر ایسی آمد کیوں نہ قابل خوشی ہوتی۔

تبصرہ متعلق عرس شریف بطور مجموعی یعنی مختصر حالات

اتفاق سے دس سال شریف سرکارِ اسلامی عین عرس شریف کے ختم پر ایام ختم سے مل کر ہوا جس کا باطنی یہ مطلب ہوا کہ ایسے آپ حضرت بیڑے حافظ صاحب قبلہ سے وصل تھے کہ تقریب عرس کے ایام میں بھی تفرقہ نہیں واقع ہونے پایا آخر کار توسیع ایام عرس شریف کی گئی یعنی ایام ختم کی جانب بڑھائی گئی۔ اور اب قریب ایک ہفتہ کے مجمع ہوتا ہی اور دونوں عرس شریف مل کر ہوتے ہیں۔ تاریخیں اُس کی یہ ہیں یعنی ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲ و یقیناً عرس شریف اس اضافہ ایام سے جو مصارف بڑھے اُس کے شیدایان سرکارِ اسلامی متکفل ہو گئے جن میں جناب حاجی غلام محمد کھیمہ پار گاہِ اسلامی عاصی و پر معاصی ہیں اگرچہ اس آستانہ عالیہ پر دیگر پیرانِ عظام مسبقین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فاتحہ اور عرس بھی ہمیشہ سے ہوتے ہیں جن میں فاتحہ سلیمانی

خاص ہی مگر سب سے بڑی تقریب سالانہ یہی عرس شریف حافلِ علمی کی ہوتی ہے جس میں تمام چوکیاں قوالوں کی جمع ہو جاتی ہیں اور سماع کا خاص لطف ہوتا ہے اور سیکڑوں روپیہ قوالوں کو ملتا ہے۔ مگر حسن اتفاق سے پالامقرہ چمکی مخصوصہ میاں غفار والی کے ہاتھ رہتا ہے۔ ہر دو عرسوں کے جو بالآخر ایک ہو گئے ہیں صندل شریف کی دنگاہ حضرت مخدوم نظام الدین عرف مخدوم اللہ دیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جلسہ سماع کے ساتھ لانے کے اوقات نہایت مقبول ہوتے ہیں یعنی جب کہ ہزار یا آدمیوں کے مجمع کے ساتھ صندل شریف دنگاہ حافلِ علمی میں لایا جاتا ہے اور وہ اوقات بھی خاص قبولیت کے ہوتے ہیں جب ہر دو فرات پر صندل شریف چڑھایا جاتا ہے کہ یہ اوقات ذوق عام کے ہیں۔ اب رہے اذواق محافل جن کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے وہ بھی استعداد سامعین کے موافق ہوتے رہتے ہیں۔ احتیاطاً اس ملفوظ کو بابرکت کرنے کے لئے ذیل میں وہ صندل بھی تحریر کر دئے جاتے ہیں جو ذوق کے لئے مخصوص ہیں۔

صندل جناب بڑے حافظ صاحبِ قلبہ رضی اللہ عنہ کا

صیبِ خدا افتخارِ ولی کا	یہ صندل ہی حافظ محمد علی کا
مژہ دل کو ملتا ہے تیرنگہ کا	جو چھتیا ہے کاٹا کوئی اُس گلی کا
ادھر سے جو نکلا وہ جنت کو پھولا	عجب مرتبہ ہے تمھاری گلی کا
تجلی سے روضہ کے عالم ہے روشن	مہ و ہر فرہ ہے اُس کی گلی کا
مقدر پہ اپنے نہ کیونکر ہونا زش	کہ ہے چترِ سرسایہ ایسے ولی کا

صندلِ علمی مصنفہ جناب مولانا محمد ہادی علی خاں صاحب

شہیدِ محبت ولیِ خدا کا یہ صندل ہے اسلم شہِ اولیا کا

نبی کا ہے منظر علی کا ہوا رث
 نہاں قلبِ انور میں ہی نورِ عرفاں
 محبت میں تیری عجب لطفِ پایا
 خدا جو نہ کیوں اس پہ قرباں ہوں دل
 مزارِ مبارک ہی یا طورِ سینا
 ترے در پہ محتاج آتے ہیں لاکھوں
 کرم کی نظر ہادی زار پر رکھ
 ہمارا ہی مولا ولی ہے خدا کا
 عیاں رخ پہ جلوہ ہوا شانِ خدا کا
 نہ خواہش و فسا کی نہ شکوہ و بفا کا
 وہ چہرہ ہے آئینہ حسنِ خدا کا
 وہ یا کعبہ دل ہے اہل صفا کا
 تو ملجا و ماوا ہے شاہ و گدا کا
 کہ خوگر ہے تیرے کرم اور عطا کا

صندلِ سلمیٰ مصنفہ احقر مولف

دجس کو اکثر مولف ہی نے مجمع میں پڑھا ہی

ایں صندلے عجیبہ شیخِ اشوخ عالم
 جویم تعینے را او گشت لا تعین
 غیرت وہ زمانہ حافظ محمد اسلم
 غائب نشد وجودش از ہجر خود بنام
 لے بے نیاز شاہا کردی بصدرِ جلوہ
 شود سنگسارِ بسیار خستہ عالم

یہ اول تقریب عرس شریف میں تصنیف ہوا تھا۔

صندلِ حضرت قیام گمبارین سیدنا حضرت حافظ محمد اسلم صنادیدی رحمۃ اللہ علیہ

مصنفہ قیام گمبارین سیدنا حضرت حافظ محمد اسلم صنادیدی رحمۃ اللہ علیہ
 ہے صندلِ انصاف و پرہیزگار
 غلامی پہ ہم کو نہیں فخر ہے جا
 ترے در سے جاری ہی عرفان کا دریا
 مدینے کا منظر نجف کا سماں ہے
 جو ہر لاؤ لا فاطمہ رضی اللہ عنہا
 ہے محتاجِ عالم دیرِ سلمیٰ کا
 مجھے بھی کوئی جسامِ صدقہ علی کا
 اسی میں ہے جلوہ محمد علی کا

ترے پتے ہوئے آئے مشتاق لاکھوں
 بنا دل میں میرے گلِ ریاحِ رضواں
 پڑے گی نگہ طور پر کب ہماری
 مزا درد کا پایا اس دور پہ آکر
 گلی میں تری ٹھوکر میں کھایا ہے میں
 دم نزع اپنی جو صورت دکھاؤ
 زمانہ تجھیں کہہ رہا ہے سچا
 ترے دور پہ جاری ہو عرفاں کا دریا
 پناہِ غربیاں یہی آستان ہے
 اسی دور پہ ہو خاتمہ زندگی کا

غلام محمد پہ کیجئے کرم اپ
 ہی مارا ہوا حسرت و بے کسی کا

نوٹ - اب کے سال ۱۳۴۴ء میں مذکورہ بالا خاص صندوق شریف پر بڑا ذوق رہا۔

صَدَل قَبْلُ کَوْنِ کَعْبِدَارِ سِدِّیْنَا حَضْرَتِ مُحَمَّدِ عَلِیِّ صَا حَبِیْبِ لَدُنْہِ

اٹھا آج صندل خدا کے ولی کا
 ہو فخر نظامی و نورِ سلیمان
 نرالا ہے دنیا سے مولا ہمارا
 مجھے خلد میں بھی ملے یہ جسم
 عجب حسنِ دلکش ہو خواجہ کا میرے
 کرم کی نظر بندہ پر ورا دھر بھی
 شہیدِ محبت سگِ اسلمی ہوں
 شہنشاہِ اعظم محمد علی کا
 عیاں تم سے جلوہ ہی مولا علی کا
 خدا کا ہے محبوب پیارا نبی کا
 مزا میں نہ بھولوں تمھاری گلی کا
 مزا مجھ کو آیا ایسا عاشقی کا
 غلام محمد ہے عاشقِ علی کا
 کینہ ہوں بندہ محمد علی کا

یادداشت - ۲۳ ذیقعدہ وقت صبح بعد منفل سیلاد شریف عرس شریف ختم ہو جاتا ہے۔
(مناقب)

سامان سرمائی خود اور حفاظت ملبوس حافظی

حضرت رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب جاڑا آتا تھا گاڑھا کپڑا تھان پورا لیٹے تھے خود بھی اُسی کی مرضائی روئی دار پہنتے تھے اور اُسی کی پانچ چار رضایاں بنا لیتے تھے ایک خود استعمال کرتے تھے۔ جب کوئی غریب آجاتا تھا وہ رضائی اس کو دے دیتے تھے خود دوسری اوڑھ لیتے تھے۔ غرض جاڑے بھر بھی انتظام رہتا تھا آخر سال آپ نے کچھ نہیں بنوایا چنانچہ بعد وصال شریف کے کوئی ملبوس آپ کا نہ تھا۔ فقط جو کپڑے جاڑے کے پہنے ہوئے تھے وہی تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کا کچھ گرمی اور کچھ جاڑے کا لباس اب بھی رکھا ہی۔ بند کر کے صندوق میں رکھ دیے جاتے تھے چنانچہ وہ اب بھی ہیں۔ حضرت رضی اللہ عنہ کا کوئی کپڑا نہیں ہی۔ حضرت رضی اللہ عنہ حضرت شیخ الاسلام کے ملبوس کو سالانہ نکال کر اُس میں عطر لگا کر پھر صندوق میں رکھ دیتے تھے۔

ف۔ نہایت تقویٰ اور غایت احتیاط سے آپ کی درویشی آراستہ تھی محض مزیسی کی ذمہ داری آپ کی ذمہ رہتی تھی باقی کل تحان یا تھانوں سے آپ کا کچھ واسطہ نہیں تھا جو گھر والوں کے کام آتا تھا وہ کفایت متعلقین تھا جس کا دیا جانا فرض ہے۔ باقی جو متعدد رضاایاں بنوائی جاتی تھیں وہ کل آستان شریف کے مہمانوں کی آسائش اور راحت رسائی کی غرض سے تیار کرائی جاتی تھیں جن میں سے ایک مہمانوں کے طفیل میں آپ اوڑھتے جاتے تھے۔ اور اُس کی کلی مستحق آجائے پر دیتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ ختم ہو جاتی تھیں اور وہ آسائش مہمانان کی چیز بالآخر خیرات پر جا کر ختم ہو جاتی تھی۔ یہ ذاتی آپ کے اجتہادات تھے دوسروں کی سمجھ میں کیسے آسکتے تھے۔

اس عالم کا حساب کتاب آپ اسی عالم میں بھگتائے جاتے تھے۔ اتفاق سے انھیں
 رضائیوں میں کی ایک رضائی بعد وصال شریف سلمیٰ صاحب سجادہ صاحب کی غایت
 سے مجھ احقر مولف کے بھی ہاتھ لگ گئی ہے۔ آپ سالک فنا و معدویت تھے۔ پھر آپ
 اپنا لباس کیوں چھوڑتے جس سے یہ تفرقہ قائم رہتا کہ یہ لباس خود حضرت کا ہی اور یہ لباس
 بڑے حضرت کا۔ آپ کا تو علیحدہ کوئی لباس ہی نہ تھا تو کیوں آپ اپنا لباس علیحدہ چھوڑ
 لیا جو لباس جناب خداداد نعمت بڑے حافظ صاحب قبلہ کا ہے۔ اسی کو آپ کا لباس
 یقین کرنا چاہئے اور اس کی سند کامل مثنوی شریف سے لے لینا چاہئے۔ کہ

من کیم لیلًا و لیلًا کسیت من مادور و حیم آمدہ در یک بدن
 اگر شریعت کی پردہ داری اور اظہار انکار کے سلوک کا بنا نہ منظور و پسند خاطر ہو تا
 تو شاید اپنا مزالہ بھی علیحدہ بنا آپ پسند نہ فرماتے

بس کم کہ عافلاں را این بس است
 یا نگ دو کردم اگر زردہ کس است
 (مناقب)

بالآخر غذائے سرکار سلمیٰ کا حال اور اس پر روزہ داری

(بعض اوقات میں ریشہ کو استغراق میں رشتہ خوانی اور کریمہ داری)

اور کھانے کی بھی آپ کی کیفیت تھی کہ آخر عمر میں دو تین تولہ غذا ایک وقت ہو جاتی
 تھی۔ میاں سید خاوم حسین صاحب قبلہ مرحوم تھوڑا سا مالک اور دو اندول کی زردی
 آپ کو کھلا دیتے تھے کہ قوت باقی رہے غذا برائے نام ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ رمضان شریف
 آیا لوگوں نے آپ سے کہا کہ روزہ رکھنے کی آپ میں قوت نہیں ہے۔ فرمایا نہیں روزہ

رکھیں گے۔ چنانچہ تمام مہینہ روزہ رکھا۔ عید کے دن میں نے دیکھا تو آپ میں پہلے سے زیادہ قوت معلوم ہوتی تھی اور مجھ سے فرمایا کہ لوگ کہتے تھے کہ قوت نہیں ہی روزہ نہ رکھئے۔ ہم نے تو روزہ رکھا۔ کیا گھٹ گیا۔ آخر عمر میں آپ کو استغراق بہت بڑھ گیا تھا کچھ دن باقی رہنے سے آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ کوئی بات آپ سے نہ کر سکتے تھے۔ شب کو یہ حال رہتا تھا کہ اکثر اشعار پڑھا کرتے تھے اور دیا کرتے تھے۔ مسماۃ امان ایک ضعیف عورت آپ کی مرید تھی وہ آپ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتی تھی۔ آپ اکثر اشعار فارسی اس کو سنایا کرتے تھے۔ وہ تو خود سمجھتی نہ تھی آپ خود دیا کرتے تھے جو کچھ آپ سے عرض کرنا ہوتا تھا صبح کو اشراق کے بعد آپ سے عرض کر لیتی تھی اُس وقت آپ جواب صحیح ارشاد فرماتے تھے۔ ایک روز دن کو آپ پھاٹک کے سامنے پٹنگا پر بیٹھے تھے۔ حاضر ہوا سلام کیا۔ مصافحہ کیا۔ اُس وقت ایک حالت ایسی تھی کہ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ایک تم ہو کہ خدا خود ہی تمہارا شاق ایک موسیٰ تھے کہ ربّ ارنی کہتے تھے
یہی شعر اُس وقت پڑھتے تھے اور روتے تھے۔

ف۔ گر خوری یک لقمہ از ماکولِ نور خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
آپ سرایا نور ہو گئے تھے اور نوری اغذیہ نوش فرماتے رہتے تھے اُس کے محض چھپانے کے لئے اندھے کی زردی وغیرہ قبول فرما لیتے تھے۔ آپ کو یہ قوت واختیار بالآخر حاصل ہو گیا تھا کہ مطلقاً کچھ نہ کھاتے۔ مگر وہ آپ کے زمانہ میں ایک عجوبہ بات تھی۔ لہذا مصلحت اخفائے آپ کو اس حالت کے اظہار سے روکا اور یہ بھی خیال تھا کہ احباب پر اس کا اتباع بہت شاق گزرے گا۔ باوجود ضعف ظاہری اور نا طاقتی اور ناتوانی اور عدم غذا سیت ماہ صیام کے روزہ رکھ کر جیسے کی سیتے رہنا اس کا گواہ ہی۔ آخر زمانہ میں آپ ہمہ وقت متغیر اور حال و کیف میں رہتے تھے۔ پھر آپ کو باوجود تغیر و حال

ہمہ وقتی مجلس سماع میں اور مزید بغیر کی کیا ضرورت تھی۔ متغیر کو متغیر کرنے کا کبھی کسی محفل سماع نے دعوت نہیں کیا ہے۔ آپ ہر وقت اپنے آپ سے نکلے ہوئے مشغول یا حدیث رہتے تھے کہ یہی سلوک حسینی ہے جہاں علم تفرقہ دانی باقی نہیں رہتا ہی جس کو غنا علم بھی کہتے ہیں اس لئے اپنی حیثیت سے بی اہن خادمہ جاہلہ کی استعداد کو آپ بڑے جاہلوں یعنی علمائے ظاہر سے افضل خیال فرماتے تھے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم غیر نافع سے پناہ مانگی ہے۔ لہذا اُس بے چاری کے دل کو براہِ راست بلا جواب علم فارسی کے اشعار سننا کہ منطوق فرماتے تھے اور دادِ خدمت دیتے تھے اور بچھاٹک میں آپ کے حضور میں جب حضرت مولانا ہادی علی خاں صاحب قبلہ کی حاضری ہوئی وہ عجیب مبارک وقت تھا اُس وقت سرکارِ اہل بیت نے خود حضرت مولانا صاحبِ ممدوح میں یا اپنی ذاتِ پاک میں یا آفاق میں شانِ محمدی کو تمامہ ملاحظہ فرمایا تھا۔ اُس وقت جو آپ سے مانگا جاتا وہ عطا ہو جاتا۔ کیوں کہ خود معطی کی خواہ مذکور ہو رہی تھی وہ موقع اس عالم میں بقا حاصل کرنے کا تھا اور حضرت مولانا سے معنوی رضی اللہ عنہ کی اس بہت کے تلاوت کرنے کا کہ:

اے لقاءے تو جو اب ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

مشتاق حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ کا تخلص بھی تھا اُس کی رعایت ذوق کو دوبالا کرنے والی ہے۔

(مناقب)

بعض اہل نظر کی حالتِ تعظیمی بمقابلہ شانِ سلیمی

مگر جو لوگ اہل نظر تھے وہ آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب

لکھنؤ کے ایک درویش تھے وہ گوشہ میں بیٹھے رہتے تھے کسی سے ملاقات بھی نہ کرتے تھے۔ تنہائی میں مثنوی شریف البتہ پڑھا دیتے تھے وہ ہر سال عرس شریف میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ ہی کے پاس حجرے میں بیٹھے رہتے تھے۔ جب آپ مسجد میں نماز پڑھنے آتے تھے تو ساتھ ہی آتے تھے اور جب آپ محفل میں شریف لے جاتے تھے وہ بھی محفل سماع میں آپ کے ساتھ حاضر ہو جاتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ میں عرس میں نہیں آتا ہوں فقط، اُن کی زیارت کو آتا ہوں کہ ایسے لوگ اب نہ ملیں گے۔ خاص لوگ جو اہل نظر تھے وہ ایسی تعظیم آپ کی کرتے تھے

متنصر

ف۔ اگرچہ ایک ولی کامل کے پورے حالات دوسرے ولی پر آشرف ہونا دشوار ہے تاہم تھوڑے سے انکشاف کا یہ حال تھا کہ مولانا محمد علی شاہ صاحب لکھنؤی مبتلا شیونہات ذات پاک اسلمی ہو گئے تھے جن کے تقویٰ کا مختصر یہ حال ہے کہ وہ دیواروں کے سایوں سے بھاگتے تھے کہ کہیں وہ دیوار نہ جائے و سائل سے نہ بنائی گئی ہو۔ اور مولانا مدوح پر جو تھوڑا انکشاف صفات اسلمی ہو گیا اُس کی وجہ خاص یہ تھی کہ وہ مشرب حضرت مولانا رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکھتے تھے۔ اور سرکار اسلمی مشرب مولویانہ کے برابر تھے۔ یہی جنسیت تھی جو انکشاف کا باعث ہوئی تھی۔ بہت سے اہل نظر ایسے بھی تھے جن کو طوق غلامی سرکار اسلمی اپنے گلے میں ڈالنا باعث افتخار تھا

اے دلا حلاج را ہچوں سگ کویت شمر
زینت دنیا و دین شد طوق سرکار کے

دین محمد عفی عنہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

مقام میرٹھ

تعلقہ دار صاحب محمود آباد سے سرکار علی کا برتاؤ اور

اُن کی تندر کی واپسی اور تندر کی عدم واپسی

واقعی آپ کو جو مرید دیتے تھے وہ لے لیتے تھے اور کسی سے نذر بھی نہ لیتے تھے چنانچہ خیر آباد میں انگریزی میلہ تھا۔ سب تعلقہ دار جمع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ راجہ محمود کہ وہ شیعہ تھے میلہ سے حضرت شیخ الاسلام کے مزار کی زیارت کو آئے اور دیر تک مزار مبارک میں حاضر رہے اور پانچ روپیہ نذر مزار شریف پر رکھ گئے میں نے آپ سے عرض کیا کہ راجہ صاحب پانچ روپیہ درگاہ شریف میں چڑھا گئے ہیں۔ فرمایا درگاہ ہی کے کام میں یہ روپیہ صرف کر دیا جائے۔ دوسرے دن اُن کے مختار صاحب پچاس روپیہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ کاغذ قلم و وات منگا کر پچاس روپیہ کی رسید لکھ دیجئے راجہ صاحب نے یہ روپیہ آپ کو نذر بھیجا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ روپیہ آپ واپس لے جاویں۔ وہ روپیہ واپس لے گئے رات کو آغا عبدالغنی وکیل راجہ صاحب سے ملے راجہ صاحب نے اُن سے کہا کہ میاں صاحب نے ہمارا روپیہ نذر کا واپس کر دیا۔ ہماری توہین ہوئی آغا صاحب نے کہا کہ آپ نے مزار میں کچھ روپیہ چڑھایا تھا کہا ہاں پانچ روپیہ نذر لکھ دیئے تھے آغا صاحب نے کہا کہ وہ روپیہ تو واپس نہیں کئے۔ راجہ صاحب نے کہا وہ روپیہ واپس نہیں کئے آغا صاحب نے کہا درگاہ میں اگر کوئی ہزار روپیہ بھی چڑھا دیگا تو میاں صاحب واپس نہ کریں گے۔ وہ روپیہ درگاہ شریف ہی کے کام میں صرف کر دیا جائے گا اور خود وہ ہماری نذر نہیں لیتے ہیں اُن کو کیا حاجت ہے تیرے سے بہر فرماتے ہیں۔ چنانچہ بعد اس کے پھر راجہ صاحب ایک روز قریب شام کے درگاہ میں حاضر ہوئے مغرب کا وقت آگیا مسجد

میں اذان ہوئی حضرت رضی اللہ عنہ بھی حجرے سے نکل کے مسجد میں تشریف لائے۔ جماعت سے نماز پڑھی بعدہ حجرے میں جانے لگے نوافل پڑھنے کو میں نے شیخ غایت اللہ صاحب مرحوم جو راجہ صاحب کے نائب تھے اُن سے کہا کہ حضرت حجرہ میں تشریف لے جانے میں اب عرصہ تک نہ نکلیں گے۔ اگر راجہ صاحب کو ملنا ہو تو اس وقت مل لیں۔ راجہ صاحب بیچ کے در میں کھڑے تھے۔ حضرت دوسرے در سے جو اُن کے پیچھے تھا نکل کے حجرے کو جانے لگے۔ شیخ صاحب نے راجہ صاحب سے جو یہ حال کہا انھوں نے آپ کی خدمت میں ملنے کو قدم اٹھایا آپ مسجد کے زینہ پر پہنچ گئے تھے راجہ صاحب نے آپ کو سلام کیا اور مصافحہ آپ سے کر لیا۔ آپ نے اُن سے کچھ نہیں فرمایا۔ حجرے میں تشریف لے گئے راجہ صاحب نے بھی نماز پڑھی اور درگاہ میں دیر تک حاضر رہے پھر نکل کر اپنی قیامگاہ پر چلے گئے حضرت زینہ حجرے میں رہے اور دروازہ حجرے کا بند رہا۔ یہ حال تھا آپ کا اُمرار کے ساتھ۔

فت۔ مریدین سے نذر قبول کرنے کی بھی آپ کی بالعموم عادت نہ تھی۔ حالاں کہ طریقت میں حضرت شیخ کو مرید کے کل مال و متاع پر تصرف کرنے کا اختیار ہی۔ اور اسی طرح صاحب اہلیت مرید بھی پیروں کے مال پر تصرف ہو سکتا ہی۔ پھر کبلا آپ کسی غیر کی نذر کیا قبول فرماتے۔ اب رہا آپ کا بڑا ور راجہ صاحب سے اُس میں محض آپ کا مصافحہ کر لیا بھی بہت غنیمت ہو گیا۔

دین محمد عفی عنہ۔ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ یوم سہ شنبہ مقام میرٹھ کو ٹھہری نمبر ۱۶۹۔

عدم استعمال اشیاء ولایتی کا عملی نمونہ

آپ انگریزی چیزوں کے استعمال سے کارہ تھے چنانچہ آخر عمر میں سبب ضعف کے آپ کو دولائی بھی سنبھالنا دشوار تھا۔ مرذئی نیم آئین بنوالی تھی۔ وہی ہر وقت پہنے رہتے تھے۔ اُس کے سامنے انگریزی بٹن لگے تھے۔ آپ نے تلاش کرا کے سوت کے بٹن جو

اس ملک میں گ بناتے تھے وہی ٹن لے کر لگاتے تھے اور لگاتے تھے۔ انگریزی ٹن بھی لگانا پسند نہیں کرتے تھے۔

ف۔ آہ ولایتی بدن پر نہ ٹھہرایہ آپ کے استغراق کا متوالا پن تھا۔ خیر نظام اس کو ضعف کہہ لیا جاوے مگر مرضاتی کی پوری آستین اور نیچی آستین کے درمیان کا فرق ضعف کی وجہ سے نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ لباس کے متعلق یہ آپ کا غایت درجہ کا تقویٰ تھا کہ اسی قدر لباس زیب بدن فرماتے تھے جتنا کہ بہت ضروری اور لازمی تھا یعنی آپ مٹھن ستر کو تھے۔ اور ٹن بھی ولایتی نہ استعمال کرنا یہ غایت درجہ کا عدم استعمال اشیاء ولایتی کا عملی نمونہ تھا۔ اور چوں کہ اس وقت تک ترک موالات کا وجود ہندوستان میں نہیں پیدا ہوا تھا اس لئے یہ فعل آپ کا تقلیداً انہیں تھا بلکہ تحقیقاً بمذہب محققین تھا۔

دین محمد عفی عنہ ۱۲ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ

حکام سلطنت سے آپ کا نہ ملتا خواہ وہ انگریزی کے

ہوں یا نوابی کے

اور انگریزوں کی صورت بھی آپ کو دیکھنا ناگوار تھا آپ کسی انگریز سے ہم بھر نہیں ملے۔ ایک مرتبہ نواب خورشید جاہ نے بذریعہ رزیدنٹ حیدر آباد حاکم ضلع سیتا پور کو اطلاع دی کہ خیر آباد میں جو مزار شریف ہے اس کی کچھ مرمت باقی ہے وہ دربارت کے اطلاع دو۔ چنانچہ حاکم ضلع نے ہادی میاں صاحب کو اطلاع دی کہ حیدر آباد سے بقیہ مرمت درگاہ کی کیفیت طلب ہے۔ میں انجینئر کو بھیج دوں گا وہ عمارت کو دیکھ کر جو بقیہ ہے اس کا تخمینہ کر لائے گا اور وقت بھی بتلا دے گا کہ اس وقت وہ آئے گا حضرت رضی اللہ عنہ سے یہ حال کہہ دیا گیا جس وقت وہ آنے کو تھا آپ حجرے سے

گھر میں تشریف لے گئے وہ وقت پر آیا اور سب دیکھا بقیہ کام کا تخمینہ کر لے گیا جب تک وہ یہاں رہا آپ گھر سے باہر نہیں نکلے جب وہ چلا گیا تب باہر تشریف لائے۔ اس قدر اُن کے دیکھنے سے آپ کو گریز تھا اور آپ جب یہاں عملداری نواب کی تھی اُس وقت کے حکام سے بھی نہیں ملے۔

۴۔ فی الاصل آپ کو سلطنت ظاہری سے کوئی علاقہ نہیں تھا اسی وجہ سے اُنہی دارا ان شاہی ظاہری سے آپ کی بے تعلقی تھی اور باوجود بے تعلقی ملاقات کے وقت اُن سے جو اخلاق غیر واقعی کیا جاتا وہ آپ کو ناپسند تھا اور نیز اُن کے آداب کے بھی آپ پابند نہیں تھے جن کا ملنے کی حالت میں برتا جانا ضروری تھا لہذا آپ کا گھر میں چلا جانا بالکل وہی رکش تھی جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے بعض اوقات خلیفہ یا اراکین خلافت کی حاضری میں برتی تھی اب یہ کہ آپ کو کسی قوم کی صورت سے نفرت واقعی تھی تو اس کا واقعی یقین جب ہوتا کہ کوئی استدعا کی جاتی اور آپ اُس کو رد فرماتے مگر یہ ضرور ہی کہ آپ کو اپنی درویشی کو رونق دینے کی خواہش خطا یافتہ لوگوں سے ملکر دینے کی نہیں تھی کہ کلکٹر صاحب یا لاٹ صاحب یا چکلیدار صاحب ملنے کو آتے تھے۔

۱۲ محرم المحرم ۱۲۵۵ھ

آپ کے دیگر استانوں کی حاضری اور عرس کی شرکت

معہ اشارہ جانب نسب نامہ سلاسل

بعد حضرت شیخ الاسلام کے آپ مخدوم شاہ مینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں حاجی حرمین صاحب کے عرس میں تو البتہ تشریف لے جاتے تھے یا سوال کے مہینہ میں حضرت مخدوم شیخ ساگنا صاحب کے عرس میں تشریف لے جاتے تھے باقی اور کہیں نہیں جاتے تھے۔ یا دہلی تشریف میں پیران عظام کی زیارت کو اور راجمیر تشریف میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ مگر اس طرح مجرور کئے ہیں جس سے اظہار نہ ہو مگر سب استانوں پر پیر بھائی

موجود تھے۔ اس وجہ سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا۔ دہلی میں حضرت قطب الاقطاب
 کے فرار پر میاں صابر علی صاحب مرحوم نے وکیل بھی کر دیا تھا۔ چوں کہ وہ حضرت
 شیخ الاسلام کے بھی وکیل تھے آپ کے بھی دستخط تھے۔ اجمیر شریف میں بھی خدام نے
 چاہا کہ آپ وکالت نامہ پر دستخط فرماویں آپ نے فرمایا اگر حضرت صاحب قبلہ نے کسی کو
 وکالت نامہ لکھا ہو اور آپ کے دستخط ہوں تو پیش کر دیں بھی دستخط کر دوں گا۔ اور
 یہ آپ کو علم تھا کہ حضرت شیخ الاسلام نے اجمیر شریف میں کسی کو وکیل نہیں کیا۔ آپ حضرت
 شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے قدم بقیہ تھے جو فعل آپ کرتے تھے وہی آپ بھی کرتے تھے
 آپ حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی کے فرزند ہیں اسی وجہ سے آپ کے نسب
 کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ مناقب حافیہ میں جو نسب نامہ تحریر ہے وہی نسب آپ کا
 ہے اور جو سلاسل مناقب حافیہ میں تحریر ہیں وہی سلاسل آپ کے بھی ہیں۔

ف۔ تونہ شریف اور رونی شریف وغیرہ میں بھی آپ کی حاضری ہوتی ہی مگر
 بزمانہ آخر آپ ان جملہ حاضریوں سے بھی معافی میں آگئے تھے۔

نارین تیلی خدمتی کا آپ کے تصرف سے مرض با سے شفا پانا

نارین تیلی حضرت قبلہ کے باغ میں کام کرتا تھا اور آپ کی خدمت بھی کرتا تھا۔ ایک
 مرتبہ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کھیری گئے ہوئے تھے۔ نارین باغ میں رہتا تھا یہاں مہضہ
 کی وبا شایع ہوئی وہ بھی سخت مہضہ میں مبتلا ہو گیا اور حالت اُس کی بہت خراب ہو گئی رات
 کو باغ میں تنہا تھا اُس نے بیداری میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور اُس سے فرمایا تو
 کیوں پریشان ہوتا ہے۔ اچھا ہے۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے اُس وقت سے وہ بالکل چھا گیا
 ف۔ اگر اُس وقت آپ کھیری میں موجود نہیں رہے جس وقت کہ نارین کو اپنے لقا
 سے سرفراز فرمایا تو بیٹے ارض کی کرامت ہوئی اور اگر وہاں بھی موجودگی قائم رہی تو

یہ شان ابدانیت ہوئی۔ بہر حال میاں نارین کا کام تعلق خدمت سے نکالا۔ پس درویشی
ایک اہل ہنود کو صلہ خدمت کا عطا کیا گیا تو خدام اہل اسلام کو کیوں سرفرازی نہ ہوگی۔
دوستوں را کجا کنی محسوسم تو کہ بادشمنان نظر داری
دیکھیں نارین کا ایسا آپ کو۔ دین کی بھی یہ تمنا ہی ضرور۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ
مقام میرٹھ

اظهار قوت جاذبہ سلمی و غیوریت حافظی و عنایت غائبانہ کا نمونہ ونکرانی مریدان کا کثرت و عنایت تحمل کا برتاؤ

ایک مرتبہ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ علی گڑھ نواب احمد سعید خاں صاحب بہادر کے
یہاں تشریف لے گئے تھے اور ان کی کوٹھی علی گڑھ میں مقیم تھے۔ دن کو بعد کھانا کھانے
کے حسب عادت قیلولہ فرمایا نہ سہ سے چادر اوڑھ کر لیٹے تھے۔ نوشتہ میاں صاحب قادری سلسلہ
کے ایک اولیاء تھے وہ بھی کوٹھی میں خاں صاحب کے یہاں مقیم تھے۔ وہ کرسی پر آپ کے
قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے مراقبہ کیا کہ آپ کی نسبت کیا ہی اور کس قدر قوت
ہے دریافت کریں کچھ بت نہ لگا۔ پھر دوبارہ مراقبہ کیا۔ آپ یا تو لیٹے ہوئے تھے یا اٹھ
بیٹھے اور چند اشعار عربی کے پڑھتے نوشتہ میاں صاحب آپ سے تصور معاف کرنے لگے
اور اس وقت سے آپ کی بہت تعظیم کرنے لگے۔ حاجی حق داد صاحب اس کے راوی
ہیں کہ نواب محمد احمد سعید خان صاحب نوشتہ میاں کے یہاں عرس میں گئے اور حق داد خاں
صاحب بھی نواب صاحب کے ساتھ تھے۔ ایک وقت نوشتہ میاں اپنے کمرہ میں بیٹھے تھے
اور حق داد خاں صاحب ان کی کمرہ داب رہے تھے اور اس وقت صرف نوشتہ میاں کے
ایک خلیفہ تھے۔ محمد احمد سعید خاں صاحب نے نوشتہ میاں سے کہا کہ مجھے تجدید دعوت کر لیجئے۔

اس کو سنتے ہی نوشتہ میاں نے نہایت گھبرا کر اُن سے کہا کہ آپ کیوں بیعت کریں گے۔
 آپ کے پر نہایت زبردست اور کامل قوت والے ہیں۔ یہ کہہ کر اُس روز کا واقعہ مراقبہ
 کرنا اور آپ کا خفا ہو کر عربی اشعار پڑھنا کہ اُن اشعار کا مطلب یہ تھا کہ آدمی پہلے
 خود کو دیکھے اور یہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اُس روز معافی نہ مانگتا تو میری قوت
 اور سخت سلب کرنی جاتی۔ یہ کہہ کر نوشتہ میاں نے بیعت لینے سے انکار فرمادیا۔ اُس کے
 کچھ دنوں بعد خاں صاحب عرس میں خیر آباد حاضر ہوئے اور بعد فراغت عرس واپسی
 کے وقت حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر رخصت حاصل فرماتے ہوئے عرض کیا کہ
 میں کیا اجمیر شریف حاضر ہو سکتا ہوں اُس وقت آپ چھپر میں تشریف فرما تھے اور ایک
 صاحب خدمت میں حاضر تھے جب آپ نے یہ سنا تو دوسرے صاحب سے مخاطب ہو کر
 فرمایا کہ لوگ اجمیر شریف جہاں کہ ہماری پیشواؤں نے سالہا سال خدمت شاقہ کی ہے
 اور وہاں کا جانا ہمارے واسطے محض ہے جانے کو اجازت ہم سے مانگتے ہیں۔ اور
 دوسری جگہ مرید ہونے کو ہم سے نہیں پوچھتے۔ یہ فرما کر پھر نواب صاحب سے فرمایا
 میاں ضرور جاؤ اور جو کچھ بھی تم کہہ ملے گا حضرت صاحب قبلہ کے دربار سے ملے گا۔

ف۔ احمد سعید خاں صاحب مرحوم مغفور کی طرف آپ کی عنایت غائبانہ تھی یعنی وہ
 عنایت بغض تحفظ تعلقات متعلقہ یا اُن کو نپدار سے بچانے کے لئے جو بوجہ ریاست ہو سکتا تھا
 نہ اُن پر خود مشکف تھی نہ دوسرا شخص اس کا اندازہ کر سکتا تھا۔ اور اتفاق سے نوشتہ میاں صاحب
 نے سرکارِ اسلمی کا اندازہ احمد سعید خاں صاحب کے ظاہر اطوار سے کیا اس لئے اُن کو حرمِ آپ
 آپ کی منزل کی جانچ کی ہوئی ورنہ وہ ہر تال کے مختصہ میں مبتلا نہ ہوتے۔ خیر جو ہوا سو ہوا
 سرکارِ اسلمی نے بہت تحمل فرمایا ورنہ بڑی مشکل ہو جاتی کیونکہ آپ کو بطور تذکرہ و تسنیں قیادت
 کی حاصل تھیں اول خالوادہ قادریہ شریف کی شیخی کی نسبت۔ دوسری حضرت غوث الثقلین
 رضی اللہ عنہ کی اہلبیت کی نسبت۔

اب یہ کہ یا وجود و درخواست نواب صاحب ممدوح حضرت نوشہ میاں صاحب نے
 موصوف کو مرید کرنے سے انکار کیا۔ اس کی وجہ اول تو وہی ہی جو مذکور ہوئی دوسری
 وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے قوت جاوید اسلمی کا احساس کر لیا جو نواب صاحب میں مندرج
 تھی اور ان کا عین ثابت بول رہا تھا کہ ان کا خاتمہ حب سرکار اسلمی پر ہوگا کہ درخواست کے
 ساتھ ہی وہ عنایت کھل پڑی اور اللہ ناظری کا منظر پیش ہو گیا۔ اس عنایت خاص کا انداز
 اس شکایت سے ہوتا ہے جو حضرت نے بوقت اجازت حاضری امیر شریف فرمائی۔ شکایت
 خود تخصیص کی شاہد ہی۔ علاوہ اس کے جو حضرت نے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ملے گا وہ اسی دربار
 سے ملے گا۔ یہ نہایت جوش کے کلمات طیبات میں جو جو اسرار سے بھی اگر تو ملے جائیں
 تو بے قدری ہوگی۔ مجھے بطور خود اس عنایت کا مشاہدہ حاصل ہے۔ اس لئے میں نے
 اس تبصرہ میں طوالت سے کام لیا ہے۔ اور بالآخر اس مصرعہ پر مضمون ختم کیا جاتا ہے۔
 جواب تلخ نمی زید لب لباب شکر خارا

محرم الحرام ۱۲۵۵ھ

انسان کا دل کا کسبہ کی بیماری کو خفیف تصور فرمانے سے عارضہ

لاحقہ میں تخفیف و شفا حاصل ہوتی ہے

اور صاحبان حکومت باطنیہ کو جائے نزول احکام قضا و قدر کے تبدیل و بدل کا بھی
 اختیار رہتا ہے بقول شخصے کہ (نہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے)

ایک مرتبہ حاجی غلام محمد خاں صاحب جو نواب احمد سعید خاں صاحب کے فرزند اور
 حضرت رضی اللہ عنہ سے بیعت ہیں۔ ان کے محل میں سخت علیل ہو گئی تھیں۔ انھوں نے حق ادا
 خاں صاحب کو خط دے کر حضرت قبلہ کی خدمت میں دعا کے واسطے روانہ کیا حق واد خاں

خیر آباد پہنچ کر ہادی میاں صاحب قبلہ کے ہمراہ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے
 ہادی میاں صاحب قبلہ نے عرض کیا کہ نواب احمد سعید خاں صاحب نے خط بھیجا ہے آپ
 نے فرمایا سنا و حضرت میاں صاحب نے خط سنایا تو سن کر فرمایا کہ دسب مریض لوٹ پوٹ کر
 اچھے ہو جاتے ہیں کوئی دیر سے اچھا ہوتا ہی کوئی جلدی، اس کے بعد حق داد خاں صاحب کو
 بٹھایا اور خود بھی چار ترانہ چا ورا اور دھکے نیچے گردن کئے ہوئے تشریف فرما تھے۔
 حق داد خاں صاحب کو بٹھ کر میں منٹ گزرے ہوئے تھے کہ ایک دم اوپر کو سر اٹھایا۔
 اور حضرت نے نہایت غصہ و غیظ سے دو مرتبہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔
 حق داد خاں صاحب یہ سن کر ڈرے کہ ابھی تو آپ نے مریضہ کے اچھی ہونے کی نسبت
 فرمایا تھا اور اب موت کی خبر سن رہے ہیں۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی بھاگا ہوا آیا
 اور عرض کیا کہ سید اعجاز حسین صاحب کا انتقال ہو گیا آپ نے سن کر افسوس کیا۔ اور
 اِنَّا لِلّٰہِ الخ پڑھی اور اُس آدمی سے فرمایا کہ اچھے آدمی تھے اور حکم دیا کہ حضرت بڑے
 مخدوم صاحب قبلہ قدس سرہ الغریبہ کے آستانہ میں قبر تیار کرائی جاوے۔ وہ وہیں فن ہو چکی
 یہ فرما کر پھر اسی طرح نیچے گردن کئے ہوئے آپ بٹھ گئے۔ دو گھنٹہ کے بعد حضور نے پھر
 گردن گھبرا کر حالت غصہ میں اٹھائی۔ اُس کے بعد ایک شخص نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض
 کیا کہ جس جگہ حضور نے قبر کا ارشاد فرمایا تھا وہاں قبر کھودی گئی تو متصل اُس کی ایک پختہ
 قبر تھی اُس قبر کے کھودنے سے اُس قبر کی ایک اینٹ نکل گئی جس کی وجہ سے نہایت خوشنواں قبر سے نکل ہی ہے
 اب قبر کے واسطے کیا حکم ہے اس جواب میں ارشاد فرمایا کہ اینٹ اس قبر کی برابر کر کے وہیں قبر تیار ہو۔ خیر اس کے
 تیسرے روز حق داد صاحب نے حضور سے رخصت حاصل کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم تعویذ گندہ نہیں دیتے بدھن پانی لاؤ بعد از دم کرد
 اور تعویذ گندے میاں خادم حسین صاحب و مولوی ہادی علی خان صاحب ستیا پور میں لے لینا۔ حق داد خاں
 صاحب نے پانی بعد نماز دم کیا ہوا لیا اور ستیا پور سے حسب حکم تعویذ لے کر علی گڑھ گئے پانی وغیرہ
 مریضہ کو استعمال کرایا گیا۔ اس بعد اُس وقت تک زندہ بخیریت میں۔

ف - رسیدہ بود بلائے وئے بخیر گزشت - یہ معمولی باتوں میں مسجانی دکھانے کی کرامت ہے جس کا مرتبہ مثبت میں ذاتی ہونے سے ملتا ہے - جو نہایت اعلیٰ اور ارفع مقام ہے - جہاں کرامت کو کرامت نہیں کہتے ہیں - بلکہ محض ایک لطافت کے ساتھ تبدیل رکھنے کا ایسا معاملہ ہوتا ہے - دین محمدی عنہ ۱۸ محرم الحرام ۱۲۵۵ ھ یوم پنجشنبہ

(مناقب)

سرکارِ اہلبیت سے نوابوں کیسوں کو تجد خوانی کی اجازت
اور باوجود تعلق بے تعلق فرمادینے کی اہم قوت اور صاحبِ منزل
سے باتیں کروادینے کی عطائے خالص خصوصیت

ایک مرتبہ نواب احمد سعید خاں صاحب مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں درگاہ حافطیہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا - خادم میاں صاحب قبلہ نے اپنے مکان میں مجھے ٹھہرایا پچھلی رات کو آپ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ نماز تہجد پڑھو - میں نے نماز پڑھنی - پھر صبح کی نماز کے بعد مجھ سے فرمایا درگاہ میں حاضر ہوا اور خود اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے میں حسبِ حکم مزار تشریف میں حاضر ہوا ایک آواز میرے کان میں آنے لگی جیسوے کی آواز کی طرح اور وہ آواز بڑھتے بڑھتے قریب تھا کہ مجھ سے ہم کلام ہو اُس وقت مجھے یہ کیفیت اس قدر طاری ہوئی کہ میں وہاں ٹھہر نہ سکتا تھا افسوس وہاں سے چلا آیا - باہر درگاہ گئے کھلا تو آپ حجرے کے دروازہ میں کھڑے تھے - مجھے دیکھ کر فرمایا کہ مبارک ہو - اُس وقت سے خاں صاحب کی نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوئی اور نہایت باخدا آدمی ہو گئے -

تبصر - ف - یہ خصوصیت خاص ہوئی نواب صاحب مرحوم کی - کیونکہ اکثر اکابرین

کی یہ رائے ہی کہ نماز تہجد شریف اہل دنیا ریسوں تعلقہ داروں متمولوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور
حقیر مولف کی بھی یہی رائے ہے۔ پس سرکارِ اسلمی نے اُن کی تہجد خوانی میں اپنے آپ کو ملایا اور
صرف ہمت کے ذریعہ سے مدوح کو تہجد خوانی کا اہل بنایا۔ جس کا تذکرہ وار یہ خلاصہ ہوا کہ آپ نے
ایک تعلقہ دار کو باوجود کالی تعلقات بے تعلقی سے سرفراز فرمایا اور چوں کہ نواب صاحب مرحوم
کو بعد وصال شریفِ اسلمی کے زندہ رہنا تھا اس لئے آئندہ اپنی قبر میں زندہ و سلامت رہتے
کو ان کو یقین دلایا کہ حضرت شیخ قبلہ عالم جناب حافظ دو جہانی کے مزار مقدس پر بھیجکر ان سے
باتیں کر وادینے کے قریب پہنچا دیتا کہ خاں صاحب مدثر کو یقین کامل ہو جاوے کہ حضرات
اولیائے کامل بھی اپنی پاک قبروں میں مثل انبیاء علیہم السلام زندہ و سلامت رہتے ہیں۔ جن کا صرف
یہ نتیجہ نکالنا کہ اُن کی نماز تہجد پھر قضا نہیں ہوتی۔ اُس عطا سے لطیف کا پورا شکریہ نہیں ہی
لہذا میں یہ کتابوں کہ نواب صاحب کو عصری تجلی موسوی سے سرفرازی دلائی گئی۔ جب
یہ عقیدت رکھی جاوے گی تب یہ بیت لذت بخشتے گی کہ

مزارِ مبارک ہے یا طورِ سینا

و یا کعبہ دل ہے اہل صفا کا

خود صاحب مزار سے تکلم کر لیا بڑا کمال نہیں ہی بلکہ دوسروں کو صاحب مزار کے
سہاؤں بول سنوا دینا یہ کمال ہے۔ ایک اسلمی متوالے نے ایک درویش کو اسی مزار
مقدس سے یہ بیت سنوا دی ہے کہ

شاو باش اے عشقِ خوش سودائے ما

اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما

یعنی سرکارِ اسلمی کو ایسے کمالوں پر ایسا عبور کامل تھا کہ اُس کو وہ دوسروں میں منتقل کرنے
پر قادر تھے۔ جس کا شاہد اُس درویش کا مندرجہ بالا مشاہدہ ہی۔ جب ایسے واقعات پیش
آچکے ہوں تو جناب احمد سعید خاں صاحب کے قول کی تصدیق کی لذت مل سکتی ہے اور

مدوح کا حال جانا جاسکتا ہے۔ ۸۔ محرم الحرام ۱۳۴۰ء یوم پنجشنبہ میرٹھ

حضرت شیخ کی اپنے جملہ اہل مجلس سے دعا کروانے اور رضیوں

دم ڈلوانے اور چھوٹا ڈلوانے اور بعد خود اسکے فاعل ہونے کے معارف

آپ کی عادت شریف تھی کہ جو کوئی بیمار آتا تھا کہ آپ کچھ دم کر دیں تو اس وقت جتنے لوگ حاضر رہتے تھے سب سے فرماتے تھے کہ تم سب دم کرو۔ سب کے بعد خود بھی دم کر دیتے تھے۔ یہ عادت ہمیشہ آپ کی رہی۔

ف۔ اس کے معارف تو یہ ہوتے کہ آپ فقاہت تھے بصیغہ اظہار انکسار آپ تمام اہل مجلس کو اپنی مساویت میں لا کر اپنی تخصیص کو توڑ دیتے تھے مگر اس کے خاص معارف نہایت بلند ہیں کہ کوئی دوسرا اگر اس کو پرتے تو محض تقلید ہی تقلید ہوگی واقعیت ادا ہونا دشوار ہے اور وہ یہ ہیں کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ محمد صحبت حضرات اولیاء کے یوں فرماتے ہیں کہ

یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت ہے ریا
تو اگر صحبت حضرات اولیا موجب تغیر عظیم صلاحیت غیر نہیں ہے تو وہ قابل مدحت عظیم حبیبی کہ
حضرت مولانا نے فرمائی نہیں ہو سکتی ہے۔ مگر تاہم حضرت مولانا معنوی کے قول پاک کی نہایت
صراحت سے مع الزوائد احادیث سے ہو رہی ہے جس میں کی ایک حدیث شریف یہ ہے
من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل تصوف۔ خلاصہ ترجمہ جس کو خدا تعالیٰ
کی مجلس میں بیٹھنے کا شوق ہو اس کو چاہئے کہ اہل تصوف کی مجلس میں بیٹھے۔۔۔۔۔

مراتب اہل مجلس اولیا کے فضائل کی حکایت
ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر

فرمایا کہ اگر لطفیل یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی شفاعت گنہگار ان کا منصب مرتبت
 ہوا تو اسے اہل مجلس میں تم لوگوں میں سے کسی کی بھی سفارش یا شفاعت نہ کروں گا۔ یہ سن کر
 تمام اہل مجلس پر آگندہ و حیران و پریشان ہو گئے جب ان کا اضطراب بہت بڑھا تو حضرت
 نے مسکرا کر فرمایا کہ ناحق تم لوگ پریشان ہو گئے۔ لو سنو۔ یہ میں نے اس لئے کہا کہ تم لوگ
 میری صحبت کی برکت سے خود شفاعت کرنے کے مرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے اور ظاہر ہے
 کہ جو خود شافع ہو اس کو کسی کی شفاعت کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔ اس لئے میں نے
 کہا کہ میں شفاعت نہ کروں گا۔ اہل بات یہ تھی کہ قوت توحیدی کی وجہ سے مجلس پاک اسلمی
 اپنی ملاحت واقعہ کی وجہ سے کان نمک کی مثل ہو جاتی تھی۔ جو اس میں بیٹھا ہوتا تھا
 وہ ملاحت اسلمی سے سرفراز ہوتا تھا۔ یعنی آپ کی مجلس میں بیٹھ کر ہر شخص آپ ہو جاتا تھا
 کیوں کہ نمک کی کان میں عام گھاس جو کچھ پڑ جاتا ہے وہ نمک ہی ہو جاتا ہے۔ یعنی قوت اسلمیہ
 تفرقہ کو ہٹا کر سب کو اسلم ہی اسلم بنا لیتی تھی اور اگر کوئی ناقص اسلمیت کو تسلیم نہیں کرتا تھا تو
 اس کے وہم کے معطل کر دینے کی قوت اتنی دیر کے لئے جتنی دیر وہ آپ کی مجلس میں بیٹھے
 آپ کو حاصل تھی اس لئے آپ کی مجلس کی پھونک صرف ایک ہی حضرت اسلم صاحب کی
 نہیں ہوتی تھی بلکہ بہت تعداد کی اسلمیت کا سمبول اس میں ہو جاتا تھا۔ اور بیمار شفا پا جاتا
 تھا۔ وہ لوگ خوش نصیب تھے جو جلسہ سے علیحدہ ہو کر بھی اسلمیت کو سر پر بٹھائے رہتی تھی
 اور وہ لوگ ناکامیابی میں پڑنے والے تھے جو مجلس سے اٹھ کر متبلائے وہم ہو جاتی تھی
 اسی لئے احقر مولف کی یہ رائے ہے کہ اگر آداب مجالس حضرات اولیاء اور مشائخین معلوم
 ہوں تو مجلس میں بیٹھنے سے علیحدہ رہنا اچھا ہے مگر سرکار معنوی اس کو تسلیم نہیں فرمائے۔
 اور فرماتے ہیں کہ۔ حاضراں از غائبان لاشک بہ اند

اور چونکہ احقر مولف کو آپ ہی کے صاحب نے مسلمان کیا ہی اس لئے مجھے بھی یہی
 اچھا معلوم ہوا کہ آپ کے جملہ اصحاب کا ہمیشہ مدح رہوں۔

لہذا میں مولانا محمد ہادی علی خاں صاحب مظلہ العالی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں
جنہوں نے یہ حالات مجھے مرحمت فرمائے اور میں نے اُس کی تسطیر سے فراغت حاصل
کر لی۔ صرف مناقب متعلقہ وصال یا قی ہیں وہ آخر میں درج ہونگی۔

۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ مقام میرٹھ کوٹھی نمبر ۱۶۹

روایت مولانا محمد ہادی علی خاں صاحب قبلہ موثق جہاد الال

۱۳۵۹ھ نسب تھیں عم شریف امینہ بیگم علوم طالعہ وغیرہ

صحیح طور پر حال عمر شریف معلوم نہیں ہے مگر اس قدر معلوم ہے کہ جوان تھے بیس سال سے
کچھ زیادہ عمر تھی جب حضرت صاحب قبلہ کے ساتھ حیدر آباد گئے تھے۔ قریب دس برس حضرت
صاحب کے ساتھ رہے۔ بعد ہندوستان آئے دس برس یہاں رہے اسی زمانہ
میں (دبڑے) حضرت علیل ہوئے اور علالت میں آپ کو خلیفہ کیا اُس وقت آپ چالیس
برس سے ایک دو برس زیادہ کے تھے۔ اور چون برس بعد وصال پر و مرشد کے آپ
وصال فرمایا اس حساب سے آپ کی عمر شریف (۹۷) سال سے کچھ کم و بیش ہوتی ہے
ف۔ ۲۲ سال کی عمر ابتدائی بوقت روانگی حیدر آباد اگر رکھی جاوے تو ۳۲ سال
کی عمر میں واپسی ہندوستان کی ہوتی ہے۔ اُس پر اگر دس سال اور اضافہ کئے جاویں تو
۵۲ سال ہوتی ہیں کہ یہ عمر سرکارِ اعلیٰہ کی اُس وقت ہوتی ہے جب آپ خلعت فاخرہ
خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اُس کے بعد (۵۴) سال تک آپ نے خدمت خلافت
وجائیشنی کو انجام فرمایا اس کو اگر ۴۲ میں اضافہ کیا جاوے تو ۹۶ سال ہوتی ہیں۔ لہذا
۹۶ یا ۹۷ سال کی عمر شریف ان قرائن سے صحیح معلوم ہوتی ہے۔
اب یہ کہ تعلیم کس استاد سے حاصل کی اس کا حال بالکل نہیں معلوم ہے آپ کے نانا

اور ماموں صاحب عالم تھے اُن سے پڑھا ہوگا۔

ف۔ یہ خیال صحیح ہے کہ آپ نے علم ظاہر کی تکمیل بطور خانگی مکان پر فرمائی اور بعدہ ایک سخت بیس سال تک صحبت حضرت شیخ کامل میں رہے۔ اُسی میں مجاہدات بھی فرمائے۔ غرض کہ بوقت خلافت آپ بہ طور کامل مکمل ہو گئے تھے۔

مناقبِ سلیمہ حضرت ابراہیم صاحبِ حاجی غلام محمد صاحب

صاحبِ دُعا و دُعا علی گڑھ تعلقہ دار تعلقہ حافضہ سلیمہ

میں کمینہ بندہ حافضی میں غلام سلیمی
اسی آستانہ کی خاک ہوں اسی نقش کا غبار

اپنے اخوان الصفا کے ظاہری تعلقہ کے ساتھ اپنے تعلقہ کو
اکراماً ملا دنیا اور اُس کی تکمیل کے لیے تہذیب سفر گوارا فرمانا اور تعلقہ
بصیغہ تقویٰ یا برائے اہلکار بے نیازی فقرائیں کی مانگی ہوئی سوار
پر نہ سوار ہونا۔ اور طے ارض کی سرکار سلیمی سے اہلکار کرامت معہ

لوازمات استسار کرامت

مولوی سخاوت حسین صاحب سہسویں رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر مناقب حافضہ میں بعض مقام پر
مؤلف مناقب حافضہ نے بھی کیا ہے۔ میرے والد اور چچا کو پڑھاتے تھے اور اسی تقریب سے
اُن کا قیام دادوں میں رہتا تھا۔ اولاً اُن کو سرفراز خان نے کو واسطے حضرت حافضہ صاحب قبلہ
قدس سرہ رحمۃ دادوں تشریف لے گئے۔ واضح رہے کہ علی گڑھ سے دادوں ۱۷ میل کے

فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اس زمانہ میں علی گڑھ سے دادوں تک نصف راستہ (۱۳ ۱/۲ میل) پختہ
 اور نصف راستہ خام تھا۔ چنانچہ حضور نے علی گڑھ سے تا ختم ٹرک پختہ گویا نصف مسافت
 بسواری گھوڑا گاڑی مع مولوی ہادی حسن صاحب و مولوی خادم حسین برادر زادگان خود
 طے فرمائی۔ خام راستہ طے کرنے کے واسطے جوڑی کا انتظام کیا گیا تھا اور راستہ میں ایک جوڑی
 کی ڈاک لگا دی گئی تھی جب حضور گریہ کی گاڑی سے اترے صاحبزادوں کو جوڑی پر سوار
 کر دیا اور فرمایا کہ ہم آگے بڑھ کر استنجا پاک کرتے ہیں۔ تم بعد کو آنا۔ حضور کو طہارت کا بہت
 زیادہ خیال تھا اور تا دم آخر اس احتیاط سے غافل نہ ہوئے۔ بہت سے امراض حضور
 کو ایسے لاحق تھے جس میں پانی کا استعمال مضر تھا۔ مگر ایک ادنیٰ شہ پر آپ کامل طہارت
 فرمانے لگے۔ پس حضور جوڑی پر روانہ ہونے سے پہلے پیادہ تشریف لے گئے۔ صاحبزادوں
 نے کسی قدر انتظار واپسی کے بعد جب آپ کی واپسی سے یاس ہو گئی جوڑی کو روانہ ہونے
 کا حکم دیا۔ رفتہ رفتہ تمام بقیہ مسافت طے ہو گئی مگر حضور راستہ میں کہیں نہ ملے۔ جوڑی کی گھوڑی
 بہت تیز رفتار تھی۔ قریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ میں جوڑی فصائے دادوں میں پہنچ گئی۔ مولوی
 سخاوت حسین صاحب جو چشم بر راہ انتظار تھے یہ دیکھ کر کہ حضور کی سوار کی آگئی۔ قدیموں
 کے واسطے حاضر ہوئے یکایک دیکھا کہ جوڑی میں صرف صاحبزادگان ہیں اور حضور تشریف
 نہیں رکھتے ہیں۔ مضطرب ہو کر جوڑی والی اور نیز صاحبزادگان سے دریافت کیا کہ حضور
 کہاں ہیں۔ صاحبزادوں و نیز جوڑی والی نے کہا کہ حضور جوڑی کے روانہ ہونے سے
 پہلے بضرورت استنجا تشریف لے گئے تھے مگر پھر واپس تشریف نہیں لائے بعد انتظار
 واپسی آخر جوڑی روانہ ہو گئی۔ الغرض اس تشویش میں جوڑی واپس پہنچ گئی۔ مگر
 حضور راستہ میں بھی نہیں ملے۔ مولوی سخاوت حسین صاحب و دیگر منتظرین اس واقعہ ہائلہ کو
 سن کر متروک و اور پریشان ہوئے اور اسی عالم پریشانی میں مولوی سخاوت حسین صاحب بستی میں
 آئے تو معلوم ہوا کہ حضور آبادی کی مسجد میں رونق افروز ہیں۔ مولوی سخاوت حسین صاحب

سکراتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صاحب ہم تو بہت آرام کے ساتھ یہاں پہنچ گئے۔
 اور یہاں آئے ہوئے ہم کو بہت دیر ہوئی حضور کا یہ قاعدہ تھا کہ جس قبضہ یا شہر یا
 بستی میں تشریف لے جاتے پہلے سب کے وضو فرما کر مسجد میں دو رکعت نماز نفل
 ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ جب مولوی سخاوت حسین صاحب وہاں پہنچے تو حضورؐ کو گناہ
 نفل ادا فرما چکے تھے۔ اس حکایت کے مطالعہ کرنے کے بعد ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ
 حضورؐ میں کوئی ایسی غیر معمولی قوت تھی جس کی وجہ سے اس قدر جلد اور اتنی طولانی
 مسافت طے فرما گئے۔ نیز یہ واقعہ بھی انسانی عقل سے باہر ہے کہ حضورؐ دہلی سے خیرآباد
 تک پیادہ تین دن میں سفر فرماتے تھے۔ القصہ داووں میں حضورؐ کا قیام ایک ہفتہ کے
 قریب رہا اور اسی دوران قیام میں میرے دادا صاحب اور والد صاحب اور چچا صاحب
 بلکہ میرا تمام خاندان سلسلہ غلامی میں داخل ہو کر سرفراز ہو ا اور اسی مختصر قیام کے زمانہ
 میں ایک دن کے واسطے گنگری بھی تشریف لے گئے جس کا ذکر اجمالاً مناقب عافیہ
 میں کیا گیا ہے۔ جہاں کے لوگوں نے بڑے حضرت صاحب قبلہ کو اولاً ٹہرنے نہیں دیا تھا
 پھر صبح کو تمام مرد اور عورتوں نے حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ اس قبضہ میں حضرت مخدوم
 سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان آباد ہے جس کا سچرہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت سید مخدوم اسحاق
 رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مخدوم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا پانچواں واسطہ ہے۔ لہذا حضرت سید
 مخدوم اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الاعظم قدس اللہ روحہ کے پوتے ہیں
 اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر المشہور بابا صاحبؒ کے داماد تھے جن کا فرار متعد
 پاک پٹن شریف کی آبادی میں مرجع خلافت ہے۔ سلسلہ ایسی حضرات نورگان مذکور الصدر
 حسب ذیل ہے:-

(۱) حضرت گنج شکر مخدوم فرید الحق والدین رضی اللہ عنہ۔

(۲) حضرت سید بدرا الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت سید علاء الدین

(۴) حضرت معین الدین رحمۃ اللہ علیہ - (۵) حضرت سید خواجہ مخدوم سنائی
قدس سرہ

واضح رہے کہ یہ وہ خاندان ہی جس کو بڑے حضرت صاحب قبلہ نے اپنے دست حق پرست
سے فیضیاب فرمایا تھا اور جب ہمارے سرکار تیسری مرتبہ دادوں تشریف لے گئے تو گنگویری
بھی رونق افروز ہوئے۔ چنانچہ اس خاندان میں جو لوگ ہمارے ہم عمر تھے شرف بیعت سے
مستفہ ہو کر غلامی کے سلسلہ میں داخل ہوئے اور ان کی اولاد گونا گوارت حضور سے شرف
نہیں ہوئی ہے۔ مگر وہ سب اپنے آپ کو حضور کا غلام اور فرمانبردار سمجھتے ہیں۔ سید
غوث علی صاحب جو ایک نہایت دلیر اور شجاع لوگوں میں شمار ہوتے تھے وہ بھی ہمارے
حافظ صاحب قبلہ کی غلامی میں داخل تھے چنانچہ جب حضور گنگویری تشریف لے جا کر مخدوم
صاحب کی مسجد میں رونق افروز ہوئے تو سید غوث علی صاحب بھی حاضر ہو کر ادب اور تعظیم
کے ساتھ دوڑاؤ حضور کے سامنے بیٹھ گئے۔ اسی نشست کے سلسلہ میں اتفاقات متفرق
مقام پر ایک سرخ بھڑنی ڈنک مارا مگر خیال سو راوی سید صاحب موصوف کے پہرہ پر
نہ شکن آئی اور نہ پہلوید لایہ بھی مہیت حضور والا کا ایک تصرف تھا۔

ف۔ واقعی سفر اول نواح دادوں قیام حضرت مولانا نواح صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
کی وجہ سے تھا اور مولانا محدوح کا صدق طلب اور عشق حافی و اتباع سرکارِ اسلمی اس فضل
کا مستحق بھی تھا۔ کیوں کہ وافر تنگی سخاوت حسینی احقر مولف کے نزدیک بالکل اس دوسرے
کی مصداق تھی کہ:

نظام الدین اولیا رنگیلے بنے کو سنگ سنگ اپنے پھر اوں گئی

پس اگر سرکارِ اسلمی کی رونق افروزی اس مبارک نواح میں نہ ہوتی تو تمام اراضیات
دل تر و دودھہ بلا تخم زہری کے پڑی رہ کر خراب ہو جاتیں اور خود مولانا تخم زہری فرما نہیں
سکتے تھے۔ اس لئے کہ وہ خود بالذات اچھے دیار تھے بیاں باران کے پاس

کہاں تھا۔ اور اگر مولانا کی عدم استطاعتی بابت ادائے کرایہ مشکوف ہوئی اور صاحبزادوں کا ساتھ نہ ہوتا تو میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کرایہ کی گاڑی پر بھی قدم نہ دھرتے۔ جس طور پر پہلی مرتبہ سفر دادوں کیا تھا وہ ہی عمل اس دفعہ بھی کیا جاتا۔ حالات سفر اول۔ پہلی مرتبہ سفر مولوی سخاوت حسین صاحب اس طور پر ہوا کہ حضور دادوں تشریف لے گئے اور مولوی سخاوت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں موجود نہ تھے۔ شب کو حضور نے منبر پر قیام فرمایا اسی فقہ کے تشریف فرما ہونے پر اکبر علی اور گلاب شاہ کو سلسلہ غلامی اخل ہونیکا شرف حاصل ہوا اور بلا کسی سہولت صبح حضور تشریف لیگئے۔ اسی مولوی سخاوت حسین صاحب ہر سے تشریف لے آئے اور زبانی گلاب شاہ اکبر علی معلوم ہوا حضور تشریف لائے اور تشریف لیگئے مولوی صاحب نے بت کر یہ کیا دادا صاحب گلاب شاہ و اکبر علی سخاوت حسین صاحب کو دانہ کیا حضور پر اہم نہیں۔ وہاں سے پھر دادوں تشریف لائے اُس وقت دادا صاحب مولیٰ صاحب والد صاحب بھی غلامی میں داخل ہوئے علاوہ اس کی عدم سواری جوڑی میں اور بھی رموز تھے (۱) کل سفر کا نصف راستہ اگر سواری پر طے کیا جاوے تو نصف پیادہ طے کرنا چاہئے۔ تاکہ پیدلوں یا سواری کے جانوروں یا بھینس حیوانوں کا حق ادا کیا جاوے۔ (۲) رُسیوں اہل دنیا کو یقین دلانا کہ اُن کی مراعات سے فقرا آزاد ہوتے ہیں۔ (۳) اپنے نفس کو یقین دلانا کہ تجھ کو ہم اُن موقعوں پر بھی محروم رکھنے کی قوت رکھتے ہیں جہاں تیری محرومی میں شرم نہ آئے یا ذلت اُٹھانی پڑے وغیرہ وغیرہ آہ حضرة مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ کو جب مسجد قبضہ میں داخل ہوئے ملا کہ اُن کو بھی حضرت کی مسکراہٹ سے یہ فرید یقین ہوا کہ واقعی یہ سفر بالکل اُنھیں کو نہال کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے اُس کے بعد اہل علم کے تصرف نے اُس طرح کے لوگوں کے دلوں کو اپنا قبلا بنالیا۔ سرکار کے ہاتھ بک گئے۔ اگرچہ اس سفر کے باطن میں بعض حضرات طالبانِ صادق کا جاذبہ بھی مضمر تھا مگر باوجود اس کے ذات پاک اہل علم محض مولوی سخاوت حسین صاحب قبلہ ہی کو سر فرما کر ان کے تشریف لے گئے تھے اور سلسلہ کار از کار خیر دوسرے معاملات بطور پزیر ہوئے۔

اگر باوجود ان معارف کے بھی تشکیک پہنچا نہ چھوڑے تو ان مسائل طرقت سے عقائد صحیح کہ لیا چاہئے۔ کیوں کہ اور اک پاکبازی فی زمانہ معدوم ہو گیا ہے کہ حضرت شیخ کو جائز بلکہ لازم ہے کہ اُس نواح کا سفر اختیار فرما دے جس نواح کے لوگوں کی استعداد قبولیت فیض باطن اسلام کا علم اُس کو دیا جاوے اور اُس نواح میں پہونچ کر محض اہل سلسلہ اور اُس کی وصیت کے لئے اُن فی اثروں سے پہلے تعلق کرے جو تشریف روضات کے خود اچھے آئے بن سکتے ہوں یا جن کا اثر پڑ سکتا ہو۔ جس کا حکومت ارضی اسلام نے چھوڑ دی ہے اُس وقت سے فیوضات یا طنی پہنچانے کے لئے یہ فتوے ہوئے۔ اگرچہ احقر مولف کے نزدیک سرکار اسلامیہ اس فتوے کے عامل نہیں تھے مگر دوسروں کو سوز طنی سے بچانے کے لئے میں نے یہ طرقت کا مسئلہ لکھ دیا ہے۔

اور پیادہ جو سفر آپ نے طے فرمایا ہے اُس میں طے ارض ہوا ہی ورنہ فٹن یا گاڑی بھگا کر آپ ردک کر سوار کئے جاسکتے تھے یا اوصرف کے آئیوالوں مسافروں سے آپ کے آگے جانے کا حال معلوم ہو سکتا تھا یہ کیا اور کیا سفر تھا کہ آگے پیچھے اور کسی اوسط و آگے نے آپ کو دیکھا بھی نہیں اور آپ منزل مقصود کی مسویر میں داخل ہو گئے۔ استنجا وغیرہ کو صحیح ہو نہ کہ یہ اور ایسے اور معاملات استمار کج امت میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی جید و لیر طالب بھیجا کر لیتا تو کم سے کم اُس پر ضرور حال کھل جاتا۔ احقر مولف نے ایک روش کے پیچھے دوڑ کر ایسے معاملات کی تھوڑی محض دید حاصل کی ہے۔ دوسرا امر خاص اس سفر میں اہلیان گنگیری پر مقابلت کا بہت ضروری تھا کیونکہ جو اپنے گرد نہ ٹھرنے دے اُس کے دل میں اُتر کر دکھا دینا چاہئے کہ انسان کامل کی کیوں روک نہیں ہے۔ اگر باہر کی ردک کی جاوے گی تو وہ اندر داخل ہو جاوے گا۔ جہاں سے اُس کو کوئی بے دخل نہیں کر سکتا کیونکہ ارض و دل اس کی ذاتی ملک ہے۔

حضرت سید غوث علی صاحب کو اچھی توفیق ادب دی گئی اور حضرات دادوں نے اچھا

خلو من کھلا یا جس کی کافی دید اس وقت دیدار غلام محمدی سے ہو رہی ہے۔
 اور محرم الحرام ۱۲۳۵ھ مقام لتھیری ضلع مظفرنگو۔

سکر اسلمی کنز کی محض پیش کنندہ کو خوش کرنے کے لئے قبول کرنے کی حکایت

(جس کو اصطلاح میں قبولیت یہ نیت رکھتے ہیں)
 جہاں تک امکان تھا حضور حضرت صاحب قبلہ نذر لینے سے بچتے تھے۔ بلکہ نہیں لیتے
 تھے۔ پنچا پنجہ حب حضور دوبارہ دادوں شریف نے گئے تو میرے دادا صاحب نے یہ سن کر
 کہ حضرت صاحب کو گائے کا بہت شوق ہی ایک خوبصورت گائے حضور کے نذر کی اُس کو حضور
 نے بہت مسرت کے ساتھ منظور فرمایا اور بعض طرز عمل سے قبولیت کا یقین بھی دلایا یعنی جب
 میرے خاندان کے لوگ قدیموسی کے واسطے باہر سے حاضر ہوتے تھے تو اُن سے بچندہ
 پیشانی ارشاد ہوتا تھا کہ ہادی یا رخاں نے ہم کو نہایت عمدہ گائے دی ہے اور اُس کا بچہ
 بھی نہایت خوب صورت ہے۔ نیز جب تک دادوں میں حضور نے قیام فرمایا روزانہ اپنے سامنے
 اُس کو دانہ کھلاتے رہے انھیں حالات پر نظر کرتے ہوئے قبول نظر کا دادا صاحب کو یقین
 تھا اور یہ اُن کی نہایت مسرت کا باعث تھا۔ لیکن واپسی کے وقت یکا یک حضور نے فرمایا
 کہ ہادی یا رخاں تم نے گائے ہم کو بہت اچھی دی ہے مگر اُس کا بچہ چھوٹا ہے اُس کا خیر آباد
 تاکا پنچیا بہت دشوار ہے اس کے جواب میں میرے دادا صاحب نے ادب کے ساتھ گداز
 کی کہ گائے ریل پر جائے گی تب ارشاد ہوا کہ اکثر ریل پر چڑھاتے ہوئے جانوروں کو نقصان
 پہنچتا ہے۔ لہذا تم نے گائے دی ہم نے نی اور اپنی طرف سے ہم نے احمد سعید خاں کو
 دیدی۔ الغرض گائے کو خیر آباد لانے کی اجازت نہیں دی۔

ف۔ اب تک رعبان داووں سے تعلق نہیں تھا اور اُس کے بعد تعلق ہوا تو یہ برتاوہ مودے لگا جو اس حکایت میں مذکور ہے تو اس تعلق کا سوائے تعلق میں تعلق اور کچھ نام نہ ہوگا اور صغیہ اوارت کی ہدایات جو پہچانی گئیں وہ بشد فیض رسانی ہو گئی چنانچہ وہ شروع ہو گئیں۔ گائے موعہ پہ قبول کر کے ہادی یار خاں صاحب کو نہال کر دیا گیا اور آسمانی قبولیت بھی منگا دی گئی اور آسمان پر غلغلہ بھی مچا دیا گیا کہ ہادی یار خاں صاحب مرحوم نے ایک معظّم انسان کامل اور حضرت شیخ کا دل خوش کیا اور حضرت خاں صاحب مرحوم کی اہل خاندان وغیرہ میں اُن کی عزت اور وقت کہہ کر بڑھائی گئی اور دونوں بھائیوں کی قبولیت خاں صاحب کے بڑھانے میں اپنا مرتبہ گھسایا گیا اور قبولیت گائے کی ملامت اپنے سراوڑھی گئی اور جب یہ سب نچتہ ہو گیا تو وہ گائے وہ تو خود پھر کر لے نہیں سکتی تھے اُن کے صاحبزادہ صاحب کو تحفہ یا تبرکاً دے دی گئی۔ اس جہاں کے قربان۔

اُسی وقت فوراً حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ کا یہ قول صادق آگیا کہ

زلت اویہ زطاعت نزد حق پیش کفرش جملہ ایمانا حلق

بالآخر احقر مولف اپنے سچے یقین سے عرض کرتا ہے کہ یہ بالکل سچ ہی کہہ گئی کسی حال میں آپ نے کسی اپنے مرید اور غیر مرید سے خاص اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں لیا۔

۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

تذوق قبول شد کا اہتمام داشت اور اُن کا اسی مصروف

میں صرف ہونا جس کے لئے وہ پیش میں اور ذاتی بے تعلق

عرس کی تقریب میں جو کوئی رو بہ بھیجا یا دیگر خدمات پیش کرتا تھا حضور بیت خود شہود ہو کر اُس رقم یا دیگر خدمات کو قبول فرماتے تھے۔ مگر کبھی اُس رقم کو اپنے پاس نہیں

رکھتے تھے بلکہ کارکنان عرس کے پاس بھیجوا دیتے تھے۔

ف۔ کسی رسم نقدی یا تحفہ یا خدمات کا پیش ہو کر منتظم کے پاس چلا جانا اور اسی منتظم کی معرفت صرف میں آجانا یا ٹھکانے لگ جانا بالکل اس رسم یا تحفہ تحائف میں ہاتھ نہ لگانا ہے جس کی عاشقانہ مثال یہ ہوئی کہ آپ باوجود چھوٹے کے بھی اچھوتے رہتے تھے۔

عرس کی رسم عرس ہی میں صرف ہوتی تھی اگر اتفاق سے عرس آتی تھی تو واپس بیاتی تھی بے لوثی اسکو کہتے ہیں

داؤں سے عرس کی نذر جو آیا کرتی تھی اتفاقاً ایک مرتبہ وہ رقم مقررہ ۱۹ ذیقعدہ کے بعد ۲۰ یا ۲۱ ذیقعدہ کو پہنچی جسے مسمیٰ اکبر علی جو غلامی میں لے آئے تھے چنانچہ رسم واپس فرما کر ارشاد ہوا کہ ہادی یا رخاں سے کہہ دینا کہ جو کام تھا وہ ہو چکا۔ مجھے روپیہ کی کوئی ضرورت نہیں اب بے کار رہی اور سانپ ہر جگہ ٹیڑھا چلتا ہے مگر بانی میں سیدھا جاتا ہے۔ ان الفاظ سے اظہارِ تہنیت ہوتا ہے۔ مجھ عاجز کا یہ ایمان ہے کہ ہم غلاموں سے حضرت صاحبِ قبلہ ناخوش نہیں ہوتے تھے بلکہ جو کچھ ارشاد ہوتا تھا وہ بطور ہدایت ہوتا تھا جسے سن کر میرے دادا صاحب قبلہ کے دل پر نہایت سخت اثر ہوا مگر اس کے بعد پھر میرے دادا صاحب نے کبھی اس رسم کی غلطی یا تاخیر نہیں ہونے دی۔

ف۔ یہ پاکبازی اور غنایات ہیں جن پر رئیسانِ دادوں فرقتہ ہوتے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ روپیہ رکھوالیا جاتا اور درگاہ کے کسی اور صرفہ میں صرف کیا جاتا۔ مگر یہاں تو یہ دھن تھی کہ ہر مدکار روپیہ اسی مد میں صرف کیا جاوے جس کے لئے وہ نذر ہوا ہے تاکہ حساب کتاب آخرت سے کچھ واسطہ نہ رہے بلکہ بوقت حساب کتاب یہ جواب دیا جا سکے کہ دہم کیا جانیں جو جس لئے دیتا تھا اسی میں صرفہ دوسروں کی معرفت ہوتا تھا، ایک قول پاک

حضرت مولائے کائنات نقل کیا جاتا ہے جس سے نفرت حساب کتاب آخرت نکلتی ہے
 اور وہ یہ ہے کہ حرام راغذاب است و حلال را حساب - ترجیح - حلال کا حساب
 ہے اور حرام پر عذاب ہی - نیز و یک نازک طبعان حساب ہم عذاب است - لہذا ترک اوست -
 ترجیح - اور نازک طبعیوں کے لئے حساب بھی مثل عذاب کے ہی - لہذا ترک
 بہتر ہے - آہ آپ چوں کہ ابن علی مساوات عظام کے اعلیٰ کردہ فاطمی سے تھے اور شاہ اللہ
 بہت نازک مزاج اور غیور طبع بھی تھے اس لئے آپ کو بھی حساب کتاب آخرت سے نفرت
 تھی جو کم سے کم موجب تاخیر و دیر بازی ہوتا ہی - اس لئے آپ یہاں کا حساب کتاب ہمیں
 بے باق فرمانا ہمیشہ پسند کرتے تھے - غرض کہ آئی ہوئی تذروا پس کردی گئی اور نہیں گئی
 اور معشوقانہ عتاب بھی کیا کیا جس کے الفاظ یا صواب ہزاروں خطابات سے افضل تھے
 کیوں کہ اُس میں خائفانہ موقوعہ بقعہ خیر خیر آباؤ کو صاحبان وادوں کا گھر تسلیم کیا گیا
 وہ بھی شہنشاہی بے مثل خطاب بھی دیا اور ساتھ ہی اُس کی ہیبت بھی قائم رکھی -
 جواب تلخ می زید لب لعل شکر خارا

تاکید اتباع شریعت و اورد وظائف وغیرہ کا مختصر حال

ہمارے حضور ہمیشہ پابندی شریعت کا خیال رکھتے تھے - اور ہر امر میں شرع شریعت
 کو مقدم رکھتے تھے جس کا ذکر کسی دوسرے موقع پر کیا گیا ہی - نیز ہم غلاموں کو بھی یہی
 خاص تاکید تھی کہ اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہنا -

ف - شغف حب رسالت کی یہ خاص علامت اور نشانی ہے - اور فنون شہنشاہی سے
 یہ بہت اعلیٰ فن ہے کہ مریدوں کو حدود و شریعت سے نہ گرنے دیا جائے - کیوں کہ شریعت
 کی نیچی منزل کفر ہے پھر عالمیکہ آپ مبلغ قوم اور شیخ الاسلام تھے بھلا اپنے غلاموں کو
 کیوں شریعت سے گرنے دیتے -

(مناقب)

عام غلاموں کے واسطے ارشاد تھا کہ تمہاری بخشش کے واسطے یہی نماز بخجرتی کی پابندی کافی ہے پابندی نماز کا جو حکم ہوتا تھا میرے خیال میں اس کے معنی میں تاکہ اخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہوتی رہے۔ اپنے غلاموں کی بخشش کا معاملہ تو خود حضور نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا مگر بظاہر نماز کی پابندی کی تاکید فرما کر اس راز پر پردہ ڈالتے رہتے تھے۔ مریدوں پر زیادہ وظائف کا بار کبھی نہیں ڈالا۔ اس کی وجہ یہ ہی کہ بڑے حضرت صاحب قبلہ نے اپنے غلاموں کو اس دولت سے مالا مال کر دیا ہی جس کا ذکر مناقب حافظہ میں موجود ہے جو شخص اس کا پابند ہو پھر اس کو زائد وظیفہ اور ورد کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہم غلاموں کو بڑے حضرت صاحب قبلہ کے ارشادات پر عمل کرنے کے بعد کسی چیز کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

(تبصرہ)

ف۔ آہ بار بار نماز کا ذکر کرنے سے دل بھرا یا اور یہ کہ دینا پڑا کہ آپ جس نماز کو نماز فرماتے تھے وہ نماز ہے جس کو طبقہ صوفیہ صافیہ اور مشائخین نے نماز مانا ہے یعنی نماز با حضور جس کے پڑھنے والے کے لئے دوسروں کا بخشنا ناممکن ہو جاتا ہے کیونکہ آپ فقہاء کی نماز پر پس فرمانے والے نہیں تھے جس میں آدھا تیرا اور آدھا بیڑا ہوتا ہے یعنی محض تکبیر تحریم کے وقت کا سماعی حضور کافی تیلایا جاتا ہے باقی حصہ نماز میں چاہے سبیل ہی خطروں کے ذریعہ کھو جائے مگر نماز جائزہ تیلانی جاتی ہے کہ اس جواز کی ذمہ داری سے حضرات صوفیہ نے اپنی بریت کر لی ہے۔ اس کے حضرات فقہاء ذمہ دار ہیں۔ بے شک آپ کے حکم اربع شریعت کا یہی منشا تھا کہ لوگ اپنے آپ کو زندگیاں اپنے انعام و بخشش کو زیر اتباع آثار محمدی چھپانے کی اپنے زمانہ کے بہت بڑے ہشیار اور بیدار شیخ المشائخ تھے۔

شرح ایں کوثر کنز رقیب دم مزن و لیلدا علم بالصواب

واجب پاك اسلام اور اس كى اهميت و جبروت و قیوت اور برکت

وقبولیت دعا و غیرہ

ہمارے حضرت صاحب جب علیہ السلام فرماتے تھے تو ایک مخلوق کا رجحان ہوتا تھا اور اطراف و جوانب سے لوگ اپنی حاجتیں پیش کرنے کے واسطے حاضر ہوتے تھے اور جب کوئی حاجت پیش کرتا تھا تو حضور ہمیشہ یہ ارشاد فرماتے تھے کہ بھائی ہمارے پاس کیا ہے بڑے حضرت صاحب قیلہ کے پاس جاؤ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوتا تھا کہ ہم بھی دعا کرتے ہیں اللہ قبول فرماوے۔ میں نے بحشم خود دیکھا ہے کہ ہمارے حضرت صاحب قیلہ نے جب کسی بات کے واسطے تین مرتبہ دعا فرمائی وہ یقیناً مستجاب ہو گئی۔ مجھے اکثر خدمت حضور میں حاضر ہونے کا اتفاق پیش آیا ہے اور جب میں نے کسی بات کے عرض کرنے کا ارادہ کیا ہے یہ حیرت نہ ہو سکی کہ حضور سے عرض کر سکوں اور حضور کی مجلس مبارک میں گھنٹوں بیٹھ کر بغیر کسی گزارش پیش کئے چلا آتا تھا حضور کے جلسہ میں یہ خاص بات دیکھی جاتی تھی کہ سوائے بڑے حضرت صاحب قیلہ کے ذکر کے دوسرا ذکر نہیں ہوتا تھا۔ میں نے سوائے اس کے کوئی ذکر اپنے کانوں سے نہیں سنا۔ میری موجودگی میں اکثر لوگوں نے آکر کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے ہمیشہ یہی ارشاد فرمایا کہ مولوی ہادی علی خاں صاحب سے مسئلہ کی متعلق دریافت کرو میں کوئی عالم نہیں ہوں مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوتا تھا کہ ہمارے حضرت صاحب اس مسئلہ کے متعلق اس طرح فرماتے تھے اور وہی اس مسئلہ کا حل ہوتا تھا۔ اس راز کے متعلق صرف یہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ فاتبعونی بحسبکم اللہ جس کا ذکر مناقب حافظیہ میں آیا ہے اس کی اتباع حضور کی ذات پاک کے ہر فعل اور ہر عمل سے ظاہر ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی کی تائید میں چند

واقعات عرض کئے جاتے ہیں جس کا تذکرہ خود حضور نے میرے سامنے میرے والد سے کیا تھا۔
 دین محمد عفی عنہ ۲۳ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ مطابق یکم اگست ۱۸۳۹ء بمقام لکھنؤ

تبیصر

حضرت شیخ معظم کی مجلس معارف و علوم باطن کی مجلس ہوتی ہی جس کو حضرت مولائے کائنات نے روضۃ البختہ فرمایا ہے اور ذکر صالحین کی وجہ سے اُس کا رنگ و وبال ہو جاتا ہے۔ پھر وہ دلکش کیوں نہ ہوتی۔ انعامِ نظر تھا ورنہ رحمت کے فرشتے آپ کی مجلس میں دیکھ پڑتے۔ دعا کی استدعا کے ساتھ دعا کرنے والے کے عقائد صحیح کرنے کے لئے آپ اپنی نفی استعمال فرماتے تھے جو فی الاصل اثبات ہوتا تھا اور اس اثبات کو قوی کرنے کے لئے مزار شریف کی طرف اشارہ فرماتے تھے تاکہ تمام پیرانِ عظام کے وسائل شامل ہو کر فوراً بلا تاخیر دعا صعو کر جاوے کہ دعا کرنے والے کو بھی یقین ہو جاوے کہ معاملہ بڑھا دیا گیا۔ و نیز مزار شریف پر فرستادگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ دعائیں لوگ توسل صاحب مزار کر لیا کریں اور حضرات صاحبان مزار کو قبولیت کا معقول ذریعہ خیال کیا کریں اور اس فرستادگی مزار میں یہ راز بھی مضمر تھا کہ سلمیٰ متوالے یہ بھی سمجھ لیں کہ سرکارِ سلمیٰ کے وصال کے بعد ان کی دعائیں دو آتشہ ہو جایا کریں گی۔ تین مرتبہ کی دعا بھلا کیوں نہ قبول ہوتی جس کی تینوں بیڑھیاں آپ خود ہی طے فرما دیا کرتے تھے۔ جو صاحب آپ کی مجلس میں آکر متغیر ہو جاتی تھی اور عرض معروض پر قدرت نہیں پاتے تھے اور اپنے آپ میں آپ کے مواجہ میں ہمت نہیں پاتے تھے اُن کے ساتھ آپ کا تفرقہ نہیں تھا اور توحیدی نیت زیادہ تھی۔ جاذبہ محمد و علی کا ہر وقت آپ کو گھیرے رہتا تھا اسی لئے وہی ذکر ہوا کرتا تھا یعنی آپ اپنے سے غائب اور عین بڑے حافظ صاحب قبلہ رہتے تھے ذکر غائبانہ محض برائے استعار تھا۔ آپ اور بڑے حضرت اور سرکارِ رسالت اور حق تعالیٰ یہ کل سب آپ کو مکشوف تھا۔ اور حضرت کل لکل کے جانب آپ سامعین کی استعداد کے موافق اشارہ بڑے حضرت کا

استعمال فرماتے تھے۔ آپ ماشاء اللہ عالم تھے مگر مسائل تبدلے نہ کئے اچھاؤ کو پسند نہیں فرماتے تھے اور عالم نہ بن کر اپنے مریدان علما کو ہدایت فرماتے تھے کہ اس حجاب اکبر سے نکلو محویت حاصل کرو۔ احقر مولف تسلیم کرتا ہے کہ بے شک آپ اس علم کے عالم نہیں تھے جس میں معلوم عالم سے علاوہ رہتا ہی۔ اور ماشاء اللہ آپ کا تمام علم ظاہری بھی باطن ہو گیا تھا۔

۴۲ محرم الحرام ۱۳۲۵ء مقام میرٹھ

مشاہدت میں ہد کی لذت دران کے ساتھ قابلِ رخصت کا نہ ہونا
محبوب کی قوتِ محبت آجانا حضرت شیخ کو خوشنود کرنے کے لئے
طالب کا ہر ثقیل برشت کرنا معشوق کی موافقہ میں ہر طے سے تکلیف

کا عاشق پر آسان ہو جانا

ایک مرتبہ میرے والد صبح کے وقت سلام کو حاضر ہوئے اُس وقت حضور خانقاہ شریف کے متصل چھپر میں رونق افروز تھے۔ میں بھی اپنے والد کے ہمراہ حاضر طلبہ سات آٹھ بجے کا وقت تھا میرے والد سے مخاطب ہو کر یکایک ارشاد ہوا کہ بھائی احمد سعید خاں ہم بھرا ہوا مٹکا کنوئیں سے نکال لیتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی حضور پر گریہ بے اختیار طاری ہوا۔ پھر افاقہ ہوتا اور بھر گریہ طاری ہوتا اسی کیفیت اور حالت میں کم و بیش دو گھنٹہ کا وقت گزر گیا۔ حاضرین مجلس پر بھی ایک خاص کیفیت اور حالت طاری تھی۔ بالآخر میرے والد نے حضور سے بحال ادب گزارش کیا کہ حضور میں اس جملہ خاص کا مضمون نہیں سمجھ سکا اس کے جواب میں حضرت صاحبِ قبلہ نے فرمایا کہ بھائی ہم مٹکا کھینچتے ہو

اور ہمارے بڑے حضرت صاحب قبلہ ٹہلتے ہوئے ٹٹکا کھینچتے ہوئے دیکھتے تھے تو بھائی
یہ ٹٹکا ہم بھرنے تھے اس ارشاد کے بعد اس قدر جوش گریہ ہوا کہ آواز گریہ بلند ہو گئی۔ قرب
گیارہ بجے دن کے حضور کو مشغول بکچرہ چھوڑ کر ہم اپنے مقام پر واپس آ گئے۔

ف۔ یہ گریہ گریہ شکایت نہیں تھا کہ بڑے حضرت کے سامنے ایسا تھا اور اب
نہیں ہے یا وہ ذات اب موجود نہیں ہے۔ یا ہم میں اب وہ قوت نہیں رہی وغیرہ وغیرہ اور
نہ یہ گریہ شکریہ تھا کہ ہم کو کیسے وقت ایسی توفیق دی گئی تھی یا بڑے حضرت ہم سے ایسی
خدمات لے کر کسی وقت خوش ہوتے تھے۔ اس سے بھی ابن الوقتی کا شعبہ صادق آنے کا
شعبہ ہو سکتا ہے۔ لہذا سوائے اس کے کہ یہ گریہ مافوق شکر و شکایت سمجھا جاوے اور
گریہ بلا وجہ محض کہ یہ محبت و عشق کہا جاوے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا
کہ آپ کا گریہ نہیں تھا بلکہ فوراً رحمت باری تعالیٰ فی بارش تھی جو اس تخم محبت میں نمو
دینے کے لئے ہو رہی تھی جو سرکارِ اسلمی نے اہلیانِ عیسیٰ کے دل میں بوئے تھے۔ یا عالم
بالا میں ان پاک قطراتِ اشک سے عرفانی ذوق کو وجود دیا جا رہا تھا جو تیار ہو کر قیامت
تک غلامانِ اسلمیوں کو معارف سکھانے کے ذمہ دار ہوں گے جس کا اشارہ حضرت
معنوی یوں فرماتے ہیں۔

چوں بگریذ از بے شک و گلہ

افتد اندر ہفت گروں غلغلہ

۲۴ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ یومِ دو شنبہ مقام میرٹھ کوٹھی سید مریدین صاحب

کے قدر کی اس سے فرار و فریب ظاہری کلفت کی خوشگوار کی

اظهار یعنی حضرت شیخ کے عطیہ سوار می سوار از مونا اور اس کا
اشار کرنا اور کی بکڑ کر سفر میں رونا کہ یہ ہمیشہ کی مجاہد پسندی کا

بصیغہ ناز منجانب سے کار اسلمی اظهار کھتا

ایک مرتبہ حضور نے میری حاضری میں میرے والد سے ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت
صاحب قبلہ ہر سفر میں ہمیں ساتھ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ہمارے حضور حیدر آباد
وکن تشریف لے جا رہے تھے ہمارے واسطے بھی ایک گھوڑی خرید فرمائی۔ تاکہ حضور کے
ساتھ ہم سفر ہوں۔ الغرض حضور حضرت صاحب قبلہ سیواری پاکی عازم حیدر آباد ہوئے
میں اپنی سواری کی گھوڑی کسی دوسرے کو دیدیتا تھا اور خود پاکی کا پایہ بکڑ کر حضور کے
ساتھ پیادہ چلتا تھا۔

ف۔ یہ اتمال مرے مافوق کی منزل ہے جو سرکار اسلمی پر ختم ہو گئی جس کی
بابت حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ یوں اشارہ فرماتے ہیں کہ
تا بکے صرف رضا جوئی و لہا باشم فرستم باد کزیں پس ہمہ خود را باشم
یہ پیادہ و وڑنا آپ کا بظاہر پاکی بکڑ کر زمین پر ہوتا تھا۔ مگر فی الاصل ہر قدم آپ کا
ارض دل سے بھی مافوق پڑتا تھا اور صاف طور پر یہ امتحان دیا جا رہا تھا کہ تمام عیشوں
کے مہیا ہو جانے پر بھی آپ لوٹ تعیش سے مبرا رہیں گے۔ اور جن رئیس صاحب سے
یہ بیان ہو رہا تھا ان کی حالت کے موافق ان کو تعلیم ہو رہی تھی کہ معرض عیش میں مبتلا ہو کر

بھی طلب کی بے آرامی کی بجائی ضروری ہے۔

۸ صفر المظفر ۱۲۵۵ھ یوم چار شنبہ مقام بہرائچ

پیشکامہ حضرت شیخ عالم حکم کا سبیل تذکرہ تعمیر کے متناہ نہ ہوا اور
طالب صادق کا اُس کو طواریخ نام دینا اور مزید اُس انجام ہی چھپاتا
اور جو خصوصیت فوق کی فوقیت کو نہ دیکھتا

سفر حیدرآباد کے اثنار راہ میں روزانہ لکڑی خرید کر فی پڑتی تھی۔ ایک روز حضور
حضرت صاحب قبلہ نے اپنے اہل قافلہ سے ارشاد فرمایا کہ اس قدر آدمی ساتھ ہیں اگر ایک
ایک لکڑی اٹھائے جائے تو روزانہ لکڑی خرید کرنے کی رحمت نہ ہو۔ دوسرے
دن نماز ظہر کے بعد سلسلہ سفر شروع ہونے والا تھا میں نے دیکھا کہ کسی نے حضور کے
اس حکم کی تعمیل نہ کی اور قریب قریب تمام اہل قافلہ روانہ ہو گئے چوں کہ حضور کے
نفل پڑھنے میں کچھ دیر ہو جاتی تھی۔ میں نے اس وقفہ میں لکڑیاں چنیں اور وہ ایک بڑے
بوجھ کی مقدار میں ہو گئیں۔ بعد فراغ نفل میں نے حضور کو بالکی میں سوار کر دیا اور بوجھ
اتنا وزنی تھا کہ میں تنہا اُسے اٹھانہ سکا۔ تب دو کماروں کی امداد سے اُس کو اٹھا
اور معہ بوجھ کے روانہ ہوا۔ عصر کے وقت جب منزل تمام ہوئی میں نے اُس بوجھ کو علیحدہ
رکھ کر حضرت صاحب قبلہ کو بالکی سے جائے قیام پر اتارا اہل قافلہ نے بوجھ لکڑیوں کا دیکھ کر
کہا کہ یہ لکڑی کون لایا ہے ہم میں سے تو کوئی لایا نہیں۔ یہ سن کر حضور حضرت صاحب قبلہ
نے ارشاد فرمایا کہ لایا کون ہے۔ ہم لائے ہیں۔ اور جب تنہائی ہوئی تو حضور اقدس نے
مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یہاں ایسا کام نہ کیا کرو ہمارا سر دکھنے لگا۔ یہ فرما کر جو کیفیت حضرت

صاحب قبلہ کی ہوتی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہی تحریر میں نہیں آسکتی۔ یہ واقعہ اس شعر کی تفسیر ہے۔

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جاں شدمی

تاکس نہ گوید بعد از من دیگرم تو دیگری

نہ شہم نہ شب پرچم کہ حدیث خواب گویم چو غلام آفتاب ہمہ ز آفتاب گویم
فت۔ یہ دن دھاڑے کی بات ہے۔ اندھیاری یا خلوتی معیت کا اظہار نہیں ہے
کہ کوئی جانے اور کوئی نہ جانے نہ خواب و خیال کے واقعات ہیں کہ اُس میں تعبیر کی
ضرورت لاحق ہو۔ یہ واقعات تیار رہے ہیں کہ سرکارِ اسلمی کی اکثر مجاہدت مشاہدت کے
بعد ہی۔ یہ تو وہ بہت خاص ہے کہ آپ کا دور مجاہدت ہمیشہ جاری رہا اور آپ ہمیشہ صیغہ طلب
کے مستغنی اور تارکِ تعیش رہے۔ متاخرین میں آپ کی کوئی نظیر تبتلائی نہیں جاسکتی۔

اسانزد اور متقدمین کی لکڑیوں کے گٹھوں کی فروختگی عین وقت کے وقت معرضِ اظہار
میں آگئی ہی اور کچھ نہ کچھ دام اُس کے فوراً وصول ہو کر مصرف میں آگئے ہیں۔ مگر عجیب
و غریب لکڑی کا خفیہ بیوپار تھا جس سے سوائے حق تعالیٰ اور ذاتِ حضرت شیخ کے کوئی
واقف نہ تھا۔ اسی لئے ایسی قیمت بے مثل معیت حضرت شیخ کی آپ نے پائی کہ جو
قیامت تک نہ چلے گی یعنی جیسے ہی کہ فناء خدمتِ اسلمی طالب کو حاصل ہو گئی وہ فوراً
بلا تاخیر فنا فی اللہ اور فنا فی رسول اللہ ہو جاوے گا۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست
بعد اظہار اس راز و حکایت کی سرکارِ اسلمی کا انبساط بے شک، فوق التخریر و تقریر
ہونا چاہئے کیوں کہ وہ وقت مبارک آپ کا کلیتاً انانیت متغایرہ سے علیحدہ ہو جائے
کا تھا۔ جہاں لن ترافی سے استعار کیا جاتا ہے۔

لکڑیاں سرسبز اٹھائیں قافہ سالار نے ساتھیوں کے سر سے بارِ معصیت جاتا رہا
احقر مولف کشا ہے کہ سرکارِ اسلمی نے اہلبیان قافلہ پر بڑا احسان کیا ورنہ اگر حضرت

شیخ رضی اللہ عنہ کا حکم بلا تعمیل رہتا تو تمام قافلہ مبلایا کے آلام ہوتا۔
 بندگانِ اسلمی کو ہو مبارک یہ خبر حشر میں بار گنہ رکھنے کا کیا کھٹکا
 اور درحالیکہ حضرت اسلمی کو حضرت حافظی کے دربار میں بتوسط بارگشتی بار ملا ہے تو کبھی
 کسی حال میں ذوقِ باربری کو سرکارِ اسلمی چھوڑ نہیں سکتی ہی۔ تو پھر غلامانِ اسلمی کو کیا
 کھٹکا اپنے گناہوں کے بوجھ کا ہو سکتا ہے۔
 یکت عیونی علی شیری فی سارحالی دلا ابانی کہ دائم آخر طبیب دصلت مرضی خود را کند
 ۹ صفر المظفر ۱۲۵۵ھ پنجشنبہ

منجانبِ طالبِ صداق حضرت شیخ کی سوتلی اہل سانی اور اس کا
 بے مثل الزوالِ تمنہ تاج جو قیامت کے لئے سوطِ طالبِ صداق میں
 طبع کیا گیا جو کبھی جسمانی طالبِ صداق سے جدا نہیں ہو سکتا

ایک دن میں خدمتِ حضور میں حاضر تھا اور حضور اصلاح بنوا رہے تھے مجھے یاد نہیں
 کہ حاضرین میں سے کس نے سوال کیا تھا۔ مگر کسی نے عرض کیا کہ حضور کے فرقِ مبارک پر یہ
 نشان کیا ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ میاں یہ تاج ہی۔ اور یہ فرما کر دو گھنٹہ سے زیادہ عرصہ
 تک حضور پر سخت گرمی طاری رہا۔ جب گرمی میں تخفیف ہوئی تو میرے والد نے باوجود
 عرض کیا کہ حضور تاج کے لفظ کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا۔ تب حضور نے ارشاد فرمایا کہ جہانی
 احمد سعید خاں جب ہمارے حضرت صاحبِ قبلہ حیدر آباد کا سفر فرمایا کرتے تھے تو ہم جلتی
 ہوئی انگلیٹھی سر پر رکھ کر ساتھ لے چلتے تھے اور اس پر پانی گرم ہوتا تھا کہ بوقتِ ضرورت

حضور کو گرم پانی دھونے کے واسطے ملے۔ اسی کا یہ نشان پڑ گیا ہی اور پیپ بھی پڑ گیا تھا۔
 ”بھلا بھائی یہ تاج نہیں ہے تو اور کیا ہے۔“

اس کے بعد جو کیفیت حضور کی ہوئی وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہو۔ تحریر میں نہیں آ سکتی ہے۔
 ف۔ وہ کیا تاج دو جہان کی بادشاہی کا تھا کہ اُس کی معارف سنتے ہی سامعین اور مبصرین کو
 خیرہ نظری لاحق ہو گئی۔ اور کیوں نہ ہوتی کیونکہ معارف بیان شدہ نے آپ کو شانِ
 اسمیٰ سے شانِ معینی میں متبدل کر دیا۔ اور سات سو برس کے بعد مجاہدہ حضرت
 خواجہ خواجگان مشاہدہ میں آ گیا۔ خدا معلوم ان معارف کے اظہار کے بعد آپ آپ
 رہے تھے یا تعین معینی میں ڈھسل گئے تھے۔ واللہ اگر اس وقت کوئی خواجہ خواجگان
 کا پہچاننے والا ہوتا تو چیخ نکل پڑتی۔ اور معاملہ طشت از بام ہو جاتا۔

بجائے یہ وہی مجاہدہ ہے جو حضرت خواجہ خواجگان اجمیری رضی اللہ عنہ حضرت
 عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کو مروت گرم کھانا کھلانے کے لئے گرم انگلیٹھی سر پر
 میں رکھ کر انجام دیا تھا جس کی وجہ سے حضرت ممدوح کے سر مقدس کے اوپری حصہ کے
 موئے مبارک جاتے رہے تھے۔ پکنا اوپ پڑنا مجاہدہ اسمیٰ میں ہمت حضرت خواجہ
 عطیات توفیق سے مزید بہاں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آپ حضرت خواجہ محمد اسلم
 صاحب خیر آبادی تھے۔ یا حضرت خواجہ خواجگان اجمیری کا پسندیدہ یقین
 تھا۔ میں اپنے معارف کی تائید میں ایک ولدادہ اور متوالہ اسمیٰ کے قول کو لاکر مضمون
 ختم کرتا ہوں تاکہ ان معارف میں تشکیک کی گنجائش باقی نہ رہے۔

قول مبارک۔ حضرت ایشاں دین زمانہ (آیت من آیات اللہ) ہندو چناں
 مجاہدہ و ریاضت فرمودند کہ در اولیائے مسوقین مسموع شدہ است لکن افتخار در مجاہدہ
 ایں قدر می فرمایند کہ بنیدگان حضرت ایشاں متحیر اند۔

محالِ رخصت و سُرور سے نفرت کا راسخاں اظہار و یکایک فتنہا سے

دو و پیہ کی کہ ہر ایشیا و عالم تفرق کے ستغراق کی وجہ اسما عدم شناس

وہل کنی کی کریمت اظہارِ صلیٰ ت باطنی باوجود تحقق ضعیف کی ت ظاہری

چوں کہ میں اپنے حضرت صاحب قبلہ کے حالات قلم بند کر رہا ہوں جو حالات مجھ کو
صحیح طور سے معلوم ہوئے ہیں اُس کو ضرور لکھوں گا۔ بمصداقِ مثل (الحق مر) گوا
اظہارِ صداقت سے کسی کو تکلیف ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ سید اشفاق حسین صاحب مرحوم
و سید امینار حسین صاحب سجادہ نشین حال و دیگر حضرات خیر آباد کو مولانا ہادی علی
خاں صاحب اپنے چچا زاد بھائی و زیر احمد خاں صاحب کی لڑکی کی شادی میں اور
حضور کو بھی لکھوئے گئے۔ دو یا تین دن حضور نے وہاں قیام فرمایا۔ نکاح کے دن حضور
کو کسی وجہ سے معلوم ہوا کہ اس تقریب میں نایاب بھی ہوگا۔ چنانچہ حضور نہایت ناخوش
ہو کر واپس چلے آئے اور نکاح میں شرکت نہیں فرمائی اور بار بار یہ کلمات ارشاد
فرماتے تھے کہ یہ کیسے حضرت صاحب کے ہیں کہ نایاب کہلاتے ہیں۔ اور ہم کو دھوکا دیکر
ایسی تقریب میں نے آئے۔ راستہ میں بھی کسی صورت سے آنا نہ غصہ کم نہ ہوتے تھے
ہمراہیوں کو پریشانی تھی۔

عبدالغفار قوال جس کے اوپر حضور کا خاص کرم تھا۔ اُس کا بیان اس کے متعلق
آئندہ تفصیل کے ساتھ لکھوں گا مختصر یہ کہ جب گاڑی اسٹیشن اٹریا پر پہنچی اُس وقت
اور بھی غصہ میں اضافہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عبدالغفار نے عرض کیا کہ میاں کیا اچھی برائی مکتبی ہے
یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے تو لے آؤ اور حیب میں ہاتھ ڈال کر

کچھ نکالا اور فرمایا کہ ہمارے پاس دو پیسے ہیں اس کی برقی نے لو۔ دیکھا تو وہ دو روپے
 لے کر اپنے خادم وزیر سے ارشاد ہوتا تھا کہ کہو گاڑی چلا دے۔ کیوں کھڑی ہے۔ اُس
 عبد الغفار نے عرض کیا کہ میاں یہ گاڑی نہیں ہے ریل ہے۔ اُس پر فرمایا کہ ہم استنجے کو جائیں گے
 اور یہ ارشاد فرما کر کھڑکی کھولنے لگے۔ اُس گاڑی میں بہت سے ہندو بیٹھے ہوئے تھے
 انھوں نے کہا کہ بڑے میاں کہاں جاؤ گے۔ حضور نے فرمایا کہ تم سے متوجہ نہ ہو جاؤ گے ہمارے
 پیچھے آئیں گے تو ہم کو نہیں پائیں گے۔ یہ فرما کر آپ استنجا کرنے کے واسطے اتر گئے۔ استنجہ
 سے فارغ ہونے میں کم و بیش آدھ گھنٹہ صرف ہوا۔ اس عرصہ میں گاڑی چلانے کی بہت
 کوشش کی گئی مگر سب حضور فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تب ریل چلی

ف۔ نجات کے لئے منجانب حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعید
 ہے ممکن ہے کہ مولانا ہادی علی خاں صاحب قبلہ کو خود مغالطہ دیا گیا۔ یا یہ سوجھ لیا گیا ہو کہ حضرت
 سے چھپا کر محفلِ رقص و سرود کی جاوے گی۔ جیسا کہ بعض معمولی مولویوں کے ساتھ اہل دنیا
 کرتے ہیں۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ مستند اور اعلیٰ مشائخ عظام تو ایسے محافل کے متعلق خور و
 نوش اور شرکت کو بھی بُرا جانتے ہیں اہل یہ ہی کہ جس گانے میں پورا سامانِ محراب باوجود
 ہو اُس کے حرام ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس لئے اُس کی شرکت بہت بری
 ہے اگر کوئی درویش کامل اپنی ذاتی قوتِ مخربِ باہ کے ذریعہ سے اس میں اتفاقاً شرکت
 کرے گا تو اُس کے مقلد اُس میں تباہ و برباد ہوں گے۔ اور احقر مولف کے نزدیک ایسی
 محفلوں میں علی الاعلان شرکت کرنا گویا محفلِ سماعِ حضراتِ چشت کی بے عزتی کرنے میں
 اعانت کرنا ہے۔ اور احکامِ شرعی کو پس پشت ڈال دینا ہی اور اس شرکت کی درویشوں
 کی عادت ہو جانے کے بعد اہل دنیا اور حضراتِ فقراء کے درمیان پھر کوئی فرق نہیں رہتا
 ہے اگرچہ عیشِ فقر اور تعیشِ اہل دنیا میں بہت بڑا فرق ہے۔ یعنی حضراتِ فقر اگر ترکِ نفسانیت
 کے بعد عیش قبول فرماتے ہیں اور اہل دنیا کا بالذات حظِ نفس ہی عیش ہوتا ہے۔ لہذا باوجود

موجودگی قوت مدافعت باہ اور تجلیات نسائی بوجہ شغف حب رسالت پاک اسر فسق
 علی الاعلان سے بچنا بہر حال اعلیٰ و افضل ہی اور مریدانِ خانوادہ حافیہ پر فرض ہی۔ اور
 سرکارِ اعلیٰ کے دھوکا کھانے کی وجہ مشغولی ذاتِ بخت ہی۔ ورنہ اُن کو کھلا کون دھوکا
 دے سکتا تھا اور بالآخر آپ نے دھوکا کھایا بھی نہیں کیوں کہ سرکارِ توانِ اطوار کے سالک تھے
 جیسا کہ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ:

گر ہزاراں دام یا شد ہر قدم چوں تو بامائی نباشد پیچِ عنم
 ————— اللہ حافظ —————

مشتاق تیرا برقِ تجلی نہیں ہوں میں	محبوب کا حبیب ہوں موسیٰ نہیں ہوں میں
آئے ہیں دیکھنے مرے لاشہ کو ماہر	میں ہوں شہیدِ عشق تماشا نہیں ہوں میں
بے چین مجھ کو دیکھ کے فرمایا ناز سے	پوری نہ ہو، کبھی وہ تمنا نہیں ہوں میں
مردہ دلوں کو جنبشِ لب سے جلا دیا	کہنا نہ اب کہ رشکِ سیرا نہیں ہوں میں
اترانا کیوں نہ عرصہ محشرِ ان میں	کیا عاشقِ غریب تمہارا نہیں ہوں میں
آزاد سب سے کر دیا تیرے خیال نے	سجدہ کسی کو ماسوا کرتا نہیں ہوں میں
اس در سے خاک بھی مری اُرک نہ جاگی	صحرا سے ہوا لگ وہ بگولا نہیں ہوں میں
اس معرکہ میں جان ہی دید و گکایک دن	کچھ ایسا ویسا چاہتے والا نہیں ہوں میں
<p>ذرہ ہوں خیر آباد کا حافظ کا ہوں غلام کچھ دار و گیرِ شر سے ڈرتا نہیں ہوں میں</p>	

آپ کی مقدس حبیب سے دور و پیہ نکلنا کوئی بڑی کرامت نہیں ہی بلکہ معمولی بات ہی
 اور اُن روپیوں کو پیہ فرمانا بھی کوئی بڑی بات نہیں ہی۔ درویشِ توحیدِ اشرفیوں کو
 کنکر سمجھتا اور یقین کرتا ہی تب نہایت حضرت باری میں قبولیت ہوتی ہے۔ عروجِ توحیدی
 میں تفرقہ اور اشیائے عالم تفرقہ کے اسماء وغیرہ کا بھونٹنا ہی کمال ہی۔ یہی وجہ ریل کو گاڑی

فرمانے کی بھی ہے۔ مگر روانگی استیجے کے وقت آپ کو نزول ہو گیا تھا تاہم آپ کو اپنے آپ کو پوڑھا اور ضعیف لوگوں کا سمجھنا ناگوار ہوا جو واقعیت رکھتا تھا۔ کیوں کہ جس عالم میں آپ رونق افروز تھے وہاں بڑھاپے اور ضعف کا نام بھی نہیں ہی کہ اس عالم سے نیچے جو منزل ہی وہاں کی ریت کی بابت یہ اشارہ کیا جاتا ہی کہ:

مگو کہ پریشدی ذوق عاشقیت نماند شراب کمنہ ماستی و گرداورد

استیجی فرمانے اور فراغت حاصل کرنے تک آپ کا تصرف ریل پر جاری رہا۔ پھر وہ کیے چلتی۔ کیا ریل چلانے والوں سے بھی حد اندھا ستہ آپ کم قوت تھے۔ اگر وہ اہل سنہ و طعن و تشنیع کرتے تو شاید آپ قوت متصرفہ کو استعمال نہ فرماتے۔ غالباً وہی وجہ ہونی یا استیجے کی وجہ سے آپ نے نزول فرما کر تصرف فرمایا۔

۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ

اخلاق مکرم و تواضع اور جھاک کے تیر گھانے کی تیر اندازی جس کا
نشا بھی خطا نہیں تھا اور سر و سہرے کے ساتھ ساتھ ماوہ

حضور کا خلق عام تھا۔ خصوصاً غریبوں کے ساتھ نہایت وسیع۔ امرار سے ملنے میں تفر
تھا۔ مگر جب کوئی آجاتا تھا تو نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔

ایک مرتبہ میرے والد خیر آباد شریف حاضر ہوئے اُن کی ہمراہی میں ہدایت اللہ خد مگر
تھا اُس نے خود مجھ سے بیان کیا کہ میرے والد اور حضرت خادم حسین صاحب کھانا کھا کر
سورہ دوسرے لوگ بھی جو کام کرتے تھے وہ بھی چلے گئے۔ تھوڑی دیر گزرنے کے
بعد ایک صاحب ضعیف العمر کھانے کے آئے اور ہدایت اللہ کے ہاتھ دھلائے اور فرمایا
کہ بھائی کھانا کھا لو جتنی دیر وہ کھانا کھانے میں مصروف رہا وہ کھیاں جھلتے رہے۔

چونکہ حضور کا لباس درویشانہ کبھی نہیں رہا۔ معمولی لباس جو مشرفائے زمانہ کا تھا پہنتے تھے اور ہدایت اللہ اس سے پہلے کبھی حضور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا تھا اس لئے وہ نہ سمجھ سکا کہ یہ مہماں نواز بزرگ کون ہیں۔ الغرض جب ہدایت اللہ کھانے سے فارغ ہو گیا حضور برتن دے کر چلے گئے۔ عصر کے بعد مسجد میں حضور کی نشست ہوتی تھی کسی وجہ سے ہدایت اللہ بھی اُس وقت گیا تو اُس نے دیکھا کہ منجھوں نے دوپہر کو مجھے کھانا کھلایا تھا وہ خود حضور ہی تھے۔ اس تواضع کی وجہ یہ تھی کہ جب کوئی مہماں آتا اُس سے حضور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ بھائی تم تو حضرت صاحب کے مہماں ہو تم ہم کو تو تمھاری خدمت کرنا چاہئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کے یہاں آنے والے کی حضور کو کس وجہ مہمانداری کا التزام اور خیال تھا۔ چنانچہ حضرت کو دیکھ کر ہدایت اللہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اُس کا بیان میں آنا دشوار تر ہے۔ وہ خود بھی شاید بیان نہ کر سکتا۔ آخر ہدایت اللہ نگاہ یار کا شکار ہو کر اسی دن شام کو حضور کی غلامی میں داخل ہو گیا۔

ف۔ اُمراء سے تعلق کرنے کی حضرات فقراری ہی غرض ہی ہوتی ہے کہ اُن کی متعلقہ غریبوں کے جو فقر مذلت میں بے صیغہ خدمتگاری اور دست نگرہی پڑے ہوتے ہیں اُن کی خدمت خالصاً اللہ کا شرف حاصل کیا جاوے یا دوسرے غریب یا مساکین کی اُن حضرات اُمراء کے ذریعہ سے پرورش کرائی جاوے۔ اب رہے معارف مہماں نوازی یہ بہت باریک ہیں۔ تھانقاہ شریف خیر آباد شریف کا آیا ہوا مہماں بڑے حافظ صاحب قبلہ کا بھی مہماں ہوا تھا۔ اس لئے وہ بہت قابل اعزاز ہوا تھا۔ مگر ساتھ ہی اس کے وہی فرستادہ حق تعالیٰ اسلمی مہماں بھی ہوا تھا اس لئے وہ مذکور ہو جاتا تھا پھر وہ قابل عزت کیوں نہ ہوتا اور آپ قدم مہماں نوازی ابراہیم کیوں نہ برتتے۔ درحالیکہ آپ ابن رسول اللہ اور صاحب سجاد و اہل اللہ تھے۔ اور غور کیا جاوے تو یہی مہماں نوازی مسافرانِ غریب و مسکین بخیرہ خاطر و تواضع حق تعالیٰ میں داخل ہو سکتی ہے

کیوں کہ خالق و مخلوق میں بالذات تفرق نہیں ہے۔ سرکارِ ذوالافتادہ نے جھٹک کر تیر لگا کر میاں ہدایت اللہ کو شکر بھی کیا مگر اسی ہدایت اللہ کے شکر کے ذریعہ سے میاں ہدایت اللہ کی صورتی سرکار کو ہدایت بھی کی کہ اُن کی ریاست کی وجہ سے جو غریب بندگانِ الہی اُن کی دست نگری میں آگئے ہیں اُن کو مساویت کا حق دیا جائے اور انھیں کی خدمت کے ذریعہ سے خوشنودی خدا اور رسولِ کامل کی جابجا کرے۔ کیوں کہ آپ عارفِ عامل معرفت تھے آپ کو ہر طالب کو اُسی کے موجودہ مشغلہ میں کامیابی بتانا ضروری تھا۔ سبحان اللہ اس بیانِ شہ صرف ایک اداسی۔ اخلاق۔ اکرام۔ تواضع۔ اظہارِ انجساست۔ مستحقِ طالب کا شکر۔ عبرت دلانا۔ غریب نوازی۔ دیگر طالبان کی ہدایت وغیرہ وغیرہ سب ہی کچھ تو متدرج تھا۔ جامعیت اس کا نام ہے۔ اسی جامعیت کی وجہ سے آپ کے طالبین صدوقین ہمیشہ آپ کی محض ایک نگاہ کے متمنی رہے اور اب بھی وہ یہی چاہتے ہیں اور بشارت اللہ انتظار سے گھبراتے بھی نہیں ہیں۔

از پنے ایک نظارہ بردہ اور سالما انتظار باید کرد

دین محمد عفی عنہ و اسکر فتنہ ہدایت اللہ

دیگر معززینِ معتمدینِ رکانِ معاصرین کی زبان سے سرکارِ اہلبیت کی قطبیت کا اظہار اور فضیلت کا اقرار

جناب مولانا مفتی محمد علی صاحبِ لکھنوی جن کو اکثر لوگ مولانا شنوی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت صاحبِ قبلہ پر عاشق تھے۔ ایک مرتبہ بظاہر تقریبِ عرسِ شہ میں خیر آباد شریف آئے۔ اٹھارویں تاریخِ مکرر رنے کے بعد جو صندل کی رات ہوتی تھی اور اُس میں ہمارے سرکار پر خاص کیفیت ہوتی تھی حضورِ مسجد کی محرابِ جنوبی کے سامنے

نفل و ابن پڑھ رہے تھے اور مفتی صاحب موصوف بغور حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھ رہے تھے اسی عالم میں میں نے دیکھا کہ مفتی صاحب کے چہرہ کا رنگ بار بار متغیر ہوتا ہی۔ میں مفتی صاحب کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا مفتی صاحب کی آنکھیں سرخ تھیں تا آنکہ اُن کی نگاہ سے ہیبت برستی تھی یکایک مفتی صاحب نے منہ پھر کر مجھ سے پوچھا کہ میاں لڑکے تمہارا کیا نام ہے میں نے اپنا نام بتایا اس کے بعد دریافت کیا تم کس کے لڑکے ہو میں نے اپنے والد کا نام بتلایا مگر مفتی صاحب نے اُس وقت اس لہجہ اور انداز سے سوال کئے کہ سر سے پاؤں تک میرے پسینہ آگیا۔ پھر پوچھا بیعت کس سے ہوئی اپنے سر رکھ کر طرف اشارہ کر کے کہا کہ حضرت کا غلام ہوں۔ تب مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بڑے خوش قسمت ہو اور بڑے حضرت صاحب قبلہ کے مزارِ پاک کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں ہرگز ان کے عرس میں نہیں آتا۔ میں صرف آپ کی یعنی حضور کی صورت دیکھنے آتا ہوں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ قطب الوقت ہیں اُسی وقت حضور نے سلام پھیر کر مفتی صاحب کی طرف تیز نگاہ سے دیکھا اور مفتی صاحب کی کیفیت دیکھ کر پھر نفل کی نیت باندھ دی۔ مگر کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ میان عاشق و معشوق روبرو احمد بشد کہ میرا پہلے سے یہی عقیدہ تھا۔ مگر مفتی صاحب کے قول سے سونے پر سہاگا ہو گیا۔ چونکہ مفتی صاحب بھی اپنے وقت کے بڑے لوگوں میں تھے اُن کی بات پر ذرا بھی شبہ کرنا اور یقین نہ لانا میں تو کفر جانتا ہوں۔ یہ مذکورہ بالا سوالات مفتی صاحب نے اُس واحد جلسہ میں مجھ سے تین مرتبہ کئے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ میں تو انھیں کی صورت دیکھنے آتا ہوں اور واللہ یہ چالیس سال کی بے ریا ریاضت ہی۔

ف۔ مفتی صاحب واقعی بڑے منصف مزاج تھے جنھوں نے اُس تخصیص کو فوراً جان لیا جو حاجی صاحب قبلہ راوی کو سرکارِ اسلمی سے حاصل تھی اور مددِ موح نے فوراً اپنی دہشت کے حجاب کو درمیان سے ہٹانے کے لئے اصلیت کھول کر کہہ ڈالی

سرکارِ اسلمی کے احاطہ خصوصیت اور ارادت اور غلامی میں خود بعض ولی کامل

و ابدال موجود تھے پھر آپ کیوں قطب نہ ہوئے۔ مگر احقر مولف بعد ملاوت اس حکایت کے اس قدر ضرور اقبال کرتا ہی کہ حضرت مفتی صاحب مدوح ضرور ایک حد تک عارفِ اسلمی تھے اور یہ بہت بڑی بات ہو کیوں کہ عرفانِ ذاتِ پاکِ اسلمی میں بحالتِ موجودگی بعالمِ ظاہر اپنے مختلف قباؤں کی وجہ سے قریب قریب ناقابلِ معرفت تھا۔ عجیب نہیں ہی کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس خاص عرفان میں مزا و ملتِ شنیوی شریف سے مدد ملی ہو کیونکہ من کل الوجوہ معاملات سرکارِ اسلمی تفسیرِ عملی شنیوی شریف حضرت مولانا روم تھی۔

اپنے خدام کی بابت کسی دوسرے دیش کی دعائے بد بختیہ لوٹا کر دکرنا

اسی سلسلہ میں ایک اور واقعہ جو مفتی صاحب پر گزرا لکھتا ہوں جو میرے سامنے گزرا ہے اُس کی تفصیل لکھتے ہوئے مجھے خوفِ معلوم ہوتا ہی۔ میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اُس میں کیا راز تھا حضرت صاحب کا ہر غلام یہ جانتا ہی کہ عیدِ ستارِ قوال پر حضرت کا خاص کرم تھا۔ اپنے بچوں سے زیادہ اُس کی اولاد کا خیال فرماتے تھے اور اولاد میں بھی عبد الغفار کو ترجیح تھی مفتی محمد علی صاحب ایک مرتبہ محفلِ سماع میں تھے۔ عبد الرحمن عرف گھورے عبد الغفار کا بھائی اتفاق سے عینِ قوالی میں منہ نہ دیا۔ مفتی صاحب نے اُس کو ہنستے ہوئے دیکھا محفلِ سماع سے مفتی صاحب کے ساتھ میں بھی اُٹھا۔ جب وہ مسجد کی سیڑھیوں پر اتر آئے کسی سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ قوالی میں کون قوال منہا تھا اُس کے جواب میں عبد الرحمن کا نام بتایا گیا۔ مفتی صاحب نے بیساختہ کہہ دیا کہ جو شخص قوالی میں منہا تھا خدا اُس کو غارت کرے اس کی اطلاع عبد الغفار کو ہوئی کہ مفتی صاحب نے عبد الرحمن کے حق میں دعائے بد کی ہی یہ کوسنا میں نے بھی اپنے کانوں سنا تھا۔ عبد الغفار پریشان ہو کر حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میاں عبد الرحمن کو مفتی صاحب نے کوسا ہی۔ حضور نے فرمایا کہ کون عبد الرحمن۔ حضرت صاحب قبلہ کا عبد الرحمن۔ بھائی کیا کوسا۔ عبد الغفار نے

عرض کیا۔ یوں کو سا ہے کہ جو کوئی قوالی میں ہنسا ہے اُس کو خدا غارت کرے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جس کسی نے حضرت صاحب کے قوال کو کو سا خدا غارت کرے۔ خدا اُس کو غارت کرے۔ اس کے بعد مفتی صاحب کی عجیب کیفیت ہوئی۔ جسے لوگوں نے دیکھا۔ اور گیارہ بجے سے پانچ بجے تک وہ کیفیت ان پر طاری رہی۔ اس کے بعد پھر دونوں صاحب شیر و شکر ہو گئے اور اُس کیفیت کا اثر مفتی صاحب پر نہیں رہا
واللہ اعلم بالصواب

ف۔ بالکل صاف معاملہ ہے کہ دلی کی دعا کو حضرت قطب نے رد کر دیا اور قبول نہ ہونے دیا۔ اور اس استدلال کے ذریعہ سے سرکارِ اسلمی نے اپنے خدام کو ہمیشہ کے لئے دوسرے درویشوں کی دعا اور بددعا سے مستغنی کر دیا اور جناب مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس غلطی کی صحت کر دی کہ اُنھوں نے سلیمانوں کی محافلِ سماع میں خود براہِ راست اپنی شجی کا اظہار چاہا جیسا کہ فی زمانہ مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ محافلِ سماع منعقدہ آستانہ عالیہ میں بہت سے مشائخ کو علحدہ علحدہ تدویر دی جاتی ہیں جس کو غالباً غیرتِ سرکارِ اسلمی کبھی گوارا نہیں فرما سکتی تھی۔ اب رہا اخلاقاً ایسا کیا جانا۔ وہ دوسری بات ہی۔ تاہم بہت اہستگی اور متانت سے یہ معاملہ جلد سے جلد رفع کیا گیا۔ اگر مفتی صاحب اسی معاملہ کو بلا اضطرابی فوری براہِ راست بددعا کے حضرت شیخ الثیورخ عالم کے حضور میں اس معاملہ کو پہلے ہی سے پیش کرتے تو شاید میاں عبدالرحمن تنبیہ سے نہ بچتے۔ مگر اُنھوں نے براہِ راست علما مان حافظہ پر مقابلت چاہی۔ اس کو جہلاً غیرتِ حافظی کیسے گوارا فرماتی۔ جانبین کی غلطیوں نے اچھا اعتدال پیدا کر دیا کہ دونوں طرف رحمتِ سلامتی قائم رہی۔ یہ واقعہ اپنے صدور کے وقت اس آیتِ پاک کی وقتی تفسیر کرنے والا تھا کہ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط اس کے باطن میں علما مان اولیا بھی مندرج ہو سکتے ہیں۔
احقر مولف نے اس موقع پر یہ بھی ادراک کیا ہے کہ سرکارِ اسلمی اپنی حقیقت کو بھی لفا

(حضرت صاحب قیلہ) سے تعبیر فرماتے تھے۔ مگر بالعموم سامعین اس اشارہ کو یہ تفرقہ خیال کرتے تھے۔ سبحان اللہ کیا اچھا یہ آپ کے لئے باادب استعارہ تھا۔ ع
بمغزہ سلسلہ آموزہ ضد مدرس شد

۱۲ صفر المظفر ۱۳۴۵ھ یوم یکشنبہ

مقدمات الت میں عائے سرکار سلی کی ولایت کامیابی اور فتحی

سید عبد المجید عرف اڈو میاں صاحب ناقل ہیں ایک برہمن کے پاس ایک موضع متوفیہ
ضلع کھیری جو معافی تھا اُس کو صاحبزادوں نے مجرئی رہن کیا جب میعاد ختم ہوئی اُس کو
واپس لینا چاہا اور دعویٰ دائر کر دیا۔ برہمن مذکور عذر دار ہوا۔ اڈو میاں صاحب نے
حضرت صاحب سے عرض کیا کہ برہمن کو اب کوئی حق حاصل نہیں ہے اُس کی عذر داری سراسر غلطی
ہے تعداد میں اُس سے روپیہ لیا گیا تھا وہ وصول کر چکا ہے۔ آپ دعا فرمائیے۔ یہ سن کر حضور نے
فرمایا کہ وہ برہمن ہے اور عدالت بھی برہمن ہی۔ یہاں سے کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ عدالت ابتدائی
میں ناکامیابی ہوئی اور مقدمہ برہمن کے حق میں فیصل ہو گیا۔ آخر اڈو میاں صاحب اپنے
وکیل کو ساتھ لے کر اپیل دائر کرنے کے واسطے لکھنؤ گئے۔ وہیں صاحب وکیل جوڈیشل
لکھنؤ نے مثل مقدمہ دیکھ کر فرمایا کہ اسکاٹ صاحب جوڈیشل کٹشز میں اور وہ فی صدی سو
اپیل خارج کرتے ہیں۔ اس لئے میں مقدمہ نہیں لوں گا۔ اڈو میاں صاحب واپس پہلے
آئے مگر دو تین دن کے بعد پھر اپنے ابتدائی وکیل کو لے کر ویم صاحب کے پاس لکھنؤ
گئے۔ اڈو میاں کے وکیل نے کہا کہ یہ مقدمہ حضرت حافظ سید محمد اسلم صاحب نے آپ کے
پاس دائر کرنے کے واسطے بھیجا ہے۔ ویم صاحب پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ انھوں نے اپیل
داخل کر دی۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اور چھ سات مقدمات جن کے داخل کرنے سے قریب
قریب لکھنؤ کے اکثر کلاڈ نے انکار کر دیا تھا ویم صاحب نے اس اپیل کے ساتھ دائر کر دیا

اور وہیم صاحب نے حضور کو سلام کے ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ اپیل میں نے دائرہ کردی ہے باقی آئندہ کامیابی کے واسطے آپ دعا فرمائیں۔ اذ وہیاں صاحب کا بیان ہی کہ تاریخ پیشی جب آئی میں لکھنؤ جا رہا تھا میں نے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں۔ اُس وقت حضور مسجد سے برفع حاجت کو تشریف لئے جاتے تھے اور کوئی شخص وہاں موجود نہ تھا۔ حضور نے فرمایا کہ بڑے حضرت صاحب قبلہ سے عرض کر آؤ اذ وہیاں نے کہا ہاں تب آپ نے فرمایا جاؤ اللہ کا مہیاب کرے گا۔ جو پیشی میں جب مقدمہ پیش ہوا تو یہ بحث پیش آئی کہ پیٹہ مثل میں شامل ہے یا نہیں۔ وکیل نے اذ وہیاں سے پوچھا۔ اُنہوں نے کہا ہاں ہم نے عرضید عوے کے ساتھ پیٹہ بھی داخل کیا تھا مگر مثل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ پیٹہ مثل میں نہیں ہے۔ عدالت نے حکم دیا کہ دوسری تاریخ مقرر ہو اور پیٹہ شامل مثل کیا جاوے۔ بہمن آئندہ پیشی پر حاضر ہو کر اپنا بیان لکھاے۔ مگر بہمن آئندہ پیشی پر حاضر نہیں ہوا۔ کچھ دیر وکلاء فریقین کی بحث ہونے کے بعد عدالت اپیل نے حسب مراد صاحبزادوں کے فیصلہ صادر کر دیا۔ تفصیل مقدمہ کی تحریر کی ضرورت نہیں ہے سو اس کے وہ چھ اپیل جن کی کمزوری کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ وہ بھی اُسی روز پیش ہو کر کامیاب طریقہ پر تفصیل ہوئیں۔

ف۔ بہت سے ایسے مقدمات آپ کی دعاؤں سے کامیاب ہوئے ہیں۔ اگر وہ کامل لکھے جاویں تو شاید جلدیں بھر جاویں۔ اس لئے بطور مشق نمونہ از خروارے صرف اسی حکایت پر بس کیا جاتا ہے۔ اس حکایت سے فرشتا معلوم ہوتا ہے کہ جس معاملہ میں آپ بڑے حضرت صاحب قبلہ کی جانب اشارہ فرماتے تھے اُس میں ضرور کامیابی ہوتی تھی کہ آپ بڑے حافظ صاحب قبلہ کی خاطر سے یا انہیں حضرت کی حقیقت سے تعریف فرماتے تھے۔ لہذا کار بر آری کے لئے بڑے حضرت صاحب قبلہ کی سفارش حاصل کر کے اگر استدعا آپ کی جناب میں پیش کی جاوے تو کبھی معاملہ خانی نجا دیکھاے

الہی بحق محمد علی و آلہ و مرید دور ہو جائے یہ سبکی۔ ۱۲ صفر المظفر ۱۲۵۰ھ

آپ کا انتہائی ترے کام میں اضطراری نہیں تھا بلکہ اختیاری تھا اور یہی حال آپ کے ضعف و نقاہت کا بھی تھا

حضرت اڈومیہاں صاحب راوی مذکور کا دوسرا بیان یہی کہ ایک مرتبہ حضور کو انتہائی ترے کا دورہ اس قدر سخت ہوا کہ خادم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہہ دیا کہ آیا میں اب کچھ نہیں رہا۔ حکیم معشوق علی صاحب جو حضور کے معالج تھے قریب قریب اُن کی بھی یہی رائے تھی۔ اتنے میں عصر کا وقت آگیا اور مؤذن نے اذان کی حضور اٹھ کر بیٹھ گئے اور مسجد نماز کے واسطے تشریف لے گئے اور میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میں حجرہ مبارک سے حضور کے ساتھ باہر آیا۔ حضور نے باہر آکر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہاتھ کو دبایا اور فرمایا کہ ہم تو مر گئے تھے پھر یہ قوت کہاں سے آئی میں نے عرض کیا کہ ابا ہاتھ چھوڑ دیجئے۔ میرا ہاتھ ٹوٹا جاتا ہی خانیخہ آپ نے مسجد میں جا کر نماز جماعت ادا فرمائی اور وہاں سے واپس آتے ہی پھر دورہ شروع ہو گیا۔

ف۔ آپ کی بیماری اور ضعف دونوں اختیاری تھے مگر اس کا سمجھ میں آنا مشکل ہے اس لئے اس سے اتر کر توضیح کی جاتی ہے تاکہ سادہ طور پر سمجھ میں آ جاوے۔ وہ یہ ہی جس مشغلہ کے ساتھ انسان کو پوری دیکھپی ہوتی ہے اور اُس مشغلہ میں ہمارے کامل بھی حاصل ہوتی ہے تو عین مشغولی کے وقت اتفاق ہو جاتا ہے اور قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ بالخصوص مشغلہ نماز جس کی پکار کے یہ چلے ہیں کہ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ وَحَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ۔ لہذا مؤذن کی آواز پر دورہ کا ختم ہو جانا اور قوت کا عود کر آنا آپسے باحضور نماز ادا کرنے والے کے لئے لازمی تھا۔ کیونکہ نماز بے ہوشی میں بندہ گوں کے لئے ہوش لے آنے والی چیز ہے۔ اگر یہ بات بھی سمجھ میں نہ آوے تو دوسری تفسیر کی جاتی ہے کہ آں جناب کی نماز قرب نوافل کی منزل میں ہو کر تھی جس میں حق اعصار ہو جاتا ہے یعنی اعضائے جسم کی قوت

بن جاتا ہے تو پھر جیسے ہی کہ اذان ہوئی قدرت و قوت حق اعضا میں رہ و نوق افزہ ہو گئی
اور بیماری اور ضعف دونوں رخصت ہو گئے اور اچھی طرح نماز پڑھ لی گئی اور بعد فراغت
نماز جہاں سے وہ قدرت و قوت آتی تھی وہیں پھر چلی گئی۔ صاحب قریب فرائض اور قرب
نوافل کی ذات پاک سامنے موجود تھی اور عرفان میں ہو سکتا تھا صیغہ طیب کی حرارتیں چھا
ہو رہی تھیں اور چوں کہ یہ عالم دارالرحمن سے یہاں بالعموم لوگ بیمار یوں میں مبتلا رہتے ہیں
اور بالکل تندرستی ناوریات سے ہے لہذا آپ کے ذریعہ سے موبدین متوسلین معتقدین کو
یہ تعلیم ہو رہی تھی کہ بیماری و ضعف وغیرہ میں مشغلہ نماز ترک نہ ہونا چاہیے بلکہ بطور مستحسن ادا
کیا جانا چاہئے اور اگر بیماری میں شرکت جماعت نہ ہو سکے تو مشغلہ نماز ترک نہ ہو۔ یہ تعلیم
آپ کی جانب سے شغف حب رسالت پاک کی وجہ سے تھی اور حضور نماز کی لذت آپ کو
بیماری و ضعف وغیرہ سے بے خبر کر دیتی تھی۔ اور وہی بے خبری آپ کی ذات پاک سے
خبر کر دیتی ہے اور کام بن جاتا تھا۔ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ در شنبہ

سکرارِ سیال دنیا کو اور ادو وظائف کی تعلیم کالم ہوتا اور محض

پنج وقتی نماز سے اُن کی کار بر آری

رفیع الشرفاں مرحوم ساکن برہنہ ضلع ایڑہ جو حضور ہی کے غلام تھے اُنھوں نے
کئی بار عرض کیا کہ حضور کچھ بیٹے کو بتا دیا جائے ارشاد ہوا کہ بھائی تم دنیا دار ہو۔
تم سے کیا ہو سکے گا۔ پانچ وقت کی نماز پڑھا کر و تمھاری بخشش کے واسطے ہی کافی ہے
ف۔ انعام نجات اہل دنیا بعض برکات صلاوات خمسہ محض اذخاں اندر سلسلہ سلیمانہ
حافظیہ کی بدولت ہی۔ اور یہ دنیا داری مندرجہ مقدرات کی رعایت ہی۔ اب رہے طالبان
حق خواہ وہ زمرہ اہل دنیا سے منتخب کئے جاویں یا ابتدا ہی سے وہ طلب حق کے لئے

مرید کئے جاویں اُن کے مشاغل کی کیا انتہا ہو سکتی ہے اور انھیں محض پنجوقتہ نماز کیا کفایت کر سکتی ہے۔

پنج وقت آمد نماز اسے ذوقنون عاشقانِ رافی الصلوٰۃ و الامون
اب رہی یہ بات کہ آپ اہل دنیا کو فلاح دنیا کے حاصل کرنے کے وظائفِ تعلیم فرماتے
تو یہ آپ سے ہو نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس قسم کی دوکان داری آپ سے ممکن نہیں تھی۔ ۱۴ صفر ۱۲۸۴
حضرت شیخ کے زمانہ موجودگی اور حیات میں طالبِ صادق کی ملاقات یا
حاضری کسی دوسرے بزرگِ زندہ کی خدمت میں بجا رت حضرت شیخ ہونا چاہیے
اور مزاراتِ بزرگان پر حاضر ہونے کے لئے بھی ایسی اجازت کی ضرورت
ہے خواہ وہ دیگر بزرگانِ ذی حیات یا صاحبانِ قبر طالبِ شیخ کے سلسلہ
کے ہوں یا غیر سلسلہ کے معہ کمیتِ غایت نگرانی بکرِ اسلمی یا خادمانِ غلامان

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں اور میرے بھائی محمد ابو بکر خاں صاحبِ عرس شریف کی شرکت کے لئے
داودوں سے خیر آباد روانہ ہوئے۔ اور چلنے کے قریب میں نیز میرے بھائی صاحب نے ڈاکٹر
محمد اشرف اور منشی اصغر حسین صاحبِ مرحوم سے کہا کہ عرس میں چلو۔ ان دونوں نے چلنے میں
تامل کیا۔ ہم روانہ ہو گئے ڈاکٹر صاحب پانی پت کے رہنے والے اور ابھی موجود ہیں انھوں
نے عذر پیش کیا تھا کہ رخصت منظور نہیں ہوئی ہے۔ مگر اصل واقعہ یہ تھا کہ رخصت کی منظوری
تو اچکی تھی مگر باہم دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ اُن کو چلنے دو ہم تم محبوبِ پاک کے یہاں
حاضر ہوتے ہوئے خیر آباد شریف چلیں گے۔ یہ مشورہ ہم سے مخفی رکھا گیا تھا۔ الفصہ ہمارے
پہنچنے کے دوسرے دن شام کے وقت دونوں خیر آباد شریف پہنچ گئے۔ میں نے اُن سے کہا
کہ ساتھ نہ آئے اب آخر آئے۔ ڈاکٹر محمد اشرف نے مجھے جواب دیا کہ رخصت کی منظوری
آگئی اور ہمارا دل چاہا چلے آئے۔ تقریبِ قل ہونے کے بعد یہ دونوں اور ہم لوگ بھی

رخصت ہونے کے واسطے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن دونوں کو حضور نے اجازت
 دے دی اور ہماری درخواستِ رخصت پر کچھ التفات نہ ہوا۔ رخصت کے وقت ڈاکٹر
 صاحب موصوف نے حضور سے عرض کیا کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم حضرت شاہ مینا
 صاحب کے یہاں فاتحہ پڑھتے ہوئے چلے جائیں ارشاد ہوا ہاں بھائی وہ بہت بڑی جگہ
 ہے ضرور فاتحہ پڑھنے جانا۔ اور محبوب الہی صاحب کے یہاں ہیں سے پوچھ کر گئے تھے
 یہ فرما کر رخصت کر دیا۔ پھر ہم سب حجرہ کے باہر آئے۔ ڈاکٹر محمد اشرف نے اصغر حسین
 سے کہا کہ تم کیسے آدمی ہو حضرت صاحب سے کیوں کہہ دیا۔ اصغر حسین نے خدا کی قسم کھا کر
 کہا کہ میں نے میں عرض کیا۔ تب میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ واقعی دہلی گئے تھے ان واقعات پر نظر
 کرتے ہوئے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور کو ہم غلاموں کا کیا خیال رہتا تھا۔
 ف۔ اور کیا آپ اپنے ہر مرید کے ساتھ گھوما کرتے تھے یا ہر مرید کے دل کا حال جان لیا
 کرتے تھے۔ اگر یہ مرتبہ نہ حاصل ہو تو منصبِ شیخی کو اختیار نہ کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ کا اپنے مریدین معتقدین کے انتقال وغیرہ اور دیگر

واقعات سے باخبر رہنا

میرے چچا صاحب علیل تھے۔ بطلبِ دعائے صحت اکبر علی مرحوم جو حضور ہی کے غلام
 تھے۔ عریفہ دے کر حضور کی خدمت میں بھیجے گئے۔ بعد فراغِ نماز تہجد صبح کے چار
 بجے مسجد میں حضور آرام فرماتے لگے اور اکبر علی مذکورہ پاؤں دبانے لگے دفعتاً حضور اٹھ بیٹھے
 اور باواز بلند اَنَا لِلّٰہِ وَاِنَّ الِیْہِ رَاجِعُوْنَ فرمایا۔ اور کہا بھائی مغفرت کے لئے
 دعا کرو اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد اکبر علی سے ارشاد ہوا کہ ریل کا وقت ہے
 ابھی چلے جاؤ۔ اکبر علی جب علی گڑھ پہنچے پورا واقعہ وہاں بیان کیا۔ چنانچہ چچا صاحب کے

انتقال کا وہی وقت تھا جس وقت حضور نے - انا للہ وانا الیہ راجعون فرما کر دعائے
مغفرت کے واسطے ہاتھ اٹھائے تھے - ماموں عبدالرشید خاں صاحب مرحوم کے واقعہ
انتقال کے وقت بھی یہی صورت بحاضری اکبر علی مذکور پیش آئی -

ف - حضرات پیرانِ عظام کو اپنے مریدین کے انتقال کا محض علم ہی نہیں ہوتا
بلکہ عین موقع پر موجودگی بھی ہوتی ہے - کیوں کہ ہر طالبِ صادق کا اپنے حضرت شیخ کی
بابۃ یہ سلوک ہوتا ہے -

گمربیا ید ملک الموت کہ جانم سبدرمانہ بنیم رخ تو روح رمیدن ندیم
مستند پیرانِ عظام کے مریدوں کی روح ہی بدن سے نہیں نکلتی ہے - جب تک حضرت شیخ کی
روح افزائی نہ ہو جیسے - اگر یہی ہر دو حضرات بعد انتقال زندہ ہو جاتے تو میری اس
توضیح کی داد مل جاتی اور بعض ذی ہوش مرنے والوں سے بھی اشارات اور علامات روحانی
حضرت شیخ علی الاعلان طور پر آتے ہیں -

۱۶ صفر المنظر ۱۳۵۵ھ

کاملاً مسلک کے قیاس کے تھے اور دیگر حضرات ابتر کے تھے
مگر یہ اسی اخلاص و عروبہ کے ساتھ اور دیگر حضرات ہمعصر و رقبوں کے ساتھ

ایک مرتبہ حضرت علی گڑھ میں تشریف رکھتے تھے اور دورہ کی حالت تھی حضور چارپائی
پر آرام فرما رہے تھے اور سید عبدالحجید صاحب عرب مدنی والد صاحب کے مکان پر
فروکش تھے - وہ حضرت صاحب سے ملنے گئے اُس کمرے میں تشریف لائے جہاں حضور
فروکش تھے - حضور کو معلوم ہوا کہ یہ سید اور مدنی ہیں ادباً اور تعظیماً چارپائی سے اتر کر زمین
پر بیٹھ گئے اور تکلیف دورہ کی وجہ سے مجبور نہ ہوئے - مدنی صاحب قریب ایک گھنٹہ کے
وہاں بیٹھے رہے اور حضور بھی انتہائی خلوت کے ساتھ وہاں بیٹھے رہے - جب مدنی صاحب
تشریف لے گئے تب فرمایا کہ یہ سید اور مدنی تھے اُن کی تعظیم کرنا ضروری تھا -

ف - جس کی تعظیم جس غرض سے اور جس کے لئے کی جاوے تو وہ اُسی کی ہو جاتی ہے

لہذا یہ وقت حضرت بابرکت کا عظیم سرکار رسالت باب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں
گزر رہا اور دیکھنے والوں کو سہل ترکیب گھر بیٹھے فیض عظیم سرکارِ دوعالم حاصل کرنے کا طریقہ
بھی بتا دیا گیا۔ مروج عرب بھی تھے اور سید بھی تھے اور مدنی بھی تھے۔ ہر آتشیں
نعظیم کی فانی فی رسالت کے مرتبہ پر فائز کرنے والی ہیں۔

یہ خوش بود کہ برآید بیک کر شعبہ دوکار

اسی فیض کے حاصل کرنے کے لئے اکثر پیرانِ عظام اپنی اولاد کو اکثر فیوضاتِ باطنی کم پہنچاتے
ہیں تاکہ ان کے بعد ان کی خالص عظیم کا شعبہ مریدوں کے لئے ہر وقت موجود رہے۔ کیونکہ
اگر عظیم سرزادگان ان کے کمال کی وجہ سے کی جاوے تو وہ عظیم نفس کمال کی ہوتی
جس سے تخریب ناممکن ہو اور جو عظیم بحالت عدم کمال ہوگی وہ ان کی نہ ہوگی بلکہ پیروں کی ہوگی
اسی لئے یہ قول مشہور ہے کہ سرزادوں کے قدم بچنے سے خدا ملتا ہی اسی اصول سے
سادات اور عربوں کی بھی عظیم کی جاتی ہے۔

اسی اصول کو تیار کرنے کے لئے باہم سرزادگان اور سادات میں ایک دوسرے کی عظیم
بھی ہوتی ہے۔ یہ موقعہ اسی منظر کا ہے

(مناقب)

اسی دوران میں قیام علی گڑھ کے دو بزرگ سید شاہ علی حسین صاحب ساکن کچھوچھو
شریف اور نوشامیاں صاحب قادری جو حکیم بھی تھے اور میرے والد کو آخر زمانہ میں ان
سے بہت زیادہ عقیدت ہو گئی تھی دونوں صاحب میرے والد کے مہمان تھے۔ چنانچہ
شاہ علی حسین صاحب جب ملے تو ان کو ہاتھ پر پوسہ دے کر رخصت کیا گیا۔

(تبصرہ)

ف۔ مراتب فقر جو ہیں یا جو تھے وہ ظاہر تھے مگر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ
کے نفس اولاد میں ہر دو فوات مقدمہ برابر تھیں مگر سرکارِ اسمیت نے حق مساویت کو

ترک فرما کر اپنے آپ کو کم دکھلایا کہ یہ سلوک حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی تکمیل تھی۔ مگر حضرت نوشامیاں صاحب موصوف سے اپنے ایک طالب کو بچانا تھا۔ اس لئے اظہار شان غیوریت خواہ مخواہ ہو ہی گیا جس کا مختصر حال ذیل میں درج ہے۔

(مناقشہ)

اس موقع پر مجھے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ میں مختصراً بتا دوں کہ نوشامیاں صاحب کس شان اور کس طریقہ کے بزرگ تھے گو اس بیان سے اس تالیف کو کوئی تعلق نہیں ہو مگر جو واقعہ میں لکھنا چاہتا ہوں اگر اس سے گزیر کروں تو واقعہ تحت ذکر کی وضاحت میں کمی رہے گی۔ نوشامیاں کی شان اگلے زمانہ کے بزرگوں کی شان سے ملتی ہوئی تھی اور وہ سنبھل ضلع مراد آباد کے رہتے والے تھے اور جینٹل شریف جو چندوسی سے چار میل کے فاصلہ پر ہے وہاں وفات فرمائی اور اپنی عمر کا بہت زیادہ حصہ وہیں صرف کیا۔ اُن کا ہرہ پاک نورانی تھا۔ گیارھویں شریف کا بہت ذوق و شوق کے ساتھ انتظام کرتے تھے اس کا اثرباب تک وہاں موجود ہے اور آخری وقت تک اُن کے شوق طلب میں کمی نہیں ہوئی تھی جہاں کہیں سن لیتے تھے کہ اللہ والے لوگ ہیں طالب بن کر وہاں پہنچتے تھے۔

نوشامیاں صاحب کے اگر مفصل حالات لکھے جاویں تو یہ تالیف بہت طویل ہو جائے گی اس لئے چند باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے اُنھوں نے خد اطلبی میں برسوں گھاس پھوس کھا کر بسر کی اور ایک مرتبہ ساڑھے تین برس اور دوسری مرتبہ سات برس تک نہ کبھی دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھے۔ اور نہ کبھی زمین پر استراحت فرمائی۔ نہ کبھی پنکھے کی ہوا کھائی اور بیٹھے بیٹھے جان بحق تسلیم ہو گئے۔ یہ میرے چشم دید حالات ہیں۔ اس میں ذرا بھی افراط و تفریط نہیں ہے۔ یہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے حضور کی اس قیام کے زمانہ میں نوشامیاں صاحب بھی علی گڑھ میں تھے۔ ایک دن عصر کے وقت ہمارے حضرت صاحب کمرہ سنے کل کہ چار پائی پر آرام فرما رہے تھے اور میرے والد حضور کے پاؤں دبارہے تھے۔ میں بائیں

کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں نوشا میاں صاحب بھی اپنی جائے قیام سے نکل کر آئے اور
 کرسی پر بیٹھ گئے اور بغور حضور کے چہرہ پاک کو دیکھنے لگے حضور نے منہ پھیر لیا نوشا میاں
 نے موقعہ پا کر پھر حضور کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ تیسری مرتبہ جب نوشا
 میاں صاحب نے پھر حضور کے چہرہ پاک کی طرف دیکھا مجھے خوب یاد ہے کہ حضور کا
 چہرہ سرخ ہو گیا اور حضور اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایک شعر شہزادی شریف کا پڑھا۔ شعر تو مجھے
 یاد نہیں رہا مگر الحمد للہ اس کا مطلب ذہن میں ہی۔ یعنی جس شخص کی وہاں تک رسائی نہ ہو
 کیا دیکھ سکتا ہے۔ شعر کے پڑھتے ہی نوشا میاں کی کچھ ایسی حالت ہو گئی جو احاطہ تحریر میں نہیں
 آسکتی یہ دو پاک ذاتوں کے راز و نیاز تھے میں اس کے متعلق کچھ زیادہ آگے چل کر
 بیان کروں گا جس کو نوشہ میاں صاحب نے عرصہ کے بعد بیان کیا اس کے بعد نوشا میاں
 صاحب اٹھ کر اپنے قیام کی جگہ پر چلے گئے۔ نوشہ میاں صاحب شب بیدار بھی تھے۔
 اور صبح کو بعد نماز پھر خلوت میں چلے جاتے تھے اور طلوع آفتاب سے گھنٹہ دو گھنٹہ کے
 بعد دروازہ کھولتے تھے چوں کہ مکان میں جگہ نہ تھی اس لئے میں جس کمرہ میں نوشہ میاں
 صاحب فروکش تھے اُس کے دروازہ کے پاس باہر کی طرف ایک چار پائی پر لٹیا ہوا
 تھا اُس روز نوشا میاں صاحب کو خلوت گاہ سے معمولاً باہر آنے میں کچھ دیر ہوتی۔ میں
 لٹیا تھا کہ دفعتاً نوشہ میاں صاحب نے دروازہ کھولا اور ہاتھوں سے دروازہ کے دونوں
 بازو ہٹام کر کھڑے ہوئے۔ اُس وقت نوشہ میاں صاحب کی آنکھوں میں اس قدر تیزی
 تھی کہ مجھے اپنی نگاہ نیچے کر لیا پڑا رنگ بالکل کاخ کی مثل تھا۔ اور مجھ سے استفسار فرمایا کہ
 تم کو کس سے بیعت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور حافظ صاحب قبلہ کا غلام ہوں اُس کے
 جواب میں نوشا میاں صاحب نے کہا کہ اس سند کے ساتھ فخریہ خاندان میرے خیال میں کہیں
 نہیں ہے تم بہت خوش قسمت ہو یہ کہ کہ پھر دروازہ بند کر لیا تھینا دس منٹ کے بعد پھر
 دروازہ کھولا اور نوشہ میاں صاحب نے پھر اُنھیں سوالات اور تقریر کا اعادہ کیا مگر

اُس وقت نوشہ میاں صاحب کا رنگ ایسا سُرخ تھا معلوم ہوتا تھا کہ ہر رگ و پے سے خون جاری ہو رہا تھا ہے اور پھر دروازہ بند کر لیا۔ اندازاً ابھی پانچ ہی منٹ گزرے ہوں گے۔ پھر نوشہ میاں صاحب نے دروازہ کھولا مگر اس مرتبہ چہرہ مبارک نورانی جیسا تھا ویسا ہی تھا اور مکرراتے ہوئے باہر نکل آئے اور پھر وہی سوالات اور وہی تقریر فرمائی اور میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اور بہت دیر تک میرے پاس بیٹھے ہوئے میرے حضور کے فضائل اور خوبیاں بیان کرتے رہے۔

ف۔ بہر حال نوشہ میاں صاحب کے جو کچھ مراتب ہوں وہ ہوں مگر وہ سلیمانی فخری ابن حضرت غوث الاعظم نہیں تھے۔ البتہ خوش نصیب تھے کہ باوجود مراتب اہل کی جانچ شروع کرنے کی اپنی نسبت بجائے گئے اور دوسری خوش نصیبی اُن کی یہ تھی کہ اُن کا ذکر ذکر اہل کی ساتھ اس کتاب میں لکھا گیا۔ واللہ اگر نوشہ میاں صاحب سے خاں صاحب سعید مرحوم و غفور کا قصور اٹکا و نہ ہو گیا ہوتا تو سرکارِ اسلمی اُن کے بھی محض ہاتھ چوم کر مثل شاہ علی حسین صاحب کچھو چھوی کے رخصت فرماتے اور کانوں کان اپنے مراتب سے آگاہی نہ دیتے جو اصل مشرب مجاہدین اخفائے شعار کا ہی۔ مجاہدہ بعد الوصول اور قبل الوصول میں بڑا فرق ہے۔

۱۸ صفر المظفر ۱۲۵۵ھ

سرکارِ اسلمی کا بے سُر سامانی کے ساتھ عشقیہ سفرِ تونسہ شریف

(ٹھہری مصنفہ احقر مؤلف)

سکھی چلو ری چلی تونسہ کی گلی جہاں خواجہ سلیمان نرالا ولی

ناجانوں کا ہے جیت نامیں لاگتے مانوں کچھڑا پیارا ہمارا علی

صمدِ پیا سنگہ لگن لگی ہے موئے ماتھے پہ چمکے ستارہ علی

مناقب۔ ایک مرتبہ میں اور میرے والد صاحب مرحوم آستانہ حافلہ پر بغرض شرکت کر

مہتمم سربراہ میں حاضر ہوئے حضور حضرت صاحب نے فرمایا کہ احمد سعید خاں ہمارے حضرت
 صاحب ہم کو ہر سفر میں ہمراہ رکاب رکھتے تھے۔ مگر ہم کو تونسہ شریف کبھی نہیں ملے گئے
 جب حضرت صاحب قبلہ تونسہ شریف جاتے تھے تو ہم کو میں چھوڑ جاتے تھے۔ یہ فرمانے
 کے بعد بہت دیر تک روتے رہے۔ ہنوز ہماری یہ آرزو پوری نہ ہوئی تھی کہ ہمارے حضرت
 صاحب کا وصال ہو گیا اور ہم کو تونسہ شریف جانا میسر نہ ہوا۔ حضرت صاحب قبلہ کے وصال
 کے بعد ہم نے یہ ارادہ مہتمم کیا تھا کہ ابسے کے حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کے
 عرس شریف میں شرکت کے واسطے جائیں گے اور اس سفر میں تونسہ شریف کی حاضری بھی
 ہو جائے گی۔ لیکن ہنوز زمانہ عرس نہیں آیا تھا کہ حضرت قبلہ عالم سرکار تونسوی رضی اللہ عنہ
 کا بھی وصال ہو گیا وصال کی خبر سن کر ہم کو بہت سخت صدمہ ہوا اور جو کپڑے ہم پہنے
 تھے اور ایک بھادرے کے ہم حاضری تونسہ شریف کے واسطے روانہ ہو گئے۔ اس
 بے سرو سامانی کے ساتھ حضور کے سفر کرنے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت بڑے
 حضرت صاحب قبلہ کو تونسہ شریف سے قبلہ عالم نے احقر شریف جانے کا حکم دیا ہے
 تو حضرت صاحب کے واسطے منجانب سرکار تونسوی کوئی انتظام نہیں ہوا تھا۔ ورنہ ہر خلیفہ کے
 واسطے سرکار تونسوی سے معمولاً انتظام ہوا کرتا تھا مگر حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ کے
 انتظام سفر کی بابت سرکار تونسوی سے ارشاد ہوا تھا کہ وہ خود غنی ہیں ان کے واسطے انتظام
 کی ضرورت نہیں ہے وہ خود انتظام کر لیں گے۔ الغرض ہمارے حضور نے اس سفر میں وہی
 شان دکھادی اور یہ بات ثابت کر دی کہ ہم کو کسی کی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد
 اس طرح سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے۔ یعنی جب ہم دھلی سے روانہ ہوئے تو تونسہ شریف
 کے راستہ میں ہم کو ایک بہت بڑا قافلہ حیدر آباد دکن سے آتا ہوا ملا اور ہم بھی اس قافلہ
 کے ساتھ ہوئے۔ جب تونسہ شریف ایک منزل کے قریب رہ گیا تو مرزا سردار بگ
 صاحب نے ہم سے کہا کہ کپڑے بہت میلے ہو گئے ہیں بدل ڈالنے۔ ہم کو اس کٹھن پتہ

تعجب ہوا کہ مرزا صاحب بہت عرصہ تک حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی کیڑوں کا خیال کرتے ہیں۔ ہم نے مرزا صاحب سے کہا کہ ہمارے پاس اور کیڑے نہیں ہیں اور اسی لباس اور اسی حال سے ہم تو نسہ شریف میں حاضر ہوئے۔

تبصرہ

فت۔ سفر تو نسہ شریف آپ کا بذریعہ زبردست جاذبہ تو نسوی کے ہوا ہی۔ اسی لئے آپ کو نہ سامان کی مہلت دی گئی نہ آپ کو سامان کا خیال آیا۔ کیونکہ ماسوا اللہ آپ صاحب پر سہ برکتی تھے۔ یعنی بے سرو سامانی کے سامان۔ یا عین بے سامانی کو سامان یقین کرنے والے اور اندھیرے گھر کے قدرتی اُجالے۔

اور زبردست نور اور جاذبہ بھیجئے یا آنے کی ضرورت یہ تھی کہ قافلہ حیدر آبادی بلا سوغات کے واقعی یعنی حضرت جانشین کے بارہا تھا قدرت نے اس کی سرپرستی کے سلسلہ میں آپ کو جلد سے جلد کھینچا اور باوجود موجودگی حضرت مرزا صاحب قبلہ جو کمی تھی اُس کو لے جانے والے نے پسند نہ فرمایا۔ اور قافلہ سے مل کر آپ نے اُس کمی کو پورا بھی کر دیا یعنی کل قافلہ کو جناب مرزا صاحب سے باتیں کر کے آپ نے بے کلف بنایا جس کی بہت ضرورت آستانوں کی حاضری میں پڑتی ہی۔ کیوں کہ صاحب آستانہ دل کو دیکھتے ہیں کیڑوں کو نہیں دیکھتے ہیں بھڑل کل قافلہ کو آپ نے لباس ظاہری سے آزاد کر کے پاس آداب دل نکستی کی تودہ کے ساتھ منزل مقصود کو پہنچایا۔ بے چالے مرزا صاحب کو یہ نہیں معلوم تھا کہ سرکارِ اسلمی نہ بردستی جلد سے جلد اٹھالائی گئی ہے اور اس جلدی میں اُس کو دوسرا چوڑا بنانے کی بھی فرصت نہیں دی گئی ہے۔ جس کے بنانے میں کم سے کم روانگی میں تاخیر ہوئی سرکارِ اسلمی قیدِ لباس سے آزاد تھے اور یہ آپ کا شعبہ ہوا دوست ہے۔

مراسم خاتقاہ خلتا ہیں حضرت شیخ کی خاتقاہی مراسم کا اتباع

ہونا چاہئے تاکہ امر بتبعونی بطور تاقدر ہے اور متروق نہ ہونے پائے

حضرت صاحب کی موجودگی میں مغرب کی نماز حضرت صاحب کی مسجد میں ہمیشہ دوسری مسجدوں سے دیر میں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ عرس کے زمانہ میں میرے سامنے کسی نے کہا کہ مغرب کا وقت آگیا ہی اذان ہونا چاہئے حضور نے یہ سن کر صابرا دہ رشید الدین میاں سے کسی قدر بلند آواز سے کہا کہ بھائی تو نسہ شریف میں کس وقت نماز ہوتی ہے۔ رشید میاں نے عرض کیا جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور چراغ جل جاتے ہیں اُس وقت اذان دیکھائی ہے۔ رشید میاں نے کئی مرتبہ اس تقریر کا اعادہ کیا اور حضرت مسکراتے رہے اس گفتگو میں مقررہ وقت آگیا اور غالباً دوسری مسجدوں میں نماز جماعت ہو چکی ہوگی تب حضور نے فرمایا کہ ہاں بھائی اذان کہو۔

ف۔ جب ہر دو خاتقاہوں میں ایسے اتباع مکشوف ہو تب خاتقاہ ثانی میں بیٹھ کر اس بیت پر ذوق لیا جاسکتا ہے۔ کہ

شمس الحق تبہ نیری از بس کہ دلاویری تیر نیر خراساں شد تا بادا چنیں بادا
۱۹ صفر المنظر ۱۳۵۵ھ

مرض اختلاج کی مبارکی اور موت سے نطاز بازی

میرے والد صاحب کو اختلاج کا مرض لاحق تھا جب دورہ ہوتا تھا تو چار پانی قبلہ رخ کر دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم سچ نہیں سکتے آج ہم مرجائیں گے چنانچہ دورہ کے انتہائی شدت کے وقت ایک عریضہ طلب دعائے شفا لکھوا کر ہمت

اکبر علی حضور کی خدمت میں روانہ کیا اور بے چینی کے ساتھ جواب کا انتظار تھا۔ تیسرے یا چوتھے دن اکبر علی حضور کا جواب لے کر آئے۔ حضور نے تحریر فرمایا تھا۔ کہ بھائی احمد سعید خاں یہ بڑا مبارک مرض ہے اللہ اور زیادہ کرے مگر آدمی اس میں مرتا نہیں البتہ موت ہر وقت سامنے رہتی ہے۔

ف۔ اگرچہ اقرم ولیف اختلاج کے مرض سے بفضلہ محفوظ ہی۔ مگر اس قدر ضرور واقف ہے کہ عین دورہ کے وقت دل سے اضطرابی طور پر ماسوائے اللہ سے قطع ہونے لگتا ہے اور بڑی کھربسٹ دانتگیر ہو جاتی ہے اور مجبوراً بہ طور منتظر موت ہونا پڑتا ہے پس درحالیہ کہ موت تو اقبل ان تموتوا اور انقطع ماسوا۔ دونوں امر مطلوب و مقصود ہیں اگر بطور انتہائی نہ حاصل کئے جائیں تو اضطراب بھی غنیمت ہی۔ یہی وجہ مبارکی کی ہے۔ دل بیمار کا کیا کتنا اور لازمی طور پر آنے والی چیز کا منتظر ہونا گو وہ ہمت ناک ہی کیوں نہ ہو بہادری کی بات ہے۔ اختلاج کو ذریعہ موت نہ ہوسکنے کے الفاظ تصرف سلامتی کے اظہار کے لئے ہیں جن میں ایک راز مخفی ہے۔ یہ تصرف کا ایک نیا اور انوکھا انداز ہے جس کے صاف یہ معنی ہوئے کہ ہم موت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ انسان کا مل خلیفہ حق تعالیٰ جس وارد کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ وہ عالم میں تغیر انسان کا مل کی وجہ سے واقعہ نہیں ہوتا ہی اسی کو معلق کہتے ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی مال کا مرید گیا ہو اور وہ لوٹ جائے تو خوش نصیب ہے سب سے پہلے اسے
بزرگ کو اسکو بتوکان کہنا چاہئے اور اس کے مرکز میں پیش قدمی کرنا چاہئے

میری والدہ اپنی ماں کی بے انتہا مطیع و فرمانبردار تھیں۔ میری مانی مرحومہ نے مولوی قطب الدین صاحب دھلوی سے حدیث شریف بھی پڑھی تھی اور انھیں

بیعت بھی تھیں۔ میری والدہ صاحبہ نے بھی اپنی والدہ صاحبہ کے حکم سے مولوی قطب الدین کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور مولوی قطب الدین دیوبندی خیالات کے انسان تھے۔ میری والدہ نے اپنی ماں کے حکم سے اُن سے بیعت تو کر لی تھی مگر مولوی مذکورہ صحیح عقیدت نہ تھے۔ عرصہ دراز کے بعد میری والدہ نے حضور کی خدمت میں یہ التجا پیش کرائی کہ میں سلسلہ حافطیہ میں داخل ہونا چاہتی ہوں اور اجازت ہو تو خیر آباد حاضر ہو کر غلامی میں داخل ہوں۔ اس کے جواب میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ بھائی وہ تو ایک بڑے عالم کی مرید ہیں اُن کی بیعت کے واسطے ہم خود چلیں گے۔ علاوہ اس کے عبد الرؤف خان صاحب مرحوم کا قاتل تھوڑا سا ہے (جو میرے چچا تھے) اور محمد جان خاں کے غسل ختنہ میں بھی شرکت کرتا ہے۔ الغرض اسی تقریب سے حضور وادوں تشریف لے گئے اور والدہ صاحبہ کو سلسلہ حافطیہ میں داخل کیا۔ اس کے بعد جو کیفیت والدہ صاحبہ کی ہوئی اُس کے لکھنے کی چند ضرورت نہیں ہے صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ وہ دائم المرض اور بہت کم نہ دریں حضور کے دامن کرم سے وابستہ ہونے کے بعد جو مرتبہ اُن کو ملا اُس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ وہ مدینہ شریف جا کر زیارت گنبد خضرا سے مشرف ہوئیں اور وہیں دیار محبوب میں وفات پا کر زیر سایہ قیہ اہل بیت اطہار ہمیشہ کے واسطے استراحت فرمائی اور حینا لھا کے سننے کی مصداق ہوئیں بظیفیل حبیب کریم ہم گنہگاروں کو بھی اللہ پاک جو احبیب میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔
شہ آمین۔

تبصرہ

نفس بیعت کی کایا پلٹ میں عجب نہیں ہے کہ خواہ حضرت احمد سعید خاں صاحب مرحوم و مغفور نے ابتداء تصرف کیا ہو یا خاطر حاجی صاحب راوی مرکز خاطر ہو۔ بہر حال خدمت کا معاملہ و خاتمہ اچھا سوانرا اور بنایا اور رہا گیا۔

مرید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے قبل مرید کو سلسلہ پیرانہ سابق
کی طرف تھانیا تاکہ فانی فی رسالت ہونے میں مدد ملے

دادوں کے قیام میں عشاء کے بعد میں مسجد سے نکل کر حضور کی خدمت میں سلام کے
واسطے حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر حاضر رہ کر میں حضور کے پاس سے باہر آ رہا تھا میں نے
دیکھا کہ میرے پھوپھا حاجی محمد اسحاق خان صاحب حضور کے سلام کے واسطے جا رہے
ہیں اور اس موقع پر مجھے یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ میرے پھوپھا کو میرے والد کے
ساتھ عرس اور ہر مزار پر جانے کا بہت شوق تھا اور وہاں سے واپس آنے کے بعد
بچوں کے بزرگان دین کے مزارات سے ان کو عقیدت نہ تھی وہاں کی کیفیات اور حالات
برا کثر تنقید کیا کرتے تھے۔ میرے پھوپھا صاحب جہاں کے تھے وہاں دیوبندی خیالات
کے لوگ اب تک موجود ہیں لہذا طبعاً ان کا بھی ویسا ہی عقیدہ تھا۔ مگر بچوں کو وہ ہمارے
بزرگ تھے پاس ادب سے ہم کچھ عرض نہیں کر سکتے تھے۔ جس وقت حضور کی خدمت
میں پھوپھا صاحب جا رہے تھے۔ میں نے کہا کہ پھوپھا صاحب آج اگر بیچ جائیے تو ہم
جائیں۔ پھوپھا صاحب نے کہا۔ واہ دیکھا ہی اس کے بعد وہ حضرت صاحب کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ میں اپنی جگہ پر چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھوپھا صاحب واپس ہوئے
اور مرزا علی حسین جو انسی آستانہ کے غلام ہیں اور دادوں کے رہنے والے تھے ان سے
آکر کہا کہ مٹھانی منگو اوہم مرید ہوں گے۔ مرزا جی نے یہ سن کر مٹھانی منگوانے میں جلدی نہ
اور بہت خوش ہوئے اور مٹھانی لے کر پھوپھا صاحب اور مرزا صاحب حضور میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ حضور مرید کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو آج تک کسی کو بھی
مرید نہیں کیا اور کئی بار یہی ارشاد فرمایا۔ پھوپھا صاحب کو گریہ شروع ہوا یہاں تک کہ

والد صاحب نیز سب لوگوں کو اس کی اطلاع ہوئی۔ والد صاحب اور خادم میاں صاحب بھی حضور میں حاضر ہوئے اور پھوپھا صاحب کو مرید کرنے کی بہت سفارش کی اب حضور کسی قدر ناگواری کے ساتھ ارشاد فرمانے لگے کہ ہم نے آج تک کسی کو مرید نہیں کیا مجبور ہو کہ سب لوگ اٹھ کر چلے آئے اور مٹھائی بھی واپس لائی گئی اُس وقت سے کہ صبح تک پھوپھا صاحب پر گم یہ طاری رہا آخر خادم میاں صاحب و ہادی علی خاں صاحب اور میرے والد اور دیگر لوگ صبح کو پھر حضور میں حاضر ہوئے مولوی ہادی علی خاں صاحب نے بھی پھوپھا صاحب کی مرید کرنے کے متعلق عرض کیا مگر حضور نے یہی جواب دیا کہ ہم نے کسی کو آج تک مرید نہیں کیا اور ہم کو مرید کرنا آتا ہی نہیں۔ تب ہادی علی خاں صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ ایک شخص حضرت صاحب کے سلسلہ میں داخل ہونے کی درخواست کرتا ہے اور حضور اُس سے انکار کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ رات سے تم نے یہ کیوں نہیں کہا۔ ہم تو حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتے ہیں۔ لاؤ بھائی تمہارا ہاتھ بھی حضرت صاحب کے ہاتھ میں دیدیں۔ یہ کہہ کر پھوپھا صاحب کو سلسلہ عالیہ حافطیہ میں داخل کر لیا ف۔ زیر پردہ آنکسار کھلم کھلا (بِیَدِ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِم) کا فیض پہنچایا جاتا تھا مگر یہ رگڑ جھگڑ کوئی نہیں کرتا تھا کہ مرید ہونے والے کا ہاتھ تو قبلہ و کعبہ آپ ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے مگر وہ بڑے حضرت کے ہاتھ میں کس طرح پہنچ جاتا ہے تاکہ معاملہ صاف ہو جاتا۔ اس معاملہ میں اولاً اُن کا واسلے کیا گیا کہ نکتہ چینی بزرگان کی معصیت کا رنگاراولا حاجی محمد اسحاق صاحب کے دل سے خود انھیں سے گریہ کر کے دہلا لیا جاوے تب مرید کیا جاوے اور فوراً ہی اپنی نفی کر کے آگے بڑھا دیا جاوے اور تعلیم فنا کا سبق دیدیا جاوے۔

خاں صاحب کے اس فقرہ کو کہ (واہ دیجھا ہی) حضرت سمیع نے سن لیا اور غیبت جوش زن ہو گئی۔ یا راوی صاحب کے فقرہ کی لاج رکھنی گئی۔

نوح اُدوں کی فرق و فرقی کی ایک خاص وجہ جو ان معارف کے سمجھ میں آئی

بمطابق قطبیت سرکارِ اسلامی پر فرض تھا کہ خیالات دیوبندی جن میں حضرات انبیاء و صل
و حضرات اولیاء کی توہین مندرج ہے۔ تمام ہندوستان میں نہ پھیلنے پاویں اور یہ ممکن نہیں
تھا جب تک اُسی نوح میں کوئی مستقل سلسلہ اُن کی رد کا نہ قائم کیا جاوے۔ لہذا مطابق
الہام کے سرکارِ اسلامی نے ریشیان دادوں کو اپنا مطمع بنایا اور وہاں ہمیشہ پیشہ کے لئے ایک
احاطہ قائم کر دیا تاکہ خیالات دیوبندی کی تبلیغ عالمگیر نہ ہونے پاوے۔ ہوتا کیا تھا اور
سمجھا کیا جاتا تھا۔

۲۲ صفر المظفر ۱۳۱۵ھ

(منافق)

حضرات شائقین سماع کو کسی خوشی حاصل کرنے کے وقت

سماع کو دل چاہتا ہے۔ اسی ذریعہ سے وہ حق تعالیٰ کا شکر یہ ادا
کرتے ہیں اور کبھی طالب علموں کی نفس کشی اور حرص زر توڑنے
کے لئے بھی حضرت شیخ سماع سنتے ہیں اور کبھی منکرین کا انکار توڑنے کے
لئے بھی سماع سنا جاتا ہوا کبھی اپنا تقدس بھی بالاعتقاد محفل سماع توڑا جاتا ہے
اور بعض اوقات گروہ قوالان کی روزی رسانی کے لئے بھی حضرت شیخ

سماع کی فرمائش فرماتے ہیں

اُسی دن یا اُس کے دوسرے دن محمد جاں خاں کی تقریب غسل ختنہ تھی غسل کے بعد
حضور نے فرمایا کہ غسل ہو گیا اور قوالی نہیں ہوتی اس سے پہلے ہم سب نے مشورہ کر لیا تھا

کہ عبدالغفار کو کافی روپیہ مل گیا ہی۔ اب قوالی نہ ہونا چاہئے۔ مولوی ہادی علی خاں صاحب اور
 خادم میاں صاحب کی جی ہی رائے تھی اُسی دن شام کو حضرت زنان خانہ میں تشریف لے گئے
 میری پھوپھی صاحبہ مرحومہ کو حضرت صاحب کے ساتھ عشق تھا آنھوں نے اپنے سب بچوں
 کو سلسلہ حافطیہ میں داخل کرا یا۔ سوائے اُن کے اور بھی سب عورتیں سلسلہ حافطیہ میں داخل
 ہوئیں۔ قریباً جو اُس وقت پیش ہوا اُس کو حضور نے کمر بند میں باندھ لیا۔ دو چار روپے
 حبیب میں بھی رکھ دیئے باہر تشریف لانے کے بعد خادم میاں صاحب نے حبیب سے روپے
 نکال لئے مگر تعجب ہوا کہ زنانہ میں حضور تشریف لے گئے تھے اور چند روپے نذر میں آئے
 کچھ دیر کے بعد حکم ہوا کہ غسل ہو گیا بھائی قوالی ہونی چاہئے۔ خادم میاں صاحب اور
 ہادی علی خاں صاحب نے عرض کیا کہ احمد سعید خاں کی برادری کے لوگ آئے ہوئے
 ہیں اور اُن کے یہاں کی تقریب میں گانا نہیں ہوتا ہی یہ سن کر ارشاد ہوا کہ ہمارے یہاں
 تو موت اور خوشی دونوں میں گانا ہوتا ہے۔ قوال کو بلاؤ۔ خادم میاں صاحب نے خیال
 کیا کہ اچھا قوالی ہو۔ پاس تو کچھ ہے نہیں دیں گے کیا۔ قوال نے بیٹھتے ہی بڑے حضرت
 صاحب قبلہ کی شان میں چیز شروع کی اور حضور نے کمر بند سے روپیہ کھو لکر دینا شروع
 کیا۔ غلاموں میں پہلا شخص میں تھا کہ اُس موقع پر پہونچا۔ جہاں حضور کا قیام تھا۔ والد صاحب
 ماموں صاحب دیگر غلامان حضور بھی میرے بعد حاضر ہو گئے۔ مختصر یہ کہ قوال کو اُس وقت
 اس قدر روپیہ ملا کہ کسی بلکہ قوالی میں اُس وقت تک نہیں ملا تھا۔ ہم سب نے اُسی
 وقت اٹھ کر توبہ کی کہ آئندہ کبھی ایسا خیال نہ کریں گے۔

ہر کہہ پڑن تو اندر تمام کند۔ ہر بات کے واسطے وقت مقرر ہی جس مکان میں سماع ہوا تھا
 وہ اب طلباء کے رہنے کے واسطے وقف ہی جس میں علم دین پڑھنے کے واسطے مدرسہ حافطیہ
 سعیدیہ کے طلباء رہتے ہیں۔

ف۔ جس صادق مرید طالب نے گھر حضرت شیخ پہونچ جائیں گے اُس کا تصرف مالکانہ

گھر بار و صحن مال دولت سب سے اٹھ جاتا ہے۔ اور شیخ کی معیت کی سفر میں مریدین اور معتقدین کا حق مشورہ وغیرہ ساقط رہتا ہے۔ بعض رئیسان اہل دنیا نے حضرات صوفیائے کرام کی دعوت کر کے سماع مکانوں میں سنا کر بعد ذوق و شوق اپنے مکانوں کو وقف کیا ہے۔ بہت اچھا ہوا کہ توبہ کرنی گئی۔ احقر مولف بھی اس چکر میں پڑ چکا ہے۔ ۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ

اپنے سائلین طالبین کی تعلیم کے لئے حضرت شیخ کا رسیان دنیا کی کیا سنتے ہیں کہ نایاب کیا کہ فائدہ کرنا باوجودیکہ حضرت شیخ کو ضرورت پھر نہیں پڑی ہٹا بلکہ ناز و خوریں کو فوق یا مست سے نکالنے کے لئے اچھا ب کیا جانا

اسی دوران میں حضور کو کسی وجہ سے غصہ تھا اور کئی وقت سے کھانا نہیں نوش فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بار بار ارشاد فرماتے تھے کہ سب نے احمد سعید خاں کا گھر دیکھ لیا ہے ہر وقت کھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ ہماری یہ عمر آگئی ہے اور لوگ ہم کو روپیہ کموانے کے واسطے دادوں لائے ہیں مختصر یہ کہ حضور نے اس طیش میں چار وقت کھانا تناول نہیں فرمایا۔ مجبور ہو کر حضرت خادم میاں صاحب اور مولوی ہادی علی خاں صاحب نے کھانا کھلانے کے واسطے جدوجہد کی اور بہت اصرار کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ حضور نے چار وقت کھانا نہیں نوش فرمایا ہے اندیشہ ہے کہ ضعف ہو جائے گا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان الفاظ کو سن کر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب انسان صرف دو کاموں کے واسطے کھانا کھاتا ہے۔ یعنی استنجا پاک کرنے اور نماز ادا کرنے آپ نے دیکھا کہ ہم نے کسی وقت استنجا پاک نہیں کیا یا کسی وقت نماز نہیں پڑھی اس کے بعد فرمایا کہ ہم پھر کیوں کھائیں اور جو کوئی اب ہم سے کھانے کو کہے۔ خدا اس کو غارت

کرے۔ دونوں صاحب مجبور ہو کر اپنے قیام گاہ پر چلے آئے اور کسی کو پھر حیرات نہ ہوئی کہ حضور سے کھانے کے لئے پھر کہہ سکے۔ اتفاقاً عمری عبدالجلیل خاں صاحب مرحوم رئیس بھیکم پور نے حضور کو دعوت کی تکلیف دی۔ اور حضور وہاں تشریف لے گئے۔ بھیکم پور دادوں سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ کھانے کے وقت حضور نے فرمایا کہ بھائی خوب کھانا اور آؤ بھائی احمد سعید خاں کھاؤ آج تو دوسری جگہ دعوت ہے۔ میرے والد نے باؤں تمام عرض کیا کہ حضور یہ بھی میرا ہی گھر ہے۔ یہ سن کر حضور بیت بنے اور فرمایا کہ ہم کو کیا معلوم تھا۔ یہ بھی تمہارا ہی گھر نکلا۔

ف۔ اس معاملہ میں اطباء کے اُس قول کی تردید کی گئی ہے کہ اجابت اور قوت دونوں محتاجِ طعام ہیں اور اس مقام کے حاصل ہونے کا بھی اپنی طرف سرکار نے اشارہ کیا ہے یہ دعوت کسی صادق طالبِ خفیہ کے خیال سے منظور کی گئی ہوگی جس نے سرکار کو نہ کھانے سے نہ کھایا ہوگا اور خوب کھانے کا اشارہ بھی اُسی جانب مخصوص تھا۔ اگر اسی وقت پر مال ہوتی تو اصلیت کھل جاتی۔ ان مواقع پر حضرت مولوی ہادی علی خاں صاحب نے ریمان صاحبان دادوں کی اچھی جان توڑ کر امداد کی ہے۔ اور پیشگاہ سرکارِ اعلیٰ سے اُن کی قابلِ قدر ہدایت ہوئی ہے۔

۲۳ صفحہ المنظر ۲۵

خواہ تجدیدیت کی نفی منجانبِ حضرت شیخ حنی خود تجدید کی تعریف میں داخل ہو جس کے بعد طہارِ ترتیب کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اس ترتیب کو نہ واقع ہوئے سائنڈ شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے یا بخصوص اُس حال میں کہ حضرت شیخ نے خود قبولیت وغیرہ کی سکین فرمادی ہو

اسی دوران میں میرے بھائی اور میرے والد صاحب نے تجدیدیت کی خواہش کی حضور نے

جواب میں فرمایا ابھی تو ہمارا قیام ہے، کہیں گے۔ اس کے بعد میرے والد نے پھر ایک دن التجا کے ساتھ ہی خواہش کی تب حضور نے فرمایا کہ بھائی احمد سعید خاں کیوں تجدید بیعت کرتے ہو والد صاحب نے عرض کیا حضور میں سخت گنہ گار ہوں پھر توبہ کر لوں۔ اُس پر ارشاد ہوا کہ بھائی تمہاری توبہ تو قبول ہے تجدید کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ الفاظ اس انداز سے حضور نے فرمائے کہ میرے والد کی پوری تسکین ہو گئی۔ اور پھر یہ خواہش پیش کی۔ مگر بھائی صاحب اس خواہش کا اظہار کرتے رہے۔ اب یہ وقت آگیا تھا کہ بقصد مراجعت خیر آباد شریف حضور دادوں سے علی گڑھ کو روانہ ہوئے۔ بھائی صاحب اس خواہش کا اظہار کرتے رہے اب یہ وقت آگیا تھا کہ بقصد مراجعت خیر آباد شریف حضور دادوں سے علی گڑھ کو روانہ ہوئے۔ بھائی صاحب نے پھر خواہش تجدید بیعت کی تو ارشاد فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ علی گڑھ چل رہے ہو وہاں دیکھا جائیگا علی گڑھ پہنچ کر حضور نے بھائی صاحب سے دریافت فرمایا کہ بھائی کیوں یہ خواہش کرتے ہو۔ بھائی صاحب نے عرض کیا کہ میں جب غلامی میں داخل ہوا تھا بالکل بچہ تھا حضور نے فرمایا کہ بھائی تم تو حافظ صاحب کے ہو چکے پھر تجدید کی کیا ضرورت ہے۔

ف۔ احمد سعید خاں صاحب مرحوم مغفور جس خیال معصیت وغیرہ سے تجدید پناہ تھے وہ معافی میں آچکی تھیں یا بوقت خواہ تجدید بیعت معافی میں آگئیں اور کیوں نہ تھیں کیوں کہ خاں صاحب ممدوح عرصہ سے اپنے آپ کو زیر غلامی و تصرفِ اسلامی دے چکے تھے اور دوسرے صاحب کا بچپن کا عذر اس لئے نہیں مانا گیا کہ خریدار بوقت بیعت ہوشیار تھے اور بچہ نہیں تھے۔ بہر حال بہر طور مفاد تجدید تو حاصل ہی ہو گیا۔

کامیابی و برتری پر میری قاری رہنے کی دلیل اور نوشاہی کی نصیحت
 سرِ امی ہر وقت پر مرید و پرہیزگار کی دلیل اور نوشاہی کی نصیحت
 پندی اور احمد سعید صاحب کے تھے اس احسان اور مبارک حلقی سے آراستہ
 کے لئے تھوڑی سی دیر اور دوسرے لئے عورت کی سبیل

اگرچہ یہ حکایت مکرر ہو مگر ان مردوں کی ہدایت کے لئے قند کر رہی۔ جو پیروں کے وصال کے بعد زندہ رہتے ہیں
 میں نے اوپر نوشاہیاں صاحب کے تذکرہ میں یہ عرض کیا تھا کہ آئندہ تفصیل سے
 لکھوں گا۔ اس واسطے میں ذیل کا واقعہ لکھتا ہوں:

یہ تقریب کیا رہی تھی شریف ہر مہینہ میرے والد اور میں جلیہ شریف میں حاضر ہوتے
 رہے ہیں۔ والد صاحب نے ایک دن قلمی دورہ کی حالت میں نہایت اضطراب اور پریشانی کے
 ساتھ نوشاہ میاں صاحب سے عرض کیا کہ مجھ کو سلسلہ قادریہ میں داخل کر لیجئے اور یہ سوال
 دورہ کی حالت میں دو ایک مرتبہ پہلے بھی والد صاحب کر چکے تھے۔ مگر اس مرتبہ اس سوال کو
 سنتے ہی نوشاہ میاں صاحب کی حالت کچھ ایسی متغیر ہو گئی کہ والد صاحب سے نوشاہ میاں
 صاحب نے فرمایا کہ احمد سعید خاں تم جس سلسلہ علامی میں داخل ہو وہ نہایت صحیح سلسلہ ہے
 اور تم کو علی گڑھ کا وہ واقعہ یاد نہیں ہے جب حضرت حافظ صاحب قبلہ نے مشنوی شریف
 کا ایک شعر پڑھ کر سنایا تھا اگر میں نے اُس دن خوشامد نہ کر لی ہوتی تو عمر بھر کی جو کچھ میرے
 پاس کمائی تھی وہ سب حافظ صاحب لے ہی چکے تھے۔ اب آئندہ تم مجھ سے ایسا سوال
 نہ کرنا ورنہ شاید تمہارا اس باغ میں آنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ یہ فرما رہے تھے اور نوشاہ
 میاں صاحب کا چہرہ اُس وقت سُرخ ہو رہا تھا۔

ف۔ اگر مجھے انقباضات اصحاب سرکارِ اسلامی کی محض تفتیش و تنقیح سے اپنے ایمان کے

سلب ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس معاملہ کی توضیح طولانی کرتا مگر میں ڈرتا ہوں اور صرف اس قدر لکھتا ہوں کہ جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب نے بے شک اپنے حضرت شیخ کے مناقب تحریر فرمائے ہیں اس قدر احتیاط فرمائی ہے کہ اپنے حضرت والد ماجد صاحب کی لغزش کو بھی مدوح نے نہیں چھوڑا اور اچھا ہوا کہ نوشاہ میاں صاحب نے اپنا اصلی حال خاں صاحب سے کہہ ڈالا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گنجلک خاں صاحب کے دل سے گل گئے اگرچہ خاں صاحب کی ریاست اور رعایت طلبی اور انتہائی کتمان سرکارِ اعلیٰ اس نوبت کا بانی تھا۔ مگر خوب ہوا کہ خاں صاحب نے پھر اپنی ذوقِ جوع کو صحیح کر لیا اور معافی ہو گئی۔

عفو بے حد تو چوں جو یاے عصیانِ مست
لاجرم ہر خطہ ام در کسبِ عصیانِ دگر
۲۳ صفر المظفر ۱۲۷۵ھ

اس حکایت کو پڑھ کر اگر کسی کو محض احمد سعید خاں صاحب پر اعتراض ہوا تو اُس نے مقصود کو نہیں پایا کیونکہ خاں صاحب مرحوم صرف اس لئے تختہ مشق بنائے گئے ہیں کہ غلامانِ اعلیہ یہ یقین کر لیں کہ بعد و غل ہو جانے سلسلہ غلامیِ اعلیٰ کے پھر وہ غلام کسی دوسرے درویش کے کام کا نہیں رہتا ہی۔ یعنی پیر تو بن سکتا ہے مگر مریدی کے کام کا نہیں رہتا۔ دین محمدی عنہ

یہ وہ نویدِ خطِ طبع کر لوگوں کو محالِ عرس میں لانے کی ناپسندی رہے۔ مختصر کی کافی تبلیغ اور اختلا چھوٹی اور بڑی قوم سے قوم کے نکالنے کا عملی غلط اور صاعِ عرس مستفاد کو خود بلا آئین کی فضیلت ایک مرتبہ میں حضور میں شام کے وقت حاضر ہوا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ حالتِ استغراقِ حضور پر بہت زیادہ طاری رہتی تھی زمانہ وصال سے قریباً ایک سال پہلے کا واقعہ ہی۔ بعد مغرب میرے والد نے حضور سے عرض کیا کہ حضور نوشاہ میاں صاحب اور شاہ تاجل حسین عرف جن میاں صاحب جو شاہجہاں پور میں آسودہ ہیں ان کو عرس شریف میں حاضر ہونے کی بہت بڑی تمنا ہے۔ اگر حضور تحریر فرمائیں تو وہ حاضر ہوں حضور نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر دوبارہ جب حضور نے آنکھ کھولی تو میرے والد سے فرمایا ہاں احمد سعید خاں کیا کہتے تھے والد نے پھر ان حضرات کی تمنا پیش کی۔ ہنوز کچھ جواب میں ارشاد نہیں ہوا تھا کہ استغفرانی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر قحطی دیر کے بعد والد سے دریافت فرمایا اور والد نے پھر وہی عرض کیا۔ مگر کوئی جواب پھر بھی نہ ملا۔ مجبوراً میرے والد اپنی جائے قیام پر چلے آئے جب صبح کو حضور کے سلام کے واسطے حاضر ہوئے۔ حضور حجرے میں تشریف فرما تھے۔ والد کا ابھی ایک پاؤں حجرے کے اندر اور ایک باہر تھا فرمایا کون احمد سعید خاں آؤ۔ کل تم کیا کہتے تھے اتفاق سے والد کو وہ گزارش یاد نہیں رہی جواب دینے میں گو نہ توقف ہوا تب حضور نے خود فرمایا وہی جمن میاں اور نوشہ میاں تم سے کیا کہتے تھے والد نے عرض کیا میں ہر گیارہویں شریف میں جینے شریف جاتا ہوں اور پھر وہی مذکورہ صدر قصہ کو دوہرایا حضور نے زبان گوہر بار سے فرمایا کہ گیارہویں شریف میں جاتے ہو بہت اچھا کرتے ہو نوشہ میاں اچھے ہیں اور جمن میاں بہت اچھے ہیں ان کی خدمت کیا کرو ان کی خدمت کرنے سے تمہیں فائدہ پہونچے گا بلا نے کے متعلق یہ جواب ہے کہ بڑے حضرت صاحب قبلہ کا عرس ہے جس کو حضرت صاحب قبلہ عقیقہ ہو وہ خود آئے اور جب کوئی آئے گا تو وہ حضرت صاحب کا ہمان ہو گا اس کی خدمت گزاری ہم پر فرض ہو گی اور جب ہم ان کو بلائیں تو حضرت صاحب کے سلسلہ میں جو داخل ہیں ان کو کیوں نہ بلائیں اور تم کو کیوں نہ بلائیں اور یہ بھائی محمد صدیق جو کھڑے ہیں ان کو کیوں نہ بلائیں۔ محمد صدیق اگرچہ حجام ہے اس کے ساتھ ہی حضور نے فرمایا کہ محمد صدیق بھائی تمہارا نام بہت پیارا ہے تم کھڑے کیوں ہو تم پاس آ کر بیٹھو اور ہاتھ پیر کر محمد صدیق کو اپنے برابر بٹھالیا اور بار بار یہ فرماتے رہے کہ محمد صدیق تمہارا نام بہت پیارا ہے۔ اور برابر گریہ جاری تھا۔

ف۔ اگرچہ وہ سب تعلیمین ان حضائل میں مندرج ہیں جو اس حکایت کے عنوان میں

مندرج کی گئی ہیں۔ مگر چوں کہ خاں صاحب ممدوح کا اعتقاد بھی اُن بزرگوں سے متحقق تھا اس لئے حضرت میں جوشِ غیرت ہو گیا اور بے اختیارانہ میاں محمد صدیق کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے تصویرِ فقر حافل اور دوسرے فقر کی فیکری کی کھنچوا دی گئی اور نہایت تہذیب سے بلا دانہ دینے کی وجہ بتلا دی گئی۔ گو نفسِ بلا و قابلِ اعتراض نہیں ہی مگر اگر وہ کسی لایح سے دیا جاوے تو بے شک برا ہے اور مخرب توکل ہے۔ آپ تو بے صورتی کی صورت تھے۔ آپ سے صورتی تحریکات کیسے سرزد ہوتیں۔ آپ کے توکل کا وہ آشیانہ تھا جہاں بڑے بڑے شہبازانِ توکل کے پر جلتے تھے۔ علاوہ اس کے اس معاملہ میں تعزِ آستانہ عالیہ حافیہ کا بلا و اطلب کرنے والوں کی عزت سے مقابلہ بھی باتوں باتوں میں پیدا ہو گیا تھا پھر آپ بے اختیار کیوں نہ ہوتے۔

کیفِ کارِ علمی اندر سماعِ معہ و واقِ سیرِ محفلِ سماع اور عاشقِ مزاج ہونا آپ کا

بعض کوتاہ بین یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور کو کیفیت نہیں ہوتے تھے حالانکہ میں نے چشمِ خود دیکھا ہے کہ حضور کو بہت زور کی کیفیت ہوتی تھی کیفیت کے حال میں گھنٹوں حضور کو اگر یہ طاری رہتا تھا اور اُسی حالتِ کیفیت میں اپنی چادرِ عمامہ جو کچھ پاس ہوتا تھا حضور قوال کو دیدیتے تھے۔ خاندانِ عالیہ حشیہ میں صرف ہمارے حضرت صاحب کی ایک ذات ایسی ملے گی کہ جو قوالی کے اندر کبھی اُٹھ کر کھڑی نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہاتھ حضور کا اُٹھا صرف چشمِ مبارک کے اشارہ سے جس کو عبد العفار اور حضور کے غلام بھی خوب سمجھتے تھے۔ جس شعر پر آپ کو کیفیت ہوتا گھنٹوں تکرار کی جاتی تھی۔ میرے خیال میں بحالتِ کیفیت

نہ کھڑا ہونا یا خلاف معمول ہاتھ نہ اٹھانا بظاہر اُس کا یہ سبب تھا کہ بڑے حافظ صاحب قبیلہ نے حضور کو عالی ظرف اپنی زبان مبارک سے فرما دیا تھا۔ پس جب اُس پاک اور مقدس ذات نے جس کو عالی ظرف فرمایا تھا اُس کا جگہ سے اٹھنا امر محال تھا۔ اکثر حضور شیخ پڑھتے تھے اور بہت گریہ ہوتا تھا۔ دُسا ہو کانے نے جس کو یارو۔ دوسرا شعرداع کا بہت پڑھتے اور اُس پر گریہ فرماتے تھے۔ ترپتے لوٹے ہم کو چہ قائل میں رہتے ہیں۔ اور یہ غزل بھی بہت پسند تھی۔

بتان ماہ و ش اُجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں

ف۔ سرکار کی کیفیت کو کیف باہوش یا بے اختیار کہتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کو بے کیف یا بے حال سمجھے یا کہے یا یقین کرے اُس نے آپ کی تنقیص کی کیوں کہ آخر زمانہ سالک کا رو اور اطمینان متعلق طلب دلیل نقصان ہی اور اُس سے آپ کی ذات ہمراہ تھی۔ لہذا آپ کو بے حال سمجھنے والا بے شک لقب کوتاہ بین کا مستحق ہے۔ آخر زمانہ میں جب لوگ کھڑے ہو کر رقص کرنے میں ریا کرنے لگے تو آپ کی شیخی کو عدم استادگی کا الہام کیا گیا اُس کی آپ نے پابندی کی جس کی وسعت آپ کو عطا کی گئی۔ خدا نخواستہ آپ کھڑے ہو کر رقص کرنے کے مخالف نہیں تھے کیونکہ آپ کے پیران پر اس کے قائل رہ چکے ہیں۔ لہذا اس گمان سے باز آنا چاہئے ورنہ وہ بدگمانی ہو جائے گی کیونکہ آپ ہرگز ہرگز کبھی تجلیل مشائخین کے مرکب نہیں ہوئے ہیں۔ البتہ ریا کے ساتھ اٹھتے اور کھڑے ہونے سے ضرور آپ نے روکا ہی اور وہ بہت بجا ہی۔ خوب واضح رہے کہ صاحب حال پر عین حال میں تکلیف شریعت باقی نہیں رہتی ہے۔ ۲۴ صفر المظفر ۱۲۸۶ھ

مولانا خواجہ حافظ محمد اسلم صاحب قبیلہ قانی فی اللہ تھے اس لئے مطلع

علی الغیب تھے اور باوجود حب و نیکے تارکِ تصنیف نہایت فرماتے تھے

جس زمانہ میں مابین ہمارے دادا صاحب و نانی صاحبہ مقدمہ چل رہا تھا اُس کی تفصیل

لاحال ہے۔ مختصر یہ ہے کہ الہ آباد تک نوبت پہنچ گئی تھی اُس مقدمہ کی پیروی دادا صاحب کے طرف سے میرے والد صاحب کرتے تھے۔ دادوں میں تار آیا کہ مقدمہ نمبر پر آگیا۔ دادا صاحب نے والد کو حکم دیا کہ تم جاؤ۔ مگر جاتے وقت خیر آباد شریف ہوتے جانا ہدایت اللہ اور حافظ محمد یعقوب خاں مرحوم ساکن خورجہ میرے والد کے ہمراہ روانہ ہوئے راستہ علی گڑھ سے تھا اور علی گڑھ سے روانہ ہو کر ہاتھرس میں دوسری ریل پر سوار ہونا پڑتا تھا۔ جس وقت والد علی گڑھ اسٹیشن پر سوار ہوئے اور ریل چھوٹے پر تھی اُس وقت حاجی کنور عبد الغفور خاں صاحب نے ایک بند لٹافہ والد کو دیکر فرمایا کہ یہ لٹافہ مولوی غلام محبت صاحب وکیل کو دیدینا۔ والد نے وہ لٹافہ جیب میں رکھ لیا۔ ہاتھرس پہنچ کر دوسری گاڑی پر سوار ہو کر کانپور روانہ ہوئے۔ تین چار سٹیشن گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس ٹکس میں مثل مقدمہ اور روپیہ تھا وہ بڑی لائن کے گاڑی پر چھوٹ گیا۔ کاسنگ پنچکر والد نے ایک تار ٹونڈ لے اور ایک کانپور کو دیدیا اور خیر آباد شریف چلے آئے۔ جیب میں کچھ روپے تھے وہ راستہ میں صرف ہوئے جو مجھے یاد ہے کہ والد صاحب فرماتے تھے جس وقت ہم خیر آباد پہنچے ہمارے پاس صرف چار روپے باقی تھے والد نے خیال کیا کہ حضرت صاحب قبلہ سے خرچ لے کر الہ آباد چلے جائیں گے۔ چوں کہ زیادہ قیام کرنے کا وقت نہ تھا دوسری ریل سے واپسی کے واسطے تیار ہوئے۔ جب سلام کرنے کے واسطے حضور میں گئے تو خیال ہوا کہ حضور سے خرچ کے واسطے کچھ روپیہ مانگ لوں۔ ہنوز طلب خرچ کی درخواست نہیں کی تھی حضور نے خود ارشاد فرمایا کہ احمد سعید خاں تمہارا بکس چلا گیا اللہ چاہے گا بلجائیگا۔ یہ سن کر والد کو بہت تشویش ہوئی کہ حضور سے کس نے اطلاع کر دی مگر حضور کے الفاظ نے کافی تسکین دیدی کہ جس ضرورت بلجائیگا بعد اس کے حضور نے والد سے فرمایا کہ قوال تم کو بہت تنگ کریں گے۔ تم کسی کو یہاں نہ دنیا اور اتنا خرچ تو تمہارے پاس ہی کہ تم الہ آباد پہنچ جاؤ۔ یہ سننے کے بعد والد کو طلب خرچ کی جرأت نہ ہوئی باہر آ کر حافظ یعقوب خاں سے کہا کہ تم بھی عجب آدمی ہو۔ حضرت صاحب

سے بکس کا حال تم نے کیوں کہہ دیا انھوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے نہیں عرض کیا اس کے بعد والد نے ہدایت اللہ سے بھی کہا اُس نے بھی قسم کھا کر کہا کہ میں نے حضور سے کچھ نہیں عرض کیا۔ اب یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور نے یہ کیا ارشاد فرمایا کہ تمھارے پاس خرچ ہی حالانکہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہی۔ پھاٹک سے نکل کر والد صاحب حافظ یعقوب سے یہ کہنی لگے کہ الہ آباد کے پہونچیں گے۔ حافظ یعقوب نے کہا کہ حضور نے فرمایا ہی کہ تمھارے پاس خرچ ہے لہذا آپ کے پاس ضرور خرچ ہوگا۔ حافظ یعقوب خاں صاحب کا یہ کہنا گو نہ والد کو ناگوار ہوا اور کہا کہ میں نے تم سے چھپا کر کہیں روپیہ رکھا ہے۔ دو روپے یہاں خرچ ہو گئے اور دو باقی ہیں تم اچکن دیکھو حافظ یعقوب نے کہا کہ جیبوں میں دیکھئے۔ والد صاحب نے کسی قدر ترش روئی کے ساتھ جیبوں میں ہاتھ ڈالا اور کہا میرے پاس کچھ نہیں ہی صرف وہ خط ہی جو کنویر عبد الغفور خاں صاحب نے غلام محبتی صاحب وکیل کو دیا تھا چوں کہ اُس لفافہ میں غیر معمولی وزن تھا حافظ یعقوب خاں نے کر اُس کو کھولا اُس میں دو اشرفیاں تھیں جس کا نرخ اُس زمانہ میں فی اشرفی ۵۰۰ تھا چنانچہ الہ آباد تک کے واسطے بہت کافی انتظام ہو گیا۔ اسی کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا تھا اور گرم شدہ بکس جس کی وجہ سے بہت سخت تشویش تھی حسب الارشاد حضور کا پنور میں مل گیا۔ کیا یہ واقعہ مذکورہ بھی سننے کے بعد یہ یقین کرتا غلط ہوگا کہ شاہد حقیقی کی ذات میں فنا ہونے کے بعد کوئی پردہ نہیں رہتا۔ اور یہی اولیاء اللہ کی شان ہے۔

ف۔ اس قسم کے واقعات میں جنھوں نے حضراتِ دادوں کو سرکارِ اسلامی کا والد و شہید بنا رکھا ہے ورنہ بالعموم رؤسائے کے عقائد کا طور ایسا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ حضراتِ دادوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔

بدھ کا سفر سرکارِ اسلامی کو پسند نہیں تھا

بدھ کے دن حضور سفر نہیں فرماتے تھے اور جو لوگ حضرت صاحب کے یہاں مہمان

ہوتے تھے اُن کو بھی بدھ کے دن اجازتِ سفر نہیں دی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ میں بدھ کے دن اجازت کے واسطے حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ تم بدھ کو سفر نہ کیا کرو۔
 ف۔ آپ کا نِجیت تھے مہمان کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے ممکن ہی کہ ایک دن مزید رکنے کے لئے زیادہ زور دیا جاتا ہو کیوں کہ بدھ کے بعد نخبیہ متفقہ طور پر سفر کے لئے بہت اچھا ہے یا کوئی اور وجہ خاص آپ کو عدم سفر کی تحقیق ہوئی ہو۔ بہر حال بدھ کے روکاؤ سے جمعات کا سفر نصیب ہوتا ہی جو سنوں ہی۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۰۵۵ھ

علیکرہ میں تصرفِ اہلِ نکچیوں یا چراغ کے کپڑوں کا آدھ گھنٹہ غائب رہ کر موجود ہو جانا

ایک مرتبہ علی گڑھ میں حضور کا قیام تھا اور پر سات کا موسم تھا شب کے وقت عرض کیا گیا کہ یہاں کپڑے پریشان کریں گے اجازت ہو تو اندر دسترخوان بچھایا جائے، آپ نے فرمایا کہ باہر کھانا کھائیں گے۔ کپڑے کہاں ہیں نہیں آئیں گے مجبوراً دسترخوان یا ہر خیا گیا اور ہاتھ دھوئے گئے شمع رکھی گئی اور کم و بیش آدھ گھنٹہ میں کھانے سے فراغت ہوئی مگر ایک کپڑا شمع کے قریب نظر نہ آیا جب دسترخوان بڑھا دیا گیا تو کپڑوں نے ہاتھ دھونا مشکل کر دیا آخر کار روشنی بھادی گئی۔

خلافت کی بحث اور جناب حاجی غلام محمد صاحب سلمی حافظ سلمی

مظلہ العالی کی رائے درباب خلفاء مکرر سلمی

مجھ سے نیز دوسرے صاحبوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ حضرت صاحب کا صحیح خلیفہ کون تھا۔
 دوسرے صاحبوں نے حقوق کے حالات لکھتے وقت اس کی توضیح سے گریز کیا ہے۔ مگر مجھ کو جہاں تک
 ذاتی علم ہے اور دیگر ذرائع سے اس کی صحیح حقیقت معلوم ہوئی ہے مجھ کو اس کے لکھنے میں بالکل پس
 پیش نہیں ہے اور نہ میں ایک واقعہ حقیقی پر پردہ ڈالوں گا۔ ہمارے حضرت صاحب قیام کے صحیح
 خلیفہ سید حافظ محمد حسن میاں صاحب ہیں اور بفضلہ تعالیٰ تا ایں دم زندہ و سلامت ہیں۔
 مگر کیفیات خاص کے پردہ میں اپنے آپ کو اس طرح چھپا رکھا ہے کہ سوائے ارباب بصیرت کے دوسروں
 کو ان کا پتہ چلنا غیر ممکن ہے۔ طالب حق اگر ان سے کچھ نفع اٹھانا چاہے تو بہت مصیبتیں اٹھانے
 کے بعد ضرور اس کو فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جن کو تمام جگہ دیوانہ بتایا جاتا ہے اور اللہ مجھ سے
 خود کہتا ہے نام اکھٹا فضول ہے۔ سید محمد حسن میاں صاحب ایسے ہیں کہ جس کو چاہیں زندہ کر دیں
 اور جس کو چاہیں مردہ کر دیں۔ اور ایسی چند مثالیں ہماری آنکھ کے سامنے ہو چکی ہیں۔ خدا
 معاندین کو نیک تو فقی عطا کرے آمین۔

دوسرے خلیفہ مولانا مولوی سید محمد عبدالصمد سسوانی تھے۔ جن کا وصال بھی چونہ
 میں ہوا ہی اور اسی سرزمین پر اسودہ و مصروف خواب میں اگر ان کے حالات لکھے جائیں تو ایک
 خاص دفتر ہو جائے۔ مولانا کے موصوف کی تصدیق خلافت کے واسطے دو شخصوں کو پیش کرتا ہوں
 جن کے بیان پر مجھے خاصاً یقین کامل ہے اور عموماً ہر شخص کو ماننا پڑے گا۔ اولاً جناب حافظ
 سید امتیاز حسین صاحب سجادہ نشین حال۔ دوسرے عبدالغفار قوال جس پر ہمارے حضور کا خاص
 کرم تھا جن کے سامنے حضرت مولانا کو اجازت دے کر سینے سے لگایا تھا اور اس تقریب کے
 وقت حضور کو بہت زیادہ گریہ طاری تھا۔

ف۔ یہ خداوند نعمت احقر مولف عاصی دین محمد کے پیر و مرشد بلکہ مسلمان کنندہ ہیں ان
 کی اسلمی خلافت ازلی اور ابدی ہی یحییٰ موجودگی سرکار اسلمی آپ پر مشغول کار اجرائے سلسلہ
 رہے اور جس طرح سلیمانی و حافظی دونوں دھارے ساتھ ساتھ بہہ چکے تھے اسی طرح اسلمی اور
 صدی دھاروں نے ساتھ ساتھ بہہ کر پیاسوں کو سیراب کیا ہے۔ ایک عالم اس کا شاہد ہے
 بلکہ بعض قبضے ایسے بھی ہیں جن میں بیوی اگر کنیز اسلمی ہیں تو میاں صدی غلام ہیں اور دونوں
 بلا تفرقہ فائز المرام ہیں۔ احقر مولف کی تحقیق میں آپ کی ذات وہی بابرکات شخصیت ہی جو علم پاک
 موجودہ سینہ مقدس حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ میں قبل اپنے ہونے کے موجود
 تھی اور آپ ہی کی سرفرازی کرنے کے لئے مجرود و فرد و یگانہ برہنہ سرکار اسلمی نے قبائے خلافت
 اپنی عنایت کے استعارے کے لئے زیب بدن کی تھی۔ صاحب مناقب حافیہ کا بطور نقل واقعہ تفویض
 خلافت حافیہ کا یہ فقرہ آپ ہی پر من کل الوجوہ منطبق ہوتا ہے جو فرمودہ سرکار حافیہ ہی اور
 تسلیم کردہ سرکار اسلمیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دست چنیں گے بدست شما خواہد رسانید کہ بہر کتش
 نجات ما و شما گردو۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا ہاتھ تمھارے ہاتھوں پر پہنچا دیگا
 کہ اُس کی برکت سے ہماری اور تمھاری نجات ہو جاوے گی۔

کسی دل چلے عاشق بارگاہِ صدی نے اصل نسخہ مناقب حافیہ کے حاشیہ پر اپنے قلم سے بے تابیانه بجا و عبارت ہدایہ بیت تحریر کر کے خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے جس سے مجھ کو حرف بحرف اتفاق ہے کہ:

رفتے تو کس ندید و نہارت رقیب ہست

در غیبت ہنوز صدمت عند لیب ہست

مانند تو در حسن و ملامت بشرے نیست

خواہم کہ رسم بر در پاک تو زہر سو

خاک ویر و دربار تو ہر روز یر ویم

ہمراہ سگاہ رویں لقمہ ندادی

آپ کا اور سرکار والا اسمیہ کا تعلق عشقہ ازلیہ تھا جو مافوق التسطیر و تحریر ہے کہ ایسے لگاؤ اور تعلقات اور واسطوں کی بابت بموجب حدیث شریف سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

گفت پیغمبر کہ ہست از استم

مرزاں نور بنید جان شاں

کو بود ہم گوہر و ہم ہستم

کہ من ایشاں راہمی بنیم عیاں

بے صحیحین و احادیث و روایات

بلکہ اندر شرب آب حیات

اب رہی تفسیر فقرہ مندرجہ مناقب حافیہ تو اس میں نجات سے غرض تکمیل کا مفوضہ ہے نہ کہ نجات معروفہ۔ جیسا عشق طالب صادق کو مطلوب حاذق ہوتا ہے قریب قریب و سب ہی عشق حضرت مطلوب خاص کو بھی طالب مخصوص و ذی استعداد سے ہوتا ہے۔ یہ فقرہ شاہد ہیں کہ سرکار حافیہ سرکار اسمیہ دونوں ہدایت خلق کے لئے مامورین اللہ تھیں۔ اور خلیفہ اللہ تھیں۔ سبحان اللہ اور ہمارے سرکار مولانا کی خلافت بھی اسی صیفہ کی ہے۔ بارک اللہ

مناقبِ اہلبیت بیان کر دے میاں محمد عبدالغفار صاحب خلف الرشید میاں عبدالستار صاحب
مرحوم قوال ساکن خیر آباد شریف جن پر سرکارِ اسلامی کا بڑا اکرام تھا اور اسلمی متوالے ازدیاد
کرم کی وجہ سے اُن کے قدم چھونے کے مستثنیٰ رہا کرتے تھے۔

میاں عبدالغفار کے قرب کے اندازہ کرنے کی عاقلانہ حکایت متا

کے وقت کی روایت کئی ایسا استعمالی پر وہ حقیقیہ کی کو نہ مہارت

ایک مرتبہ میں حضور میں حاضر ہوا تو بستر بچھا ہوا تھا میں نے ادباً بستر کا کو نہ لوٹ کر بیٹھا چاہا
تو ارشاد ہوا کہ کیا تم میرے بستر کو نجس سمجھتے ہو۔ لہذا پھر کو نہ بچہ مثل سابق کر دیا گیا اور اُس پر
میں بیٹھ گیا۔ یہ سال وصال شریف کے اندک کا حال ہے۔

ف۔ یہ طور قوالوں کو بے غرت خیال کرنے اور اُن کے ساتھ اچھا برتاوہ نہ کرنے
کے خلاف ہے جس کا بالعموم رواج ہے حالانکہ انھیں کے سماع سے ذوق لیا جاتا ہے
اور وہ ایسے غازی سمجھے جاتے ہیں کہ فقر و جنس سب سے لیتے ہیں۔ اور بالعموم حضرات فقر
کے بتوں وغیرہ کے ساتھ جو خصوصیات برتی جاتی ہیں اُس کی نفی کی گئی ہے۔

حکایت متعلق ذوق و شوق سماع و عطاءے رسانی مرتبہ حالت ذوق

مع حرکت زایدہ یعنی کھڑے ہو کر اڑھانا

اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا کہ ہاں وہ پڑھو کہ ہندو والے تمہیں مکی مدنی کہتے ہیں۔

چنانچہ جب اس شعر پر پہنچے کہ:

ایک تم ہو کہ ہے اللہ تمہارا مشتاق ایک موسیٰ ہیں کہ دے دینی کہتے ہیں
تو کیف ہوا اور بہت اظہارِ مسرت فرمایا اور رسانی میری طرف پھینکی گئی۔ میں نے خیال کیا کہ

شاید سردی کی وجہ سے یہ گرم ہو رہا ہے ادباً میں نے اس کو پٹایا تو سرکار نے اٹھ کر اُسے اڑھادیا اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس رضائی کو تھارے گھر لے گئے بھی جاوے تو نہ دینا۔

ف۔ اتفر مولف کو اس موقعہ نعت صرخی میں مشتاق تخلص حضرت بڑے حافظ صاحب کا ہونا بھی یاد آیا ہے۔ بجائے اٹھ کر یعنی کھڑے ہو کر رضائی اڑھانے کے حکم صرخی سے بھی کام لیا جاسکتا تھا مگر اٹھ کر اڑھانا بعالم بے اختیاری ذوق سماع واقعہ ہوا ہے۔ لہذا اکیلے کے سماع میں اٹھنا مستحق ہی۔ رضائی اڑھانے کے فعل سے وہ اٹھنا مستتر کیا گیا ہے۔ حکایت متعلق اس کے کہ صوفی کی کسی چیز کو جو شخص نظر السید سے دیکھے تو وہ چیز اُسی کو دیدہ جاتی ہے یا مجلس صوفیا میں جو چیز اُس کے لئے پیش ہوتی ہے اُس کو صوفی حضار مجلس کے متعلق سمجھتا ہے اور انھیں کو عطا فرماتا ہے ایک مرتبہ دو انگریز کھے سل کر آئے جو عمدہ تزیین کے تھے جیسے ہی بیٹا طے نے پیش کیا ویسے ہی مجھ سے فرمایا کہ تم نے لو میں نے پہننے سے اولاً انکار کیا بعدہ اصرار کی وجہ سے پہنایا بعد ازاں ایک انگریز کھا وزیر اشرف صاحب حیدر آبادی کی استدعا پر میں نے اُن کو دیدیا اور دوسرا اپنے بھائی محبوب قوال کو دیدیا۔

ف کیا یہ تعقل نہیں ہو سکتا تھا کہ دونوں میں کا ایک دیدیا جاتا اور ایک رکھ لیا جاتا۔ یا نیا پہن کر پرانا قوال سمجھ کر دیا جاتا۔ مگر ایسا عمدہ انہیں کیا جاتا کیوں کہ آیہ پاک کُنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تَتَّقُوا مِمَّا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِسْمُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ لَكُمْ صَاحِبُكُمْ وَنَحْنُ عَالِمٌ خِصِّمِمْ (سورۃ نساء ۱۰۱) کی بے عزت ہوتی جاتی ہے۔

سرکارِ اہلی کا گم ہونے والی چیز کی احتیاط کا پہلے سے حکم دینا۔ اور

برجستہ حملوں حسبِ حال پر خوش ہوتا

محمد بان خاں صاحب کی ختنہ کا دادوں میں جلسہ تھا۔ چنانچہ حضور کا سفردادوں کا ہوا راستہ میں ایک مقام چھوڑ کر جو دادوں سے ۶ میل ہو۔ وہاں حضور نے فرمایا کہ عبد الغفار کو بلاؤ میں اور مولوی ہادی علی خاں صاحب اور خادم میاں صاحب ایک دھڑ پر تھے۔ میری حاضری پر حضور نے بار بار فرمایا کہ اپنا اسبابِ سنبھال لے۔ میں نے ہر بار جواب دیا کہ اسباب سنبھلا ہوا ہے قافلہ روانہ ہو گیا۔ آخر کار دادوں پہنچے۔ اسباب اترنا شروع ہوا جس جھکڑے میں اسباب سب کا تھا اتر کر میرا بیگ معہ کل کپڑوں جوڑوں وغیرہ کے غائب تھا جس میں بہت عمدہ عمدہ جوڑے ساتھ لے گیا تھا۔ کیونکہ بڑے آدمی کے یہاں گئے تھے وہاں ہر روز نئے جوڑے کے بدلنے کا خیال تھا۔ چنانچہ بہت تلاش کی گئی وہ بیگ نہ ملا۔ حضور نے یہ خبر پا کر بلا بھیجا اور فرمایا کہ تم سے بار بار کہا جاتا تھا مگر تم نے اسباب نہیں سنبھالا۔ خیر خدا مالک ہے پریشان نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اُس سے زیادہ عطا فرما سکتا ہے اور بعد فرمایا کہ ہمارے کچھ نہیں گیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس ہے کیا۔ سوائے ایک لاٹھی اور رومال کے۔ اس کی بار بار تکرار ہوتی تھی اور میں وہی کہتا تھا تو میرے برجستہ جملہ کی تکرار پر حضرت خوش ہوتے تھے۔

جو چیز حضرت شیخ کی نذر کر دی جائے اُس کے طرز استعمال

سے نذر کنندہ کو کوئی تعلق نہ رکھنا چاہئے

حامد مرزا صاحب دریا بادی ضلع بارہ بنکی میرے پیر بھائی تھے اُن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں وہ یہاں آکر مقیم ہوئے تھے اور عرصہ دراز تک مقیم رہے۔ عید کے موقع پر گرم مرزئی مدح نے حضور کے لئے سلوا کر پیش کی وہ مجھے مرحمت ہو گئی میں اُس کو اپنے گھر لے گیا۔ بعدہ مرزا صاحب نے یہ فرما کر منگوالی کہ حضرت نے مرزئی پہنی بھی نہیں اور تم کو دیدی لہذا واپس کرو۔ میں نے واپس کر دی۔ یہ خبر جب حضرت تک پہنچی تو آپ بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ انھوں نے کیوں منگوالی وہ جو چیز نذر کر چکے وہ میری ملک تھی میں نے جس کو چاہا دیا۔ عرصہ تک یہ ناخوشی قائم رہی اور بہت دنوں تک یہ ذکر رہا کہ جو چیز جس کی ملک ہو جائے اُس کو اختیار ہے کہ چاہے جس کو دے اُس میں کسی کو کیا براغلت ہی۔ آخر کار مرزا صاحب اپنی معاودت روشنی چشم میں ناکامیاب ہی رہے۔

ف۔ صیغہ اکرام جانب میاں عبدالغفار میں اسی طرح بہتوں کی پرتال ہوتی گئی۔ عدم معاودت روشنی چشم قابل اعتراض رہا کیوں کہ مرزا صاحب اپنی چیز دے کر واپس لیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو روشنی چشم دے کر واپس لے لی۔ اللہ تعالیٰ ایسی سوراویوں سے بچاؤ۔
۲۷ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ

فتح پور ضلع بارہ بنکی میں توجہ سرکار سلمیٰ سے بارش ہونا

اور اُس کی دعا و استدعا کی نئی ترکیب

فتح پور ضلع بارہ بنکی میں آپ رونق افروز تھے اُس نواح میں بارش نہ ہونے کی بڑی شکایت تھی وہاں کے حضرات نے آکر آپ سے استدعا کی مولوی نظر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی اُن لوگوں کی تائید کی حضور نے وضو کے لئے میرضامن علی صاحب سے پانی منگوایا اور وضو کے قبل ایک غزل پڑھنے کی فرمایش فرمائی اُس غزل پر آنجناب کو ذوق شروع ہوا ابراہیم آسمان پر آگیا۔ اور وضو ہوتا گیا بارش ہوتی گئی۔

ف۔ حقیقوں کی سماع باعث نزول رحمت ہے۔ چنانچہ سماع سنا آپ نے شروع کیا جوں جوں ذوق ہوتا گیا ابراہیم جمع ہوتا گیا۔ یہاں تک تو کتابی ترکیب ہوئی جب نزول میں یہ لگئی آپ نے اپنے اعضاءِ جسمیہ پر تقریب وضو پانی ڈھالنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ بارش بھی شروع ہو گئی۔ یہ نہی ترکیب تھی جو سرکارِ اہلِ کتب کے دل کی کتاب میں لکھی تھی۔ آہ انسان کامل کا جسم مقدس خلاصہ اجسامِ عالم ہے اور بالخصوص حضرت قطب دیارِ ہند کا جسم مقدس جیسے ہی کہ خلاصہ اجسامِ عالم پر تجلیاں بارش پانی ڈھالا جانے لگا۔ آسمان سے جسامتِ زمین پر اُس نواح کے پانی گرنے لگا یعنی بارش ہونے لگی۔ اگر آپ غسل فرمانا شروع فرماتے تو اُسی وقت تمام ہندوستان میں بارش ہونے لگتی ہے

ترازید شہنشاہی در تعلیم دل آرائی بایں نبی و زیبائی بدیں شوخی و رعنائی

۲۴ صفر المظفر ۱۲۵۷ھ

خلافتِ اہل بیت کا ذوالاقتدر الشیخ الشیوخ عالم حضرت مولانا خواجہ محمد اکرم رضی اللہ عنہ

صبح کی نماز کے بعد ساڑھے سات بجے تک وظیفہ پڑھتے تھے اور تسبیح رضائی کے اندر ہی رہتی تھی۔ حجرے شریف کے اندر یہ شغل ہوتا تھا۔ اس کے بعد ظہر تک انیوالوں سے ملتے تھے۔ قبل ظہر قیلولہ ہوتا تھا۔ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھی جاتی تھی۔ سنت کبھی حجرے میں کبھی مسجد ہی میں پڑھی جاتی تھیں۔ بعد ظہر ختم خواجگانِ حیات پڑھا جاتا تھا جس میں سلسلہ کے لوگ ہوتے تھے اُس کے بعد کلامِ مجید اور دلائل کا ورد ہوتا تھا۔ بعدہ لوگوں سے بھی ملتے تھے اور حجرے میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بعد ازاں عصر کی نماز بھی باجماعت

ہوتی تھی۔ بعد عصر فاتحہ خوانی مزار شریف پر ہوتی تھی۔ اور چھپریا پھاٹک میں نشست ہوتی تھی اس کے بعد مغرب کی نماز مسجد میں جماعت پڑھی جاتی تھی نماز بعد صلوٰۃ اوابین پڑھی جاتی تھی بعد دیگر نوافل کے۔ اس کے بعد جاڑوں میں حجرہ میں اور گرمیوں میں باہر نشست ہوتی تھی۔ عشاء کی نماز دیر کو ہو کر حجرہ یا صحن میں سماع سنا جاتا تھا۔ بعد ازاں کھانا کھایا جاتا تھا۔ میں بھی ساتھ ہی کھانا کھاتا تھا۔ بعد فراغت طعام مجھ سے ارشاد ہوتا تھا کہ تم سو رہو۔ میں اکثر لیٹ رہتا تھا۔ آنکھ کھلنے پر میں آپ کو مشغول بجانب مزار شریف مراقب دوزانو پایا کرتا تھا رات دن میں اکثر اوقات مجھ سے سماع کی فرمائش ان الفاظ سے ہوا کرتی تھی کہ ہاں کچھ پڑھ۔ کچھ بول۔ جب تک بس چل سکے ساغر چلے۔

امام جماعت اکثر خادم میاں صاحب ہوا کرتے تھے منجملہ بالعموم قرأت مختصر سورتوں کی ہوا کرتی تھی۔ صبح کی نماز میں البتہ مطول قرأت ہوتی تھی۔ جب کوئی نہیں ہوتا تھا حضرت خود امامت فرماتے تھے۔

ف۔ ادایل میں نعین ابن الوقتی اوقات اور اوراد و وظائف نے آپ کا ساتھ دیا تھا اور اب جب کہ آپ صوفی ابو الوقت تھے آپ اوقات اوراد و وظائف کا ساتھ دیتے تھے اور بلحاظ شیخی مریدین معتقدین کی تعلیم کے لئے پابندی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے ورنہ ماثار اللہ ہر کلم آپ کا وظیفہ تھا اور ہر تخیل مراقبہ اور ہر وقت مشاہدہ۔

لقائے سلمیٰ کے وقت لانا خواجہ عبدالصمد صاحب سسوانی کا ہمیشہ متغیر ہو جانا

ایک مرتبہ مولانا عبدالصمد صاحب سسوانی چار بجے کی گاڑی سے حاضر ہوئے۔ پھاٹک میں جیسے ہی نگاہیں چار ہوئیں مولانا متغیر ہوئے۔ بدن میں رعشہ پڑ گیا اور بالکل حالت بدل گئی۔ جوتا اتار دیا گیا۔ چھتری بھینک دی گئی کہ یہی حال ہر دفعہ کے لقائے ہوتا تھا تو حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب۔ جب یہاں آؤ تو ہیں بالکل بے اختیار

ہو جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو دیکھ کے۔

ف۔ بغور لکھا جاؤ یہ اسلمی سرکار مولانا کو متغیر کر دیتا تھا یعنی بہ فعل جاؤ یہ مقدس کا
 تھا۔ ایک چیز اپنے آپ کو دو جگہ دیکھ کر متغیر ہو جاتی تھی۔ ایک تعین ٹوٹنے پر آمادگی ظاہر فرمائی
 لگتا تھا۔ یہ حُب صادق کی ریت ہی اور صاحب جاؤ یہ کے زور آور ہونے کی کافی دلیل ہی
 جب تفرقہ تو حید ہو جاتا تھا سکون رونق افزوری کرتا تھا۔ ... ہدیت و جلال شہنی اسی کا
 دوسرا نام ہی۔ سطوت و جبروت سرکار اسلمی اپنے خواص کو اپنے مراتب واقعہ سے آگاہ رکھتا
 تھا۔ سن اسلمی خوب روئے مولانا کو ملاحست افزا فرمانے لگتا ہی۔ اور ماہتاب سہسوانی
 آفتاب خیر آبادی سے یوں عرض کرتے لگتا تھا کہ

منیرم جنبیں روشش کہ یہ نصیر تو خبر سے نشد
 مصطفیٰ المظفر

صدق طلب الہدین صاقدین کو ہر وقت مطلوب کے لہجے کے لئے

نئی فکریں سوچھایا کرتا ہے

مولانا عبد الصمد صاحب سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے دروازہ کے زینہ کے میل میں
 دروازہ روک کر لیٹے جس میں مدوح کی یہ نیت معلوم ہوتی ہی کہ جب حضرت داخل مسجد ہوں تو
 حضرت کا قدم مولانا پر پڑے اور اس بیت کی مثال بن جاوے کہ

اُفتادہ بر خاک رت خواہم کہ آتی بر سرم تو نہ میرا پیشی و من بالاسے سر یتیم تہا
 چنانچہ حسب دستور حضرت تشریف لائے اور اس ہدیت کو ملاحظہ فرمایا اور حکم دیا کہ
 مولوی صاحب ابھی سوئے ہیں مت جگاؤ۔ اور راستہ کاٹ کر دوسری جانب سے داخل
 مسجد ہو گئے۔

ف۔ سرکار مولانا نے اپنے سادات گنجیہ موجودہ سینہ پاک پر سید السادات منظر

صاحب لولاک کے قدم رکھوانے کی کوشش کی خواہ بظاہر قدم رکھا گیا یا نہیں مگر بذریعہ حدیث شریف **اَنْتُمْ اَعْمَالُ بِالْمَنِيَّاتِ** مطلب برآری ہو گئی۔ اگر ایسی مثالیں بنانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے تو جو ذوقِ سماع بیت مندرجہ بالا پر ہوگا اُس کی سچائی قابلِ غور ضرور ہوگی کہ کہاں تک اُس میں صداقت ہے۔ ۲۷ صفر المنظر ۱۵۷

پیرانِ عظام کا عورتِ نامحرم کے سامنے آنے سے اجتنابِ رجالیت

مجبوری سامنے آجانے پر انوکھا پردہ

بعض اوقات جب زنان خانہ میں اعزاز کی عورت یا دوسری غیر عورتیں خواہ وہ مُربد ہی کیوں نہ ہوں دوسرے گھروں سے آجاتی تھیں تو حضرت گھر میں جانے سے گریز فرماتے تھے تو میں بعض اوقات گھر میں جانے کے لئے جو مصر ہوتا تھا تو یہ جواب ملتا تھا کہ گھر میں کیسے جاؤں وہاں غیر عورت آئی ہیں ذرا ٹھہر جا پردہ ہونے تو اندر جاؤں۔ تب میں کہتا تھا کہ آپ سے پردہ نہیں ہوا اندر جائیے آپ کی تو سب زیارت کرتی ہیں پھر پردہ کیسا تو آپ فرماتے تھے کہ ”اُن کو پردہ نہیں ہی تو ہم کو تو ہی۔“ اور اسی پردہ داری کی پابندی اور رعایت اُس وقت آپ فرماتے تھے جب بالعموم عورت زیارت کرتی تھیں یا بے پردہ سامنے آتی تھیں

ف۔۔۔ زنانِ کمالین اور مومنات صالحات کو ان معارفِ مستثنیٰ رکھنا چاہئے

دراہِ خدا کہ رہ زنان اند

آں رہ زنان ہیں زنانند

ہر محبوبیت اور معشوقیت کے لئے پردہ داری ضروری و لازمی اور لایدی ہی۔ سرکارِ رسالت مآب ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی زیر پردہ عظیم اس عالم میں تشریف فرما رہے ہیں اور بہت گہرے پردہ میں اب بھی موجود ہیں اگرچہ باوجود تحققِ محبوبیت حضرت رب العزت و سرکار رسالت و ارستگلی حسن و جمال باطنی و ظاہری حضرات اولیاء کے لئے بموجبِ بیت متذکرہ آئندہ پردہ داری قریب قریب محال ہی کہ

پری روتا پستوری ندارد چو در بندی سراز روزن بر آرد
تا ہم پردہ داری فرض عین ہی رہے گی۔ کیوں کہ جسے حسن گر کی سرکار چاہے اور اُس سے
نظارہ کرے تعجب ہے کہ وہ کسی غیر سے اپنی نظر کو آلودہ کرے اور اُس کو دیکھے۔ یا تجلی سفاقی
پریس کرے۔ ششما

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا سب سے بیگانہ ہونے دست شناسا
اگر ایسا پردہ نہ معلوم ہو تو اُس کو مجبوری کے موقعوں پر استعمال کرنے کے لئے سیکھ لینا
چاہئے اور جب تک ملک نہ حاصل ہو باحاج وزاری اپنے آپ کو تعلقات عورات سے دور
رکھنا چاہئے گو وہ تعلقات پری و مرید ہی کے کیوں نہ ہوں اور توحید پاک کو خطوط گرفتار
کا ذریعہ نہ بنانا چاہئے۔ ورنہ علاوہ مخالفت احکام شرعی کے سخت ابتلا کا
اندیشہ ہے۔ یہ پردہ غایت فراولت نظر بر قدم یا نظر چو رانی یا غایت مشغولی بے صورتی یا مالش
صورتوں کے بدلنے کی رکھنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر کون سنتا ہے فغان درویش۔
آج کل تو بے سمجھے بوجھے قول کہ ”عشق مجازی سے حقیقی حاصل ہوتا ہے“ کی بیگانہ آرائی
ہے اور اسی کی کورانہ تقلید سے مشرب مصفا صوفیوں کی رسوائی کی جا رہی ہے اور اُس
برائی کو اچھائی یقین دلایا جا رہا ہے۔ سرکار اسلمی اور اُن کے مخصوصین اس پردہ داری کے
نجد عامل۔ اگر عامل نہ ہوتے تو کبھی یہ ارشاد نہ ہوتا کہ (اُن کو پردہ نہیں ہے تو ہم کو تو؟)
عورات کی تخلیق ہی اس حدیث شریف کی وجہ سے قابل غور و فکر و نفرت ہوئی جاتی ہے کہ
(اگر عورتیں نہ ہوتیں تو خدا کی اچھی عبادت ہوتی۔) اس لئے احقر مولف کے نزدیک
اگر عام نساء کے ساتھ تجلی نسائی حاصل ہو تب بھی اجتناب اولے ہر اور سالک کے لئے
تو اُنات و ذکر و دونوں سے پردہ لازمی ہے۔

نقاب پوشی درویشان کی بھی اکثر ہی وجہ ہوتی ہے۔ زیادہ تر اسی کے لئے خلوت
ضروری بتلائی جاتی ہے۔ عرصہ مدید تک محض تعلیم کے لئے نشست غار حرا شریف اس کی گواہ ہے

خود مشغلہ الفاظ خلوت و راجحہ اس کے شاہد ہیں کہ انجمن میں بھی خلوت ہی مقصود رہتی ہے اور جس طرح مردوں کو عورتوں سے پردہ مفید ہی اسی طرح عورتوں کو مردوں سے بھی پردہ فائدہ مند ہے۔ ملاحظہ ہو تحقیق حضرت بتول بی بی سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا
۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ

تفویض باطنی نعمتوں کوادہ چشتیہ نظامیہ تحریر سلیمانہ حنفیہ سلمیہ کی تقریب بجانب
مکلف والاقتدار حاجت آر سلیمانہ جانب صابراؤدہ قابل اعتبار مودود و دینہ انسان کامل و کل
انسان کامل و کل بنے کاقدتی اتفاقیہ خفیہ علیہ۔ یا خلیفہ و مجاز سرکار سلیمانہ عروج دیگر
خلیقہ الشکر دینے جانے کے مراسم فوق تکلم لسانی کا خلوت میں ادا کیا جانا۔ یا ذات پر
حضرت ذات کا کھل جانا۔ یا وہ خلوتی برتاؤ جس کے اظہار میں تحریر تقریر اظہار تحریر کرتی ہے۔

مولانا عبدالقادر صاحب بغرض شرکت عرس شریف منعقدہ ذیقعدہ شریف ۱۳۱۹ھ ہجری
حاضر ہوئے تھے۔ بعد فراغت عرس میں مولانا کو رخصت کرانے حجرہ میں لے گیا (بعد مغرب)
میں نے کہا کہ مولوی صاحب شریف لائے ہیں سلام کے لئے کیوں کہ وہ اب واپس جاؤں گے
چنانچہ حضرت لیٹے ہوئے تھے اٹھ بیٹھے اور حضرت مولانا کو بلایا اور چھاتی سے لگایا اور دینا
چسپیدگی کے ساتھ اور نہایت گرم یہ و بکا کے ساتھ سینہ سے سینہ لگایا اس کے بعد مولانا نے
سات سجدے کئے۔ اور اس وعدہ کے ساتھ ہی رخصتی ہوئی کہ پھر ماہ صفر المظفر ۱۳۲۰ھ کے
عرس فاتحہ سلیمانی میں شرکت کی جاوے۔ چنانچہ حضرت مولانا نے صفر کے عرس مذکور میں بھی
شرکت کی تھی۔ یہ بیان میاں عبدالغفار صاحب کا ہے۔

ف۔ یہ کمال سرفرازی و سر بلندی و عزت افزائی حضرت مرشدی مولائی و سیدنا

مولانا خواجہ حافظ علیہ السلام صاحب سہسوانی ثم پھچوندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب تھی۔ کیوں کہ
مذبح اس سے بہت پہلے سے خلیفہ و مجاز سرکار اسلمی تھے تو خاص اس تقریب کو سوائے
اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہی جو سرخی اور عنوان حکایت ہذا میں اشارہ کیا جا چکا ہی۔ خوب
ہوا کہ اس تقریب کو میاں عبدالغفار صاحب شاہد نکلے۔ ممکن ہی کہ اور کوئی صاحب بھی
اس واقعہ عجیبہ کے شاہد ہوں۔ اس لئے کہ ابتداً حضرت مولانا موصوف بعمر صغیر سنی
یا زوہ ساگی بوساطت حضرت مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ مرید ہوئے
تھے۔ بعدہ بعد فراغت تکمیل علم ظاہر و سفر و سیاحت عرب و عجم بعمر نو خیزی دربار رسالت سے
بذریعہ فرستادگی واپس ہند آکر خواب دیکھ کر اس کی تصدیق بغیر دربار اسلمیہ سے حاصل کر کے
خلیفہ و مجاز سرکار اسلمیہ حافظ علیہ السلام کے ہیں جس کا مفصل ذکر آئندہ موصوف کے ذکر میں آنا
ہوگا۔ البتہ امن امانت خاص ہونا ضروری تھی اس کی اس مبارک تقریب سے تکمیل کی گئی ہی
اس کا برآری اور کارروائی کی حیل لے کر مہتمم بالمشائت ہونے کی بہت بڑی و کافی دلیل یہ
ہے کہ ایک نہیں بلکہ سات سات سجدے اس کے شکر یہ میں قبول کر لئے گئے ہیں کہ
یہ ہر سجدہ اہمات صفات کے ساتھ معینیت رکھتا تھا۔ العاقل تکلیفہ الاشارہ۔ افسوس کہ اتھر
مؤلف اس وقت حاضر نہیں تھا ورنہ اس بیت حضرت مولانا جامی کو سجدوں کے ساتھ باور
بلند پڑھتا جانا کہ

زہے جمال تو قبلہ جاں حرم کوئے تو کعبہ دل فان سجدنا الیک تسجد وان سعینا الیک نسعا
تاکہ حضرت مولانا کے تمام ماضی و مستقبل کے سجدوں کا انھیں سجدوں میں مندرج ہونے کا
اظہار ہو جاتا۔ ان سجدوں کو جب سجدہ حضرت مرزا سردار بیگ صاحب قبلہ سے ٹھہرایا
جاوے اور قوت و مانگی صرف کی جاوے تب طالب مولویت طاہری سے نکل سکتا ہی
اور سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیمی کا فرق معلوم ہو سکتا ہی
یہ سجدے نہایت تنگ موقعہ پر جہاں گنجائش سجدہ نہیں تھی کیونکہ ساجد و سجدین گناہ گیت

واقع ہو گئی تھی اس لئے ادا کئے گئے ہیں کہ اس خانوادہ کے طالبانِ صادق بوقتِ سرفرازی ابدالاباد تک اس کے پابند رہیں تاکہ وہمِ انانیت میں گرفتار نہ ہونے پائے اور ہمیشہ حضرت شیخ کی غایتِ افضلیت قائم رہے۔ کیوں کہ یہ قوتِ معاشرت کا نہایت بلند مقام ہی بیاں آداب سے آراستہ رہنا خاص سرکارِ مولانا ہی کا کام ہے۔

ف۔ اب رہا حاضری صفر المظفر ۱۳۲۲ھ کا وعدہ لیا جانا اُس کی وجہ خاص یہ تھی کہ حضرت مولانا کو وصلِ اسلمی کی صاف صاف خبر دیدی جاوے۔ یعنی یہ تہلا دیا جاوے کہ ماہِ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ میں سفرِ آخری کا ارادہ ہے جس کے ماہِ صفر سے صرف نو دس ماہ باقی رہتے تھے اور یہ بھی مصلحت تھی کہ کچھ اس خفیہ تقریب کا اعلان بھی ہو جاوے اور مولانا کو ایسی نعمتوں سے سرفراز کرنے کے بعد اُس کی بچپن کا بھی نظارہ کر لیا جائے اور چوں کہ اس سرفرازی کے بعد پھر ظاہری حاضری کی احتیاج باقی نہیں رہی تھی اس لئے حاتمى وعدہ لینے کی ضرورت ہوئی تھی۔ جس کو حضرت مولانا نے پورا بھی کیا اور فیضانِ مزید سے نہال ہوئے جس کا ذکر اپنے موقعہ پر ہوگا۔

اپنے آبائی پیشہ کی بابت سرکارِ اسلمی کا اشارہ

حضرت صاحبِ قبلہ کے سامنے پاک پیشوں کا ذکر آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے خاندان میں سائنٹسٹ سو برس سے یہی پیشہ چلا آتا ہے کہ یہ اشارہ بابت کاروبارِ ہدایت و رشد کے تھا۔

ف۔ اور آلِ جناب چوں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولادِ ماجد سے ہیں اور حضرت غوث الثقلین کو گزرے ہوئے سات سو برس گزرے ہیں اس لئے آپ نے تعینِ سات سو سال فرمایا۔

مناقبِ اہلبیہ عطیہ خباب سیدنا مولانا حضرت مولوی مصباح احسن صاحب
 قبلہ مدظلہ العالی صا آستاء عالیہ حافظہ موقوعہ پھچھو شریف مجاز و
 خلیفہ خلیفہ دربارِ محمدیہ
 (یادداشت)

آئندہ جہاں کہیں خطابات حضور حضور قبلہ عالم سرکار مولانا لکھے جاویں گے۔
 اُس سے مقصود ذات پاک حضرت والا منزلت قدر قدرت جناب مولانا سیدنا خواجہ حافظ عبد
 صاحب قبلہ نقوی مودودی سہسوانی پھچھو ندوی محبوب و مجاز و خلیفہ سرکار اہلبیہ رحمۃ اللہ علیہ
 ہوگی جن کا احترام و نفوذ دین محمد نام لیوا ہے۔

ذکرِ پاکِ اہلبی کے مخصوصہ آداب

جن کی رعایتِ مناقبِ اہلبیہ کے ساتھ بہت ضروری اور لازمی ہے۔ بالخصوص یدین سلسلہ کے
 مولوی مصباح احسن صاحب صاحب سجادہ مدظلہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حکیم مومن سجاد صاحب
 بریلوی کانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضور سرکار مولانا کے مرید و مخصوص احباب میں تھے اور
 بالآخر متبلائے حبِ مرشدی ہو کر تارکِ وطن مالوف ہوئے اور پھچھو ند ہی میں مدفون ہوئے۔
 ہمارے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور تمام بزرگانِ عظام کے ذکر فرماتے ہیں مگر حضرت
 صاحب کا ذکر نہیں فرمایا جاتا۔

حضرت صاحب کے ذکر سے مقصود ذکرِ پاکِ سرکارِ اہلبی تھا۔

تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے خوفِ سلبِ ایمان کی وجہ سے میں ذکر نہیں کرتا ہوں
 کیوں کہ حضرت کی روش اور معاملات تم لوگوں کی عقل و فہم سے بالا ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی بات
 تمہاری سمجھ میں نہ آوے اور تمہیں اُس میں شک پیدا ہو جس سے فوراً ایمان سلب ہو جائے گا

ہر گلے راز نگ و بوسے دیگر است

ف۔ ایک وہ ذات مقدسہ تھی جو ہر وقت بظاہر و باطن ذکر حضرت شیخ میں مشغول رہتے تھے اور ایک یہ ذات مقدسہ تھی کہ اپنے باطن کو ظاہر ہونے ہی نہیں دیتی تھی اور عدم اظہار کے دلائل غیر قوی نہیں تھے۔ ناحق جناب حکیم صاحب مرحوم نے سوال کیا کہ تالیف ملفوظ ہذا میں احقر مولف کو پس و پیش دامنگیر ہونے لگا کہ حضور پیر و مرشد کو جس ذکر پاک کو زبان پر لانا مشکل تھا وہ ذکر بطور کتاب معرض تظہیر میں لایا جا رہا ہے اور اُس کی تشریح کا اقدام ہو رہا ہے خدا نے تعالیٰ احقر مولف پر رحم کرے اور اس تالیف الیف کو مشکوک المزاح لوگوں کے ملاحظہ اور معائنہ سے بچا دے۔ احقر مولف نے اس کی تالیف صرف اس نیت خاص سے کی ہے اور کرتا رہا ہے تاکہ ذکر پاک اسلامیہ صمدیہ اس عالم میں باقی رہ جاوے۔ اور میں عزت ساوات بڑھانے میں اپنی عمر کھپاؤں۔

بہتایت انخفاں سرکارِ سلمیٰ میں زیادہ بتلائی جاتی ہے مگر اُسی انخفاں سے جو خفی بنی اُس کے چھپاؤ کی تو کوئی انتہا نہیں معلوم ہوتی ہے کہ زبان پر نام تک نہیں لایا جاتا تھا حالانکہ باطن میں وہی وہ رہتا تھا۔ بقول شخصہ کہ:
زور سے نام نہیں لیتے کہ سن لے نہ کوئی چپکے چپکے تراہم ذکر کیا کرتے ہیں
یا لمحب کنا یہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کہ:

حرف صوت و گفت را بر ہم زخم تاکہ بے این ہر تہ با تو دم زخم
حکیم صاحب قبلہ مرحوم و مغفور کو یہ سمجھ لینا چاہئے تھا کہ جن جن بزرگان دین کا ذکر سرکار مولانا فرماتے تھے وہ ذکرِ سلمیٰ ہی ہوتا تھا دوسرے اسماء سے محض اُس کا استعارہ کیا جاتا تھا بسک حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کہ

خوشتر آں باشد کہ ستر و لبر آں گفتہ آید در حدیث دیگر آں
مگر مشکل تو یہ ہے کہ اگر حضرت حکیم صاحب زیادہ رگڑ بھگڑ پچاتے تو کیا عجب تھا کہ یہ

مزید جواب دیا جاتا کہ میری زبان قابل ذکرِ اسمیہ نہیں ہے۔ خوب ہوا کہ میں تک معاملہ رہ گیا۔
 احقر مولف ان کلماتِ طیبات کو پڑھ کر ایمان لاتا ہے کہ بے شک سرکارِ اسمیہ نے کثرتِ ادکار
 سے اپنے آپ میں وہ تراکت بہم پہنچائی تھی کہ ان کا محض اسم پاک لینے کے لئے وہ طہارت
 و رکار ہی جو اس بیت سے ہویدا ہے کہ :

ہزار بار بشویم دہن ز مشک گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ادنیٰ ست

غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبد پاکِ اسمیہ صمدیہ سلطنت اسم ہوا الباطن کا آخری
 صرافت کا وقت تھا کہ سوائے خفا و درخفا کے اور کوئی کام ہی نہیں تھا.....

مگر چوں کہ سلطنت و حکومت اسماءِ باری تعالیٰ بدلا کرتی ہے اس لئے اب معلوم ہوتا ہے کہ شاید
 سلطنت ہوا نظر کا دور پھر شروع ہو گیا ہے یا ہونے والا ہے۔ تب تو ملفوظ تیار کر لیا جا رہا
 ہے۔ سرکارِ مولانا کا جواب باصواب بکثرت ایک درویش عاشقِ مزاج سے منطبق ہوتا ہے
 جن سے معارفِ باری تعالیٰ بیان کرنے کی فرمائش کی گئی تھی۔ تو انھوں نے بایں مضمون لکھا
 فرمایا تھا کہ میرا پیارا خدا بڑی شان والا ایسا نہیں ہے کہ میں اس کا ذکر بے سرِ حمیمہ ایسے لوگوں
 سے کروں۔ یہی بات ہے جس کو کلمہ الناس علی قدر عقولہم کے سانچے میں ڈھال کر حضرت سامع
 کی استعداد کے موافق بہت صیح جواب دیا گیا ہے واقعی سچ سے جو سچائی سرزد ہو اُس میں
 تشکیک موجبِ سلبِ ایمان ہے۔ فی الاصل ذکر کی ممانعت ان معارف میں نہیں کی گئی ہے
 بلکہ یہ عارفانہ نفس ذکر میں خشوع و خضوع اور حضور کی ہدایت ہی اور جو وقار ذکرِ پاک
 حافظیہ اسمیہ سرکارِ مولانا کے دل میں تھا اُس کا یہ اظہار اور آداب ذکرِ تبارک کا احسان
 بصورتِ انکار کیا گیا ہے۔ زہے تبحرِ علمی حضورِ قبلہ عالمِ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آدابِ شیخی سرکارِ اسمی کا مشغولی محفل سماعِ منجی سرکار مولانا ادا کرتے تھے

مولوی مصلح الحسن صاحب قیلہ راوی ہیں کہ سال وصال سرکارِ اسمی سے ایک سال پیشتر میں حضور کے ہمراہ پہلے پہل خیر آباد شریف بڑے حضرت کے عرس میں حاضر ہوا تھا میں نے بحیثیت خود دیکھا کہ سرکارِ اسمی کی موجودگی محفل سماع کی حالت میں حضور محفل میں نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ شامیانہ کی چوب پکر کر برابر کھڑے رہتے تھے جب نذر دینے کے واسطے حاضر ہوتے تھے تو سرکارِ اسمی ایک ہاتھ سے روپیہ لیتے تھے اور دوسرے ہاتھ سے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیتے تھے اور حضور چند منٹ کے بیٹھنے کے بعد آہستہ آہستہ بیٹھ کر پھر اپنی اُسی ہیئت پر آجاتے تھے۔ میں نے ہر محفل میں قریب قریب یہی کیفیت دیکھی ہے۔

ف۔ اگر ذرا بھی خواہش حضور کو حضرت شیخ کے حضور میں اظہارِ شیخی یا پیرزادگی کی ہوتی تو بعد بھال لینے کے پھر اٹھ کر وہی سابقہ ہیئت قائم نہ کر لیا کرتے بلکہ یہ ادب واقعیت رکھتا تھا اور اس کو خاص عنایت سرکارِ اسمی آپ سے برقرار رہتی تھی۔

عاشقانِ راشد مدرس حسن دوست درسِ تدیس سبقِ شانِ وئے اوست

یہ ادب پڑھنے پڑھانے سے نہیں آتا ہے اس کو فطرتی لاج کہتے ہیں۔ اس ادب کی خالی آپ مودب ہی نہیں تھے بلکہ اس ادب کے آپ مالک و صاحب تھے۔ کیوں کہ آپ نے اس ادب کو ایک ذاتِ پاک میں بحیثیت منتقل کیا تھا جس کا مشاہدہ احقر مولف نے کیا ہے۔

تفصیل ادا کی جو بالعموم خیر آباد شریف کا علمی اور حضور میں بجا و سلام دہا کر کے

مولوی مصلح الحسن صاحب قیلہ راوی ہیں کہ زمانہ قیام خیر آباد شریف میں ایک روز نہر کی نماز کے واسطے سرکارِ اسمی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ شریف سے برآمد ہوئے اور مسجد کی جانب رخ فرمایا۔ ہمارے حضور مسجد کے دھن والے اخیر در میں بیٹھے ہوئے تھے۔

نگاہ پڑتے ہی کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت سرکارِ اسلمی نے مسجد کی سیڑھیاں طے فرما کر محسن
مسجد میں قدم شریف رکھا۔ ساتھ ہی ہمارے حضور نے اپنے مقام پر زمین کو چوم لیا تو میں نے
دیکھا کہ معاصر کارِ ذوی الاقتدار اسلمی نے بھی اپنے مقام پر زمین کو چوم لیا۔

ف۔ لیجئے اندر مسجد بھی باہم مجسم سیادتوں نے ایک دوسرے کی تعظیم کرنی تو بیرونِ مساجد
تعظیم و تکریم کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔

یہ تعظیم اللہ اللہ اُس صنم کی جھکی پڑتی ہیں محرابیں حرم کی
۳۰ صفر المظفر یا یکم ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

پیروں کو اپنے گھر بلا نا کوئی دل لگی نہیں ہے

بسیار سفر باید تا نچتہ شود خنام

مولوی مصباح الحسن صاحب قبیلہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میری جناب والدہ صاحبہ اور
بھوپھی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہما نے ہمارے حضور قبیلہ عالم سے عرض کیا کہ حضرت قبیلہ عالم شیخ الشیوخ
عالم یعنی جناب حضرت خواجہ حافظ محمد اسلم صاحب قبیلہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھپھو نندلا سے تاکہ
ہم سب بھی زیارت سے مشرف ہو جاویں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ حضرت کی تشریف آوری
تو آسان ہے مگر تا وقتیکہ میں حضرت صاحب کے قیام گاہ کا رات بھر طواف کرنے کے لئے
تیار رہوں حضرت کو تکلیف دینے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

ف۔ یعنی حضرت شیخ کو اپنے گھر بلائے کی حالت میں حضرت شیخ کے چند روزہ قیام گاہ
کی توقیر و تعظیم وقتی اور ہمیشہ کے لئے قریب قریب ناممکن ہے۔ بعد اس خلاصہ سچے اور اُس
حالت خاص کے مستثنیٰ کرنے کی جو بعض اہل دنیا برکت حاصل کرنے کے لئے درویشوں اور
پیرانِ عظام کو اپنے گھر بلائے ہیں یا نئے مکاتوں کو محافل ذکر یہ سے انواستے ہیں یا اپنے
تقریبوں کو شرکتِ بزرگوں سے معزز کرتے ہیں یا اُس کے زاید مصارف کو تحت اقتدار

تشریف آوری کا ملین کر کے جواز مصارف کا باطناً جواز حاصل کرتے ہیں۔ اس قدر مولف عرض کرتا ہے جو اس خاص معاملہ کا خود تجربہ کار ہے اور اسی میں گرفتار ہے کہ اگر خانوادہ خافطیہ کے پیروں کو بصیغہ طلب صادق بلو اگر آداب جائے قیام وغیرہ جیسا کہ سرکار مولانا نے فرمایا۔ نہ کئے جائیں گے تو بہت نقصان ہوگا۔ مجھے مولانا مصباح الحسن صاحب سے سخت شکایت اس روایت کے نہ بتلانے کی ہوتی اگر میرے جنون طلب رونق افروزی نان پارہ حضور قبلہ عالم کے وقت مدوح صغیر الحسن نہ ہوتے جس کی وجہ خاص یہ ہے کہ خافطی پیران عظام سلیمان جاہ ہیں۔ اُن کی پادشاہوں سے زاید ادب نہ ہوں گے تو خدائی مواخذہ سے مٹھ بھڑ ہو جائے گی۔ جس کی اصل یہ ہے کہ یہ لامکانی حضرات ہیں مکانوں میں اُن کی سموائی نہیں ہوتی ہے۔ جب یہ حضرات کسی طالب صادق کے گھر جائیں گے تو صدق طلب طالب کی وجہ سے اپنی باطنی وسعت بھی ساتھ لے جائیں گے اور وہ اُس مکان میں نہ سما دے گی جہاں یہ ٹھہرائے جائیں گے پس وہ مکان عدم وسعت کی وجہ سے پھٹے گا ٹوٹے گا اور خراب ہوگا۔ اوقاف کی عمارتیں اور مزارات وقف ہونے کی وجہ سے ان کے متحمل رہتے ہیں کہ یہ بات ملکیت والی عمارتوں کو نہیں حاصل ہوتی ہے۔ آیہ پاک ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوها اس کی شاہد ہے۔

واقعی اگر سرکار اسلمی بھپوند شریف میں تشریف لاتے تو سرکار مولانا کو اپنے عارضی قیام گاہ کے استعمال کو بدلتا پڑتا اور اُس کی پوجا کرنا پڑتی۔ تو پھر حضور اور اُن کے متعلقہ لڑکوں اور بچوں اور عورات کا قیام کہاں ہوتا کہ یہ وقت آپ کو باوجود اس کے پیش آتی کہ آپ کی مسجد اور خانقاہ اور گھر بار سب وقف تھا۔ کیا یہ دیکھ نہیں لیا گیا کہ سرکار اسلمی نے بڑے حضرت کے مزار میں اپنے دفن کئے جانے کی صاف و صریح ممانعت فرمائی اور اُس کی تعمیل ہوئی۔

جواب جو حضرات پھوپھی اماں اور پیرانی اماں صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کو دیا گیا وہ سچا تھا مگر اُنھیں کی سموائی اور استعداد کے موافق تھا عجب نہیں ہے کہ کھوپھی صاحبہ نے جو ولیہ اور کاملہ

اور رابعہ عصر تھیں اس جواب پاک کے باطن الباطن کو بھی سمجھ لیا ہو جس کا خفیف اشارہ اس بیت میں ہی کہ:

محبت ایک سے ہوتی ہو دو دو سے نہیں بنتی مجھے کس دل میں رکھو گے اُسے کس دل میں رکھا ہو
اور اگر کوئی اس تفرقہ خفیف سے مافوق ہو تو اُس کے میں قربان۔

سلسلہ معارف میں یہ بڑا بے ڈھب مسئلہ چھڑ گیا تو اُس کا قبل موجد کامل ہونے کے یہ بناہ ہو
کہ دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہو۔

یا مکن باپلیا ناں دوستی
یا بنا کن خانہ قدرے پائے پل
۳۰ صفر یا کیم ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

اسلمی قیام در فی منزل شریف نے ابائی قصیدہ پر پادشہ شریف کو کیا عزت دی

مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ حضرت حافظ اخلاق حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
پانی پتی جو مولوی حالی صاحب کے صاحبزادے اور حضور کے معظم احباب اور مریدوں میں تھے
جنھوں نے قیامت تک کے لئے دروازہ آستانہ حضرت محبوب الہی پر بستر جمایا ہو وہ ایک
مرتبہ جامع مسی پھونڈ شریف میں بعد عصر سیلعات عشر ٹھل ٹھل کر پڑھ رہے تھے چنانچہ مدوح کو
حضور قبلہ عالم نے اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ ورد کو ٹھل کر نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ خیر آباد شریف
کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرو اس کے بعد ورد پڑھا کرو۔

ف۔ باعتبار سمت کے آبادی پھونڈ شریف سے خیر آباد بالکل مخالف سمت کعبہ قبلہ
سے۔ مگر اس مرید صادق سے جہت صحیحہ نہ چھپانے کا بڑا احسان کیا گیا۔ شعر
مغرب سے اٹھ کے تم سوئے مشرق جو آ رہو مردوں کو دفن پھر نہ کہیں قبلہ رو کریں

دین محمد عفی عنہ

مخصوصین کی حُبِ پیار سے اندازہ غمت و احترام و قارذات پاک یا نعلکار کیا جاسکتا ہے

مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار مولانا کے کتب خانہ کی کتابوں کو دھوپ دی جا رہی تھی اور خود حضور بھی بنفس نفیس کتابوں کے سکھلانے میں شریک تھے۔ کلیات مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نظر پڑی اُسے اُٹھا لیا اور اپنے مقام پر تشریف لا کر ملاحظہ فرمانا شروع فرمایا اور حافظ محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ غزل اس میں سے یاد کر لو کہ۔

اے غمتِ تخمِ شادمانی ہا وصل تو عین کامرانی ہا
غزلِ مدوح نے یاد کرنی کیوں کہ مرید و شاگرد ہی تھے۔ گواہوں نے بوجہ وصال حضورؐ بعدہ اپنی تکمیل مولانا وصی احمد صاحب پٹلی بھتی رحمۃ اللہ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے اور حضرت بریلوی سے خلافت بھی پائی ہے مگر ذوقِ سماع اُن کا پرانا سرکار مولانا کی صحبت والا ہے۔ غرض کہ خوش الحانی سے غزل سنانے میں جیب وہ اس شعر پر پہنچے کہ

بقعہ خیر ماست گوشہ دیر لیس فی الکائنات ثانی ہا

تو ارشاد ہوا کہ اس شعر کو یوں پڑھا کر کہ

بقعہ خیر ماست خیر آباد لیس فی الکائنات ثانی ہا

کہ اس غزل کا دور مہینوں جاری رہا۔ بالخصوص تبدیل شدہ شعر کی تکرار کر رہے کہ رسیکڑوں مرتبہ کرائی جاتی تھی اور لطفِ حاصل کیا جاتا تھا۔

ف۔ یاد صرخی تو نہیں ہوتی تھی مگر بالکنا یہ یاد کی کوئی انتہا بھی نہ تھی۔ خدا انخواستہ

یہ تغیر و تبدل اشعار میں کوئی اصلاح نہیں ہی بلکہ مصنف صاحب کے ذوق سے اپنا شوق منطبق کرنا ہی۔ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے گوشہ دیر میں جا کر بتوں میں یار کی تجلی کی لذت لی اور اُس کی شبیہ اثنیت کو دفع فرمایا اور سرکار مولانا نے جائے بود و باش یا جسم پاک حضرت شیخ سے لذت لی اور اُس کا ثانی معدوم بتلایا اُن کو دوسرے مجاز کی حاجت نہیں رہی اور اپنے آپ کو گوشہ دیر سے بے حاجت دکھلایا۔

ما غریباں را تا شائے چمن در کار نیست داغهای سینہ ماکم تر از گلزار نیست
یہی وجہ تھی کہ بعد وصال سرکار سلمیٰ کو اپنے جلد سے بلد وصال فرمایا اور گوشہ دیر عالم میں قیام نہیں فرمایا۔ اس جرے تو کس نہ لبائے۔

عارفانِ اہلیہ کے آدابِ قربِ مکانی سے اندازہ ہیئت و جبروت و عریب و اشجیٰ سرِ اہلیہ سلیمانہ سکنا ہی عوام کا بتاؤ بہت قابلِ اعتبار نہیں ہے
اگرچہ عوام اپنے مقام پر پتھر ایا ہی کرتے تھے کہ یہ رعیت و اب بھی آثار ولایت متفرقہ و صادقہ سے ہی

مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ جس سال ہمراہ حضور کے پہلی پہل میں حاضر دربار گھر بار لقیہ خیر آباد شریف ہوا ہوں تو استدعائے حاضری پیش کرنے پر یہ شرط لی گئی تھی کہ تجھے اس شرط پرے چلیں گے کہ جس وقت تک حاضری آستانہ شریف رہے نہ ہمارا جو تانا ٹھکانا تعلیم کو کھڑے ہونا نہ کوئی امتیازی فعل کرنا چنانچہ ہی عمل آرد مجبوراً اگر ناچار جب جب حاضری ہوتی ایسا ہی کیا گیا اور خود احمق مولف بہ تصدیق اس روایت کے راوی ہی کہ مجھے جب جب بمعیت حضور حضور کے طفیل میں حاضری کی نوبت آئی تو مجھے تازمانہ قیام دیار یار سرکار مولانا یار غار معلوم ہوتی رہے اور پیری و مریدی بھولے رہے۔ جب اسٹیشن خیر آباد پر پہنچے تو رشتہ غلامی کے پھر یاد عود کر آئی۔ بعض اوقات بزمانہ قیام

آستانہ بصیغہ تھے تکلفی بعض حرکات بے باکی بھی مجھ سے سرزد ہو جاتی تھیں۔ جن کا وقوع بیرون دیار مقدس ہرگز ممکن الوقوع نہیں تھا۔

ف۔ یہ آداب آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ تکلفی نہیں تھی۔ اللہ اللہ کیا شیخ فرد مجرّد کے حضور میں آپ کی حاضری بخیر دانہ لڑکے بالوں سے نکل کر ہوتی تھی کہ مولانا مصباح صاحب کو بھی بجا آوری آداب لہرانہ سے منع کر دیا جاتا تھا۔ رہے ساعت حاضری طالب صادق پیش مطلوب مقصود و محبوب مرغوب۔ اگر ان معنوں کو خوف میں لیجئے تو قیامت کی حشر کا دنیا ہی میں نمونہ ملتا ہے کہ یا پ بیٹے سے مستغنی ہو جاتا ہے اور کسی کو کسی کی شکر نہیں رہتی اصل یہ ہے کہ پر پرستی بڑی شکل چیز ہے۔

سرکار اسلمی کی بے مثل فنائی الشیخ ہونے کی دلیل۔ کہ بخیر ہی دلیل
آپ کے فنائی رسول اللہ اور فانی فی اللہ ہونے کی ہی اور یہی بہت تھا باللہ
کہ یہ سڑک ہی اس بیت مشنوی کا کہ

او توئی خود را بجود را وے تو کو دو کو فاختہ شو سوے او
مولوی مصباح محسن صاحب راوی ہیں کہ میں نے اپنے حضور سے سنا کہ کبھی سرکار
اسلمی کسی شے کو اپنی طرف نسبت نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ جھاڑ و تاک کو فرماتے تھے کہ یہ
(حضرت صاحب کی ہے)

ف۔ استعمال اضافت بیاس شریعت تھا ورنہ فی الاصل آپ کو کل کثرت اسمائے و تعدد
اسماء ایک ہی مکتوف ہوتا تھا۔ جس مضاف الیہ کی سموائی مخاطبین قبول کر سکتے تھے وہ
اشارہ کیا جاتا تھا۔ اپنے آپ کو حضرت صاحب یا کسی اور لقب سے لوگوں کی کم سمجھی سے
نہیں فرماتے تھے۔ مگر آپ کے حضرات خواص کے لئے صرف ہی سکلم کافی ہو جاتا تھا۔ چونکہ
چونکہ باکو دوک سروکار مفتاد ہم زبان کو دوکال باید کشاد

اور ہر وقت اور ہر شے کی بابت ملک خلیفہ اللہ کا اظہار اس لئے خاص طور پر کیا جاتا تھا
کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح مالِ محبت کے بحضرت خلیفہ اللہ لے جانے کی تکلیف
نہ کرنا پڑے

جملہ ماہن بہ پیش او نند ملک الملک اوست ملک در دہند

تعلق سرکارِ اسلمی قدر دانوں کو عالم سے بے تعلق کر دینے کے لئے
کافی تھا۔ اور ارادتِ اسلمی مشائخین عالم کی ارادت سے مستغنی
کر دیتی تھی اور نسبت آپ کی نسبت تنویر غالب جاتی تھی گویا اپنے
وقت میں نسبت فخری سلیمانی کی لاج تھی

مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ ہمارے حضور نے ایک مرتبہ سرکارِ
اسلمی کی قوتِ نسبتیہ و جاویہ و ذورِ نظری کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم حضرت صاحب کی قوتوں
اور نگہبانی مریدوں اور نگہبانی غلاموں کا حال اس سے جان سکتے ہو کہ میں مولانا سخاوت حسین
صاحب کے توسط سے گیارہ سال کی عمر میں مرید ہوا بعد خود مدوح (یعنی مولانا سخاوت حسین
صاحب قبلہ) نے مجھے بغرض تعلیم مولانا فضل رسول صاحب بدایونی اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب
کاہنگامہ رشد و ہدایت و تعلیم و تعلم شیخی پیری و مریدی بڑے زبردست پیمانہ پر جاری تھا لیکن باوجود
کم عمری سوائے اخذِ تعلیم کسی دوسری نسبت کے حاصل کرنے کا مجھے وہم تک نہ پیدا ہوا۔

ف۔ اس موقع پر سرکارِ مولانا نے سیاحتِ عربستان وغیرہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ کیونکہ
وہ سفر آپ کا پوشیدہ اور چھپ کر ہوا تھا تا کہ کوئی کم سے کم حاجی المحرمین شریفین نہ کہے یا یہ خیال
کہ در احادیث آپ کا دیار عرب شریف میں۔ یا آپ نے مسجدِ پاک نبوی میں تراویح سنائی ہی

اور اسی کی ہرکت سے کرامت ختم قرآن ڈھائی گھنٹہ والی ہاتھ آئی ہے۔ یا آپ کی وہی سے سفارش
سرکارِ اسلمی میں آئی ہے۔ اور جب دیارِ عرب و عجم میں جو منبع اولیاء و مشائخین کی کوئی مثلیت سرکارِ
اسلمی آپ کو نظر نہیں آئی اور کسی پر دل نہیں بیجا تو ہندوستانی مشائخ زمانہ کیا آپ کو اپنی طرف
راغب کر سکتے تھے۔ اصلیت یہ ہے کہ آپ خود حافظ تھے اس لئے اللہ آپ کا حافظ ہو گیا تھا۔
یکم ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

سرکارِ اسلمی کا اپنے اخوانِ لطیف کو اپنے آپ کو تحت خدمت میں لپکا کر اپنے

ما فوقیت کے مراتب سے آگاہ کرنا اور آمندہ کے لئے خیر ار کر دینا

ہر کر اسرارِ غیب آزمودند ہر ہا کر دند دہانش دوختند

مولوی اختصار حسین صاحب نمبرہ سرکار مولانا بچوالہ روایت شیخ کا صاحب پھونپ دی جو
غلام خاص سرکار مولانا کے ہیں روبرو مولانا مصلح الحسن صاحب راوی ہیں کہ عرس خیر آباد
شرف میں جناب مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ سہوانی اور حضور سرکار مولانا دونوں صاحبان
حاضر تھے اتفاق سے کھانا جو آیا اس میں محض دالچہ تھا مگر اس میں بوٹی وغیرہ نہ تھی اس مشاہدہ
کے بعد مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ نے فرمایا (حضرت کے ضعیف ہو جانے سے) یہ
بے انتظامیاں ہیں کہ منتظمین اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ پیالہ میں بوٹی آئی یا نہیں۔ چنانچہ دوسرے
وقت جو کھانا آیا تو اس کی یہ شان تھی کہ دسترخوان میں بوٹیاں خود سرکارِ اسلمی کی لعل میں تھیں
اور سالن میاں عیادت مارقوال کے سر پر تھا جس میں ایک دگچی مٹھی بوٹیوں کی علاحدہ رکھی تھی
سرکارِ اسلمی نے خود دسترخوان بچا کر کھانا نکالنا شروع فرمایا اور مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ
کھانے پر مجبور ہوئے۔ کھانا شروع کیا گیا اور خود سرکارِ اسلمی نے بوٹیاں بین بین کر مولانا
سخاوت حسین صاحب کے سامنے پیش کرنی شروع کیں اور یہ فرمانے لگے کہ میرے بوڑھے
ہو جانے سے یہ بے انتظامی ہو گئی ہے کہ لوگ اس کا خیال نہیں کرتے کہ کس مکان کو کیا

جار رہے اور کسی پیالہ میں بوٹیاں بھی ہیں یا نہیں۔

ف۔ نہ اب ایسے پیرمہوں گے نہ ایسے اخلاق کے ساتھ اپنے پرہیزگاروں کو اپنے مقام خبرداشتن سے اس مجاہد کے ساتھ کوئی اطلاع دینے کی مصیبت گوارا کرے گا۔ مگر ہمارے سرکار مولانا نے ضرور بالکل اس معاملہ سے علیحدہ رہ کر بڑی عظیم الشان عبرت حاصل کی ہوگی۔
۲ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

دربار سرکار اسلامیہ میں شریف کا عملی درس

یعنی انتہائی اظہار انکسار سرکار نے نہایت سخی و کمال و سجادگی کی انجام دہی سوا بصورت غایت کمال یعنی عبدیت محضہ ممکن ہی نہیں ہے اور مہمانوں عرس شریف کی مہمان نوازی مہمانوں کی غیبت میں سرکار مولانا سے اس خدمت کا پسند کیا جانا صرف ایک دفعہ مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ درگاہ حافظیہ بقعہ خیر آباد تعمیر کردہ سرکار اسلامیہ ہے اس کی مسجد اور مزار شریف کے درمیان ایک عمیق نالی ہے بالعموم جس پر چڑھ کر وضو کیا جاتا ہے۔ اور تمام مہمانان عرس شریف بوقت حاضری و مشغولی محافل سماع وغیرہ اُسی میں تھوکتے اور ناک صاف کرتے اور آلائش ڈالتے ہیں۔ لہذا درحالیہ عرس شریف کا مجمع ہزاروں کی تعداد کا ہوتا ہے گندگی نالی کا جو اندازہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے جس کو سرکار یہ نفس نفیس بعد شتم عرس شریف ہر سال بلا شرکت غیرے اپنے پاک ہاتھوں سے خود دھوئے اور صاف کرتے تھے کہ اس دھوئے اور پاک کرنے کا مصداق مولانا کی یہ بیت ہے کہ

از حدث شستم خدایا پوسبت را از حوادث تو بشو آں دوست را

یعنی الہی میں جن بندوں کے نجاسات ظاہری کو دھو رہا ہوں تو اُن کی قلبی اندرونی نجاستوں کو دھو دے

اور بہت مخصوصہ کی وجہ سے اس کا رخصت کے ہاتھ بٹانے کی جرأت بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ فی الاصل کلیتہً نجاست سے پاک کرنا یا ظاہری عمل کو باطن کی جانب منتقل اور معتدلی کرنا خاص پاکوں ہی کے لئے مخصوص ہے۔ یہ معاملہ بالکل اُس واقعہ مندرجہ شہنوی شریف سے منطبق ہوتا ہے جو ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کافر ہمان ہوا تھا اور زیادہ کھانا کھا جانے کی وجہ سے اُس نے حجرہ شریف میں پانچاٹھ بھرا تھا۔ تو اُس کو خود حضور پر نور نے بلا شرکت غیر اپنے مبارک ہاتھوں سے دھویا تھا اور جوں جوں سرکارِ دو عالم دھوتے گئے تھے توں توں اُس کافر کا قلب صاف ہوتا گیا تھا۔ آخر کار اُس نے مدینہ طیبہ واپس ہو کر اس منظر کو ختم خود دیکھ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ صرف فرق یہی قدر ہے کہ اُس معاملہ میں شخصیں تھیں اور اس میں حسین تھی۔ اور وہ ہمان کافر تھا اور یہ مسلمانوں کے فضلہ جات تھے۔ چنانچہ بزمانہ قرب وصال سرکارِ اہلبیت کے سالوں عرس شریف کے ایک سال سرکارِ مولانا نے اس خدمت کی انجام دہی کا شرف پایا اور نالی مذکور کو اپنے ہاتھوں سے دھویا صاف کیا۔ جس کو بعد معائنہ حضرت شیخ الشیوخ عالم حضرت قبلہ عالم جناب خواجہ شاہ حافظ محمد اسلم رضی اللہ عنہ نے پسند فرما کر ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب نے بالکل ہماری طرح نالی صاف کی اور دھوئی ہے۔

ف۔ سرکارِ مولانا نے سالوں اس کا رخصت کی انجام دہی کی آرزو کی ہوگی تب ایک دفعہ مدوح فائز المرام ہوئے کیونکہ سرکارِ مولانا نے فراشتاً معلوم کر لیا ہوگا کہ جس خاندان میں قرب الہی برسوں بندگان الہی کے غلیظ اٹھانے سے یا خدمت کرنے سے عطا ہوا ہے وہاں سے کامیابی انہیں برتاؤوں سے ممکن ہے اور عجیب نہیں ہے کہ اس منظر سرکارِ اہلبیت کو ہر سال دیکھ دیکھ کر حضرت مولانا چپکے چپکے یہ وظیفہ اُس کی دریافت کے لئے پڑھتے رہے ہوں

ما بشویم ایں حدث را تو بجل
کار دست ست ایں نمط نے کار دل
ما برائے خدمت تو میسر نہ تسم
چون تو خدمت می کنی پس ما چہ ایم

غور اور فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ بے شک درسِ شتویٰ شریف مولانا روم رضی اللہ عنہ دربارِ سلیمانی اور سرکارِ حافظی میں بے مثل ہوتا تھا۔ مگر درسِ عمل بالمثنوی سرکارِ سلیمانی ہی پر ختم ہوا ہے جس سے لوگ کم آگاہ تھے۔ جن لوگوں کا ناک تھوک انسانِ کامل کے ہاتھوں دھلے گا کیا ان کی نجاسات باطنیہ دھوئے میں حق تعالیٰ انسانِ کامل کے ظاہرِ فعل کی لالچ نہ فرما دے گا۔ ضرور فرما دے گا۔ بس اس کو ہماں نوازی کہنا چاہیے۔ اگرچہ درگاہوں میں ایسی نجاستوں اور فضیلت جات کا ڈالنا برا ہے۔ مگر اُس سے برے فعل کا کیا مبادلہ کیا جاتا تھا اور ہمانوں کو گھر بیٹھے اُن کی صفائی قلب کا فیض دیا جاتا تھا۔ گو درگاہیں بعد اعراس دھوئی اور صاف کی جاتی ہیں مگر کہیں صاحبِ سجادہ کو خاص بلا شرکت غیرے یہ کام انجام دیتے اگر دیکھا گیا ہو تو تبتلایا جاوے۔

نہایت مختصر جامع محامد سرکارِ سلیمانی سرکارِ مولانا نے اپنے روزنامہ میں اُس وقت تحریر فرمائی جب اپنے معاملات کو تحریر یا تقریر میں لاسکتے تھے کیونکہ بعد روزنامہ نویسی مدوح بنی فرادی تھی جس کی نقل مندرجہ ذیل عظیم مولوی مصباح الحسن

صاحبِ سجادہ ہے

جس کو اس وقت ۴۵-۴۶ سال ہوئے ہیں اور اس وقت وصال سرکارِ سلیمانی ۲ سال

ہوئے تھے
۴ ذی الحجہ شریف ۱۲۹۶ھ یومِ چہار شنبہ

امروز کہ یومِ معلوم و ماہِ مذکور و سنہ موصوف است۔ داروغہ پرست ترجمہ۔ آج کہ یومِ معلوم یعنی (چہار شنبہ) اور ماہِ مذکور یعنی (ذی الحجہ) اور سنہ موصوف یعنی ۱۲۹۹ھ فیض طلب خاں آئے و از فقیر ملاقات کردہ داروغہ موصوف در سلسلہ چہنیہ ہی۔ پرست کے داروغہ فیض طلب خاں آئے اور فقیر سے ملاقی ہوئے داروغہ صاحبِ موصوف

سلیمانہ سعیت از حضرت صاحب زادہ خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی
 سلسلہ حقیقہ سلیمانہ میں حضرت صاحب زادے خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی ہمیشہ رکھے اللہ
 دامت برکاتہم نمودہ - فقیر ہم دریں سلسلہ متبرکہ از حضرت مولانا
 برکت اُن کی سے ارادت ظاہر کرتے ہیں۔ فقیر بھی اسی سلسلہ بابرکت میں حضرت
 حافظ محمد اسلم خیر آبادی متع اللہ المسلمین بطول یقا سہ ارادت می دارد
 مولانا حافظ محمد اسلم صاحب قبلہ خیر آبادی (فائدہ دے اللہ تعالیٰ اُن کی طول بقا سے مسلمانوں کو) سے
 حضرت ایٹاں دریں زمانہ آیت من آیات اللہ ہستند چنان مجاہدہ و ریاضت
 ارادت رکھتا ہوں۔ آپ اس زمانہ میں آیتہ میں آیات الہی سے اور ایسی مجاہدہ و ریاضت آپ نے فرمائی
 فرمودند کہ در اولیائے مسبقین مسموع شدہ است لکن انشاء در مجاہدہ اس قدر
 ہے جیسا کہ اولیائے سابقین کی بابت سنا گیا ہے۔ لیکن مجاہدوں کو اس قدر چھپا کر فرماتے ہیں کہ دیکھئے
 می فرمایند کہ بندگان حضرت شیخ متحیر اند عمر مبارک حضرت ایٹاں قریب شصت
 آپ کی شہنی کے متحیر ہیں۔ عمر مبارک حضرت کی قریب ساٹھ سال کے ہے۔ نکاح نہیں
 سال است نکاح نہ نمودند شاید کہ سنت حضرت محبوب الہی - رحمۃ اللہ علیہ
 کیا ہے۔ زیبا ہے کہ سنت حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے
 اختیار فرمودند۔ اگرچہ فقیر خیرین ندار و غالباً یہ سی و دو سال رسیدہ است
 اختیار فرمائی ہے۔ اگرچہ میں زیادہ ویسی عمر نہیں رکھتا ہوں یعنی غالباً ۲۲ سال تک
 لکن سیاحت بسیار کردہ مگر چنان شیخ و نظر نہ آمدہ و خیر روش در گئے
 پہنچی ہے۔ مگر میں نے سیاحت بہت کی ہو۔ تاہم ابیاض شیخ میں نے نہیں دیکھا اور ایسی روش کسی اور میں نہیں
 ندیدہ حضرت ایٹاں جامع شریعت و طریقت اند فقیر توصیف خدام
 پائی گئی۔ آپ شریعت اور طریقت دونوں کے جامع ہیں۔ فقیر سے آپ کی بارگاہ کے غلاموں
 بارگاہ حضرت ایٹاں نمی تواں کرد۔ صرف ہمیں قدر می گوید کہ
 کی تعریف ادا نہیں ہو سکتی ہے۔ صرف اس قدر کہتا ہوں کہ اس صدی میں کہ تسمیہ ہو حضرت خدا کی نشانی ہیں۔

دیں صدی کہ نیروم است (کلمۃ اللہ اند)

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِثْلَ ادِّ الْكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَاتُ رَبِّي
اگر خدا کے کلمات کے لئے سمندر سیاہی یعنی روشنائی ہوں تو وہ کلمات انہی کی چوڑی سے پہلے فنا ہو جائے

وَلَوْ حَبْنَا بِمِثْلِهِ مَكَدًا ۝

اگرچہ ہم اُس کی ایسی اور بھی مدد لادیں۔

خداے تعالیٰ خاتمہ فقیر بظیفیل اقدام حضرت شیخ بخیر فرماید۔

اللہ تعالیٰ خاتمہ فقیر کا حضرت شیخ کی محبت کے دل میں آنے کے سبب سے بخیر کرے

یا اُن کے اس عالم میں تشرفِ آوری کی وجہ سے یا سراپا اُن کا دل میں سما جانے کے سبب سے

حضرت ایشاں برادرزادہ و خلیفہ و سجادہ نشین حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی

آپ ہستہ و خلیفہ اور جانِ نشین حضرت حافظ محمد علی صاحب قبلہ خیر آبادی رحمۃ اللہ

رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْكَ۔ اند۔ و حضرت حافظ صاحب قبلہ خلیفہ حضرت خواجہ

تعالیٰ علیہ کے ہیں۔ و نیز حضرت حافظ صاحب قبلہ خلیفہ حضرت خواجہ

شاہ سلیمان رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْہُ۔ اند۔ حضرت صاحبزادہ اللہ بخش صاحب نمبر

شاہ سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہیں۔ اور حضرت صاحبزادہ اللہ بخش صاحب قبلہ

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی اند۔ دریں زمانہ حضرت صاحبزادہ ہم یادگار اولیا

ہوتے ہیں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے۔ اور اس زمانہ میں صاحبزادہ صاحب بھی یادگار

مستقدمین اند۔ اللہ تعالیٰ ایشاں را عمر ابدی عطا فرماید۔

ہیں پچھلے اولیاء کی۔ خداے تعالیٰ اُن کو عمر ابدی عطا فرمادے۔

نقل مطابق اصل دین محمد بنی عتہ ۴ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ

ف۔ یہ سرکارِ سولانا کی اتفاقی تخریر ہے۔ خاص بطور مدح سرائی حضرت قبلہ عالم

سرکارِ اسلامی تسمیہ میں نہیں آئی ہی بلکہ وقتِ مہمودہ کی تالیفوں میں سے ایک تاریخ کا محض واقعہ

ہی جو بطور سرکاری ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ تاہم اگر غور کیا جاوے تو کچھ ابتدائے
 تعلقات سرکار اسلامیہ اور سرکار مولانا کا تصور اسانہ چلتا ہے۔ کہ اُس تصور سے میں کا تصور ایسا ہے
 کہ حضرت سرکار اسلمی کو سرکار مولانا سے۔ کلمۃ اللہ اور آیتہ من آیات اللہ تحریر فرما کر
 آیتہ قرآنی سے نہایتی کی تحریر فرمادی ہے جس کے طلب کا بالکل خلاصہ یہ ہے کہ باعتبار کلمۃ اللہ
 ہونے کے چوں کہ کلمات اللہ محصور و محدود نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ اُن کی صفات محصور و
 محدود ہو سکتی ہیں اس لئے ذات پاک اسلمی مولانا کی صفات ذاتیہ کے لامحدود و ادبے اور چھوڑے
 کیوں کہ کلمۃ اللہ۔ ثانی لی اللہ۔ باقی باللہ۔ یہ سب اسماء قریب قریب ہم معنی ہیں اور تکلم چونکہ
 صفات ذاتیہ سے ہے اس لئے تجزی پر بھی نہیں ہے۔ اور باعتبار آیتہ من آیات اللہ ہونے کے
 جس کا یہ خلاصہ ہے کہ سرکار اسلمی خدا کے بے نشان کے نشانوں کا ایک مجموعی نشان ہے۔
 سرکار اسلمی کی بے نہایتی کا اقرار آپ نے کیا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح بھی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
 نے قلب مومن میں اپنی تمثیل کی پوری وسعت رکھی ہے تو قلوب حضرات اولیاء کا کیا کمنا ہے
 جن کی منزل قرب و توفیق و قرب فرائض کے ذریعہ سے اعضا جسمی وغیرہ کے کل قوسے بدلتا
 ہیں اور آیات یا ہم متحد الاصل ہوتی ہیں گو اُن کے حروف مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ پس
 ایسی ذات مقدسہ کے لئے سرکار مولانا نے بحر الادراک کا وطیرہ اختیار فرما کر تعریف و
 توصیف سرکار اسلمی کی نہ ادا کر سکنے کا اعتراف کیا ہے۔ کہ یہی اعتراف بعدہ یافت کا ذریعہ
 ہوا ہوگا مگر وہ یافت کسی کب جاتی ہے اور کہنے میں کہاں آتی ہے۔ بعدہ مجاہدہ اور رہائش
 کی طرف سرکار مولانا آئے ہیں جو ہر بزرگ کی بزرگی کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔ اُس کے
 بارہ میں اولاً اختصار تحریر ہے اور بھی ایسا کہ جس میں روزمرہ کے دیکھنے والے اور مقربان
 متحیر ہوں مگر اتفاق سے اُس کی شلیت تحریر ہو گئی ہے جس کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ
 سرکار اسلمی نے وہ مجاہدے فرمائے ہیں جو یا جیسے اولیاء سبوقین سے ظہور میں آئے
 ہیں۔ اور یہ بہت بڑا کمال ہے۔ جس کے متعلق بعض سچی حکایتیں بھی مذکور ہو چکی ہیں۔

اُس کے بعد تہجد کی مثال کے لئے حوالہ سنت حضرت محبوب الہی رضی اللہ عنہ دیا گیا ہے جس کا پورا پورا انطباق بھی ہوتا ہے یعنی حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ باوجود ذاتی تہجد سے مثل کے والدہ صاحبہ رضی اللہ عنہا اور ہمیشہ صاحبہ اور اُن کی اولاد کا تکفل کرتے تھے اور سرکارِ اسلامیہ بھی والدہ صاحبہ اور بچہ ورج صاحبہ اور اُن کی اولاد کے تکفل سے سرفراز تھے۔ اللہ اللہ۔

بعد ازاں سرکارِ مولانا نے بمشرب عاشقانہ عرب و عجم سب کمیں سیاحت کر کے بعد صاف اور سرکھی اقبال نے مثل سرکارِ اسلمی کا بایں الفاظ فرمایا ہے کہ ایسا شیخ میں نے کہیں نہیں دیکھا نہ ایسی روش کسی میں پائی۔ کہ اسی کے اقرار کے لئے ہر سال یہ مشہور غزل مزارِ شریف پر فریب قریب ہر سال پڑھی جاتی ہے مگر سرکارِ مولانا کے نہ ہونے سے پوری دوا نہیں ملتی ہے کہ ۔

پھر سے زمانہ میں چار جانب نگار بکتا تھیں گو دیکھا حسین دیکھے جمیل دیکھے وئے کہ تم نہ تھیں گو دیکھا اس کے بعد حضرت سرکارِ مولانا نے سرکارِ اسلمی کو جامع شریعت اور طریقت بتلایا ہے جس پر منصبِ شیعہ کا دار و مدار ہے۔ کیونکہ بے اس جامعیت کے مرتبہ شیخوختیت نامرادا رہے۔ یہ ظاہر کر کے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ بے شک سرکارِ مولانا نے خوش فہمی سے اچھا اور بے مثل شیخ پالیا جو اُن کی صدق طلب کے ساتھ کئی موزونیت رکھتے تھے۔ پھر سرکارِ اسلمی کے مستند تعلقات کا اظہار ہے کہ سرکارِ اسلمی جنابِ بڑے حافظ صاحب قبلہ کے برادرِ زادہ ہیں۔ اس سے کافی طور پر سیادتِ صادقہ اور شیعہ پرزادگی اور شرافتِ حبشی کی تصدیق ہو گئی اور خلافت کے ذکر سے خلافتِ واقعہ صیغہ و روشنی اور باطنی مثل اُس خلافت کے جس میں تمام صفات حضرت شیخ کے بالفعل خلیفہ میں موجود ہوں تحقیق ہو گئی۔

زال بعد اظہارِ بجاوہ نشینی ہے جس سے زیادہ تر مقصود باطنی جانشینی ہے اور نظمِ آستانہ اس پر قند مکر رہے اس سے یہ ہویدا کیا جاتا مقصود ہے کہ جو اور جیسا تعلق مابین سرکارِ اسلمی

اور سرکارِ حافظی تھا بعینہ وہی اور ویسی ہی نسبت مخصوصہ مابین سرکارِ اسلمی و سرکارِ حافظی
منحوق ہے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ احمد نخیش صاحب کی طرف اشارہ ہے اور اُن کی عمر ابدی کے لئے
دعا ہے۔ جس کی قبولیت کی بابت یہ ظاہر ہے کہ حضراتِ اولیاء کو موت نہیں ہے۔ لہذا عمر ابدی
تو ہو گئی۔ البتہ جو دعا حضرت مولانا نے بعد ختم ذکر سرکارِ اسلمی خاتمہِ نجیر ہونے کی مانگی تھی
اُس کا ذکر یہ کیا تو وہ یہ ہے کہ سرکارِ مولانا نے سرکارِ اسلمی میں جو قبولیت پائی ہے اُس کے
وسیلہ سے ہزاروں کا خاتمہِ نجیر ہوا اور ہو گا اور ہوتا ہی تو پھر خاتمہِ سرکارِ مولانا کی کیا بحث
باقی رہی۔

فت۔ یہ سرکارِ مولانا کے عالمِ شباب کے زمانہ کی تحریر ہے۔ اس سے سرکارِ اسلمی کے
بے مثل شیخی کا اظہار ہے اور اوسط درجہ کے تعلقات مابین سرکارِ اسلمیہ و سرکارِ مولانا معلوم
ہوتے ہیں۔ اس سے اندازہ انتہائی تعلقات کا بھی کیا جاسکتا ہے جو بالآخر فیوضاتِ باطنی
کی وجہ سے مافوق التحریر و تقریر ہو گئی ہونگی۔ کیونکہ فیوضاتِ باطنی کے لئے میدانِ الفاظ
ہمیشہ تنگ مانا گیا ہے جس کی تائید حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

لفظ در معنی ہمیشہ نارساں زیں ہمیرِ گفت قد کل اللساں

تاہم آئندہ اُن کی ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی جاوے گی اور جہاں تک وہ
مقیّد بالفاظ ہو سکیں گے لکھے جاویں گے مگر اس میں یہ ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ سرکارِ
اسلمی نہایت انفا شعار تھے۔

کلمہ اللہ اور آیتہ من آیات اللہ کے یہ معارف بھی ہیں کہ اسم اللہ صورتاً اشارہ کے لئے
ہے اور مسمی اُس کی ذاتِ بحت ہے لہذا ظاہری شکل سرکارِ اسلمی کو مثل شکل لفظ اللہ کے
بتلایا گیا ہے اور باطنِ پاک کو حضرت مسیح میں ملایا گیا ہے اور اُسی سے سرکارِ اسلمی کو قطبِ الوقت
بھی بتلایا گیا ہے مگر واہ رے انظار

گفت المعنی ہوا اللہ شیخ دیں بحرِ معنی ہا ست رب العالمین

سرکار مولانا کا حسب قرار واداء صفر المظفر ۱۳۲۰ھ میں بارگاہِ اسلامی میں
حاضر ہوا اور فیوضاتِ یارِ نبوی سے سالِ ناسوت سے صرف نو ماہ وصالِ اعلیٰ
کے پانی رہ گئے تھے

حاضری صفر المظفر

مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ کے عرس شریف حضرت
برے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضور جیہا نسی سے آکر شریک ہوئے۔
بعد ختم عرس شریف اجازت واپسی نہیں دی جاتی تھی۔ بڑی مشکل سے بوعده حاضری صفر المظفر
اجازت ہوئی تھی کہ وہ اجازت بھی اپنی نوع میں بالکل انوکھی نرالی اپنے ساتھ فیوضاتِ باقی
لے جانے والے تھے جس کا ذکر مفصل صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳ آیہ چکا چنچ حضور سمعان شریف سے روانہ
ہو کر حاضر خیر آباد شریف ہوئے اور فاتحہ سرکار سلیمان منقذہ صفر المظفر ۱۳۲۰ھ میں شریک
ہوئے بعد فراغت فاتحہ شریف ۱۰ صفر کو سرکارِ اعلیٰ کا مخاطب خاص جانب حضور ہوا تو
کچھ کلمات خاص زبان مقدس حضرت سرکارِ اعلیٰ سے نکلی جو نسبت حضور کی تھی ان کو حضور
نے کمال احتیاط سے حرف بحرف لفظ بلفظ جلد یعنی شرح بخاری شریف کی جلد اول میں لکھ لئے
کہ وہ خطاباتِ مخصوصہ یہ ہیں۔

کلماتِ طلیات سرکارِ اعلیٰ نسبت سرکار مولانا

مصدرہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۲۰ھ ہجری

(۱) مولوی صاحب کا کوئی وقت بیکار نہیں جاتا۔ (۲) مولوی صاحب کی خوبی
بیان میں نہیں آسکتی۔ (۳) مولوی صاحب الیق ہیں (۴) مولوی صاحب آپ کے رہنے کو

جس قدر آپ میں غنیمت جانتے ہیں۔

یادداشت نوشتہ سرکار مولانا۔ تحت کلمات طبیات مندرجہ بالا مورخہ ۱۰ صفر ۱۳۲۵ھ

فقیر کو انہیں الفاظ متبرکہ سے امید نجات ہے انشاء اللہ تعالیٰ

ف۔ فقرہ اول کا اشارہ مشغولی دائم کی طرف ہے جو شخصیت خدا رسی کی جان ہے۔

اور عشاق کا اپنے محبوب کی یاد کے لئے یہی دین و ایمان ہے۔ یاودیو دیں یہی فی الاصل کام ہے۔ باقی اور جملہ کام بالکل داخل بیکاری ہیں۔

صوفیائے کرام کے نزدیک اس عالم میں صرف وقت ہی قیمتی ہے اور اس کا بیکاری میں نہ صرف کرنے والا صوفی ہے۔ اسی کی مراد ملت حاصل ہونے کے لئے پاسِ انفس اور وقوف قلبی کی سلیمانی درویشوں میں بڑی دھوم دھام سے پکار ہے۔ ہوشیاری سرکار مولانا کو سرکارِ اعلیٰ کا جان لیا یہ دلیل صحتِ رابطہ ہے۔ ناقصوں کے حال جان لینے میں تصرف درکار ہے اور یہ خود اپنا آپ سے اظہار ہے۔ ہوشیاری یا محویت دائمی کی فضیلت کی تائید کے حوالہ کے لئے حدیث طیار ہی کہ

اللّٰهُمَّ لَا تُكَلِّفْنِي طَرَفَةَ عَيْنٍ وَاقْلَ مِنْ خَلَاكِ

یعنی بار خدا یا مجھے یک چشم زدن یا اس سے کم عرصہ کے لئے بھی اپنے آپ کے ساتھ نہ چھوڑ
کلمات طبیات کا فقرہ دوم سرکار مولانا کو صاحبِ باطن بنانا ہی کیوں کہ انسان کامل کے کلمات بول چال عام میں نہیں ڈھانی جاتی ہیں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خاالی ہے۔ کیوں کہ صاحبِ باطن ہی کی صفات بوجہ تعلق باطن بیان میں نہیں آسکتے ہیں اس لئے کہ میدانِ الفاظ اظہارِ باطن کے لئے تنگ مانا گیا ہے۔ ورنہ ظاہر کے سب صفات اور خوبیاں تکلم میں آسکتی ہیں۔ اور یہی فقرہ مخاطبِ کامل اور حضرت شیخ کی نہایت پسندی پر بھی دل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ غایت پسندی حضرت شیخ کی خلیفہ بناتی ہے پس سرکار مولانا کی خلافت سرکارِ اعلیٰ میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

جن صفات سے آراستہ حضرت شیخ کو طالب صادق یا مرید راسخ بمرتبہ حق الیقین یقین کر لیتا ہے وہی صفات طالب کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ کیوں کہ شیخ کی ذات پاک مستغنی ہوئی ہے۔ لہذا سرکار مولانا نے بمرتبہ یقین کامل۔ کلمۃ اللہ آیتہ من آیات اللہ انسان کامل سرکارِ اسلامی کو یقین کیا اور تعریف ادا کرنے میں اظہارِ عقیدہ کیا اور اُس کو احتیاطاً اپنے روزنامچہ میں تحریر بھی فرما دیا جس کی نقل صفحہ ۱۳۴ و ۱۳۵ پر درج کتاب ہذا کی گئی انجام کو وہ کل یقیناً سرکار مولانا کی طرف لوٹ آئے۔ صرف اُس معاودت کا اطمینان اور شہادت یعنی خبرِ شہادت باقی تھی وہ میں سال کے بعد سرکارِ اسلامی کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہو گئی۔ صحت رابطہ اور یگانگیت اور یک جہتی اور سمانی الشیخی اسی کا نام ہی۔ البتہ اُسے صفات اور تعریفات میں منجانب سرکار شیخ اظہارِ عقیدہ نہیں کیا گیا کیوں کہ انھوں نے تو خود ہی بنا یا تھا وہ اظہارِ عجز کیسے فرماتے اس لئے باوجود جاننے کے بیان میں نہ آسکنا ظاہر کیا گیا۔ اس فصاحت و بلاغت کے قربان۔ یہ معاملات اس کو بھی ثابت کر رہے ہیں کہ اگر مرید بمرتبہ حق الیقین اپنے پر کو ولی یقین کر لے تو بے شک وہ ولی ہو جاتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرید جس مرتبہ پر پہنچے وہاں ہوتا ہے تو وہ اُسی مرتبہ پر پہلے اپنے شیخ کو فائز یقین کرتا ہے تب اُس مرتبہ کا صاحب ہوتا ہے کہ اس حساب سے تنقیص رسالت کرنے والی قوم بڑے گھائے میں ہی خدا اُن کو ہدایت کرے تیسرے فقرہ یہ ہے کہ مولوی صاحب الیقین یعنی لا یقون میں لائق اس کے مختصر معارف یہ سمجھ میں آتے ہیں ہر طبقہ کی لیاقت کا حیدر اگانہ معیار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ طبقہ مشائخ عظام صرف فیوض باطنی اسلام کی اشاعت کا ذمہ دار ہے۔ لہذا اس گروہ کے حضرات شیخان اپنے متوسلین مریدین میں سے اُسی کو لائق کہیں گے جس کو فیض باطنی پہنچا کر اُس سے اعلیٰ کلمۃ اللہ اور اجراء سلسلہ کی کارروائی کو خود ملاحظہ کر لیں گے یا اُس سے آئندہ ایسی فیض رسانی کی قوی امید کریں گے۔ لہذا یہ فقرہ خود ولایت کرتا ہے کہ سرکارِ اسلامی نے ایسے لوگ اپنے متعلقین میں انتخاب فرمائے تھے یہی حضرات مجاز یا خلیفہ کہلاتے ہیں اس لئے یہ فقرہ

مذکورہ سرکار مولانا کو حضرات منتخبہ میں افضل دکھلا رہا ہے اور دو چار کا انتخاب سرکار ذوی القدر
اسلمیہ کی جانب سے ضروری بھی تھا کیوں کہ نہ آپ عروج میں ایسے مستحکم ہوئے تھے کہ ابتداء
شرعیات آپ سے جھپٹ جاتا اور نہ آپ کی شرعیات اور طریقت کی تکمیل خدا نخواستہ ناقص
تھی اور نہ آپ محض شرعی راہِ نجات والے شیخ تھے پھر آپ سے شیخ سازی کیوں نہ ہوتی۔
در حالیکہ سرکار حافظہ کے کئی خلیفہ و مجاز تھے اور سرکار سلیمانہ کی خود فراموشی کسی ہمت دہی
اوستا اور اس لئے مریدان سرکار مولانا کبھی کسی دعوے راسخ خلافت اسلمیہ کو باطل نہ کہیں گے
مگر یہ ضرور ہے کہ وہ کسی مجاز یا خلیفہ سرکار اسلمی کو سرکار مولانا پر ترجیح نہ دیں گے کیوں کہ اگر اس
فقہ مقدس کو جو انسان کامل و اکمل کی زبان مقدس سے صادر ہوا ہے جس کی شان یہ ہے کہ
گفتہ او گفتم اللہ بود گھر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور پھیلاؤ دیا جاوے تو اُس موجودہ زمانہ میں جب یہ کلام پاک صادر ہوا تھا یہ
یقین کیا جاسکتا تھا کہ تمام ہندوستان میں جس کی سرکار اسلمیہ قطب تھی بعد سرکار اسلمیہ کی شیخی کے
سرکار مولانا کی شیخی تھی۔ اور سرکار مولانا سے افضل کوئی شیخ اُس وقت کم سے کم ہندوستان
میں نہ تھا۔ سرکار مولانا نے اپنے حضرت شیخ یعنی سرکار اسلمیہ کو شیخان عرب و عجم پر بہ یقین کامل
ترجیح دی اور اس کا عمل بھی کیا اور اس کو اپنی روزنامہ میں خود لکھا یا اُن سے لکھوایا گیا بعدہ
وہی تفوق و افضلیت راستی کی وجہ سے سرکار مولانا کی طرف لوٹ پڑی اور اپنے حضرت شیخ کو
بے مثل یقین کر کے خود بے مثل ہو گئی اور سرکار مولانا کی یقین کی ہوئی اپنے شیخ کی افضلیت میں
بوجہ اس کے کہ وہ تکمیل مولانا کے اظہار سے پہلے کی ہے کچھ کلام ہو سکتا تھا مگر سرکار مولانا کی افضلیت
تو قطعی ہو گئی کیوں کہ وہ حضرت انسان کامل و اکمل کی زبان فیض ترجمان سے بعین کمال صادر
ہوتی ہے۔ اور بحینہ ہی الفاظ سرکار مولانا کی قائم مقامی حضرت شیخ کی بھی دلیل ہیں۔

احقر مؤلف کی بے تابانہ رباعی

چارہ بے چار گاہ عبد الصمد جانِ جان و جانِ جان عبد الصمد

از عطاءِ سلمیٰ و ہسم محمد تم علیٰ

افتخار انس و جان عبد الصمد

۵ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ

فقہ چہارم یعنی مولوی صاحب آپ کے رہنے کو جس قدر آپ ہیں غنیمت جانتے ہیں کی تفسیر یہ ہے کہ سرکارِ حنفیہ نے اپنے قائم مقام سرکارِ اسلامیہ افضل و مسجود الخلفاء کو اپنے پاس ہی ہمیشہ رکھا تھا مگر خود سرکارِ اسلامیہ کو اپنے جانشین کو مشیتِ الہی کی موافقت کی وجہ سے علیحدہ رکھنا پڑا اُس کا قلق ان فقرات سے پکٹا ہے اسی بحالیِ سنت حضرت شیخ کی وجہ سے جو مولانا کی صورتی یا سب جانی سے حامل ہوتی تھی سرکارِ مولانا کے زمانہ قیام کو غنیمت کہا گیا ہی اور خیر قربت ذاتی وصال شریف سرکارِ اسلامیہ بھی ان فقرات میں بھری ہوئی ہی ورنہ مولانا بار بار حاضری دے سکتے تھے۔ بلکہ خیر آباد ہی میں آسن جاسکتے تھے۔ مگر اُس جبرِ قتل کو گورا کرنے سے کیا فائدہ تھا اور حالیکہ سرکارِ مولانا کو بھی بعد وصال سلمیٰ تھوڑے ہی دن اس عالم میں ٹھہرنا تھا۔ بچاری سرزمین پھچھو نہ ضلع اٹاوہ وہاں مولانا آسودہ ہیں اُس کا دل کیوں توڑا جاتا۔ اور اگر رہنے سے مقام رہائش مولانا یہ عالم قرار دیا جاوے کیونکہ خیر آباد کا نام داخل کلمات نہیں ہی تو اُس کے غنیمت جاننے میں دو مصلحتیں ہیں اول یہ کہ جب تک مولانا رہیں گے چوں کہ وہ فیضِ یاب کی گئی ہیں اس لئے لوگوں کو فیض پہنچے گا کہ وہ فیوضاتِ بجنیہ حنفیہ اسلامیہ ہوں گے۔ دوسرے اسی غنیمت جاننے کے الفاظ سے سرکارِ مولانا کا جلد سے جلد خود انتقال و وصال فرما جانا بھی نکلتا ہے جس کی بصیغہ رازداری منجانب حق تعالیٰ خبر دیدی گئی آہ غنیمت جاننے والے کی ضمیر بھی پوشیدہ ہی۔ اس کی بساطت بڑی حیرت ناک ہی۔ نہ ہے شان کلماتِ طبیات انسانِ کامل۔ بے شک ان حضرات کی زبانِ مقدس کے ذریعہ سے حق مکمل ہوتا ہے۔

اب رہی نجاتِ سرکارِ مولانا اسمیں رنجِ نجات گریں۔ اور اُس کے ساتھ انشاء اللہ لانے میں بی صفت گریں

۶ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ

آں را کہ بدادند بدادند بدادند
واں را کہ ندادند ندادند ندادند

عطا کے نسبت خسرو یہ وغیرہ

مولوی مصباح الحسن صاحبِ ادبی ہیں کہ خطابات مذکورہ مابقی کے عطیہ کے بعد۔
سلسلہ حاضری صفر المنظر ۱۳۲۰ء دوسرا کرم سرکارِ اسلمی جو اُس کے دوسرے روز سرکارِ مولانا
پر ہوا وہ یہ ہے کہ حضور بھی مسجد میں تھے اور سرکارِ اسلمی بھی رونق افروز مسجد تھے۔ ایک
صاحب نے یہ بیت پڑھی کہ

خدا رکھے سلامت جن کو اُن کو موت کی آئے تڑپتے لوتے ہم کو چہ قاتل میں رہتے ہیں
سرکارِ اسلمی کو ان مصرعوں پر ذوق ہوا اور پڑھنے والے صاحب چلے گئے تو مولانا
کی طرف انعطافِ توجہ ہوا اور ارشاد ہوا کہ مولوی صاحب کیا شعر تھا تو سرکارِ مولانا نے اپنی
تمام معلومات علم موسیقی کو ہم پہنچا کر عین مسجد میں نہایت خوش کنی سے انھیں مصرعوں کو گانا بنو
کر دیا اور سرکارِ اسلمی کی کیف میں ترقی شروع ہوئی۔ دیر تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ اُس کے بعد
سرکارِ مولانا کو مندرجہ ذیل ارشادات سے نوازا گیا سرفراز کیا گیا۔ انعام دیا گیا کہ وہ کلمات
طبیات یہ ہیں:-

کلماتِ طبیات میر کا اسلمی بہ نخطِ سرکارِ مولانا۔ محققانہ تقلید

کتاب میں جو یہ حکایت لکھی ہے وہ بصیغہ منقولات ہے۔ یہ ایک لوحِ دل کے حروفِ دوسری لوحِ دل
پر چھاپ دینے کی بات ہے

مولوی صاحب ایک بار حضرت تونسہ شریف میں حاضر تھے۔ غریب نواز نے ارشاد

فرمایا کہ شاہواری کچھ گاؤں حضرت نے عرض کیا :-
 نہ جازا ہدیٰ کی باتوں پر اگر تو دھن کا پکا ہی بہشت اک باغ ہی دوزخ بھی اک شرعی دھڑکا
 ان مصرعوں پر حضرت غریب نواز کو کیفیت ہوا -

ف - ۱۔ حق مؤلف کے نزدیک اس موقعہ خاص اور ان کلمات طیبات کا واقعی تبصرہ و انطباق
 سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ سرکار مولانا کو منجانب بندگان سرکار ذوی الاقتدار سلطانیہ
 نسبت خاص خسروی میں مندرجہ کر کے کل نسبتوں کی عطا کا اظہار کر دیا گیا - واہ کیا اچھا اور مبارک
 سفر ماہ صفر المظفر ۱۳۲۰ھ تھا کہ تونسہ شریف خیر آباد شریف پھوپھو ند شریف سہسوان
 سب کو ایک میں ملا دیا گیا - بقول مولانا روم رضی اللہ عنہ کہ

شمس الحق تبریزی از بسکہ در آمیزی تبریز خیر اسان شد تا باد چنیں بادا
 سبحان اللہ یہ خود حضرت سرکار مولانا نے سرکار اسلمی کو گانا سنا کر اچھا مختتم نتیجہ حاصل کیا
 ہے واقعی سماع سے بہت کشور ہوتا ہے اور اگر واقعی ایسا نہیں ہے تو کیا
 درویش بلا وجہ خود بھی گایا کرتے ہیں اور عین محفل سماع میں اپنی خود داری بشری کے خلاف
 قوالوں کے ساتھ گاتے لگتے ہیں - جس میں یہ بہت سرسری نفع ہی ان کو جو لوگ ریاکار سمجھتے جاتے
 ہیں ان کے اعمال صالحہ کی صلاحیت درویشوں کی طرف منتقل ہوا کرتی ہے -

بعد السیاح آباد شریف کار ملنا کی غایت اسات سرکار اسلمی کی روح
 پر قوت کو بوقت وصال خوش کنے کے لیے سیرت حیات ریکی کی حکمت

مولوی مصباح احسن صاحب راوی ہیں کہ خیر آباد شریف سے صفر کی حاضری کے بعد
 جب واپسی ہوئی تو تازمانہ وصال شریف یعنی ۹ ماہ تک حضور کا ورد خاص مولیٰ اوقات مکرر
 کے قریب قریب ہمہ وقت جاری رہا کہ نوافل میں حافظ محمد اسماعیل صاحب کو مقصدی بنا کر مسلسل کلام مجید
 سلفیہ پڑھنے کا خطبہ عقیقہ سہرہ سلیمانی ہے -

پڑھا جاتا تھا۔ اور جب رات کا زیادہ وقت گزر جاتا تھا اور حافظ اسماعیل صاحب نیند سے زیادہ پریشان ہونے لگتے تھے تو حضور اندر تشریف لے جا کر نوافل میں قرآن خوانی خلافت معمول فرماتے تھے اور پنجوقتہ نماز کی سنتوں میں بھی اسی طرح طویل قرات ہوتی تھی جس سے محسوس ہوتا تھا کہ خاص دور ختم کلام مجید کے علاوہ غلو جاری ہیں اور اسی طرح فرائض میں غلو مسلسل قرات ہوتی تھی اور یہ دور شبانہ روزہ برابر جاری رہتا تھا حتیٰ کہ کتب بینی وغیرہ بھی ترک کر دی گئی تھی معزز احباب سرکار مولانا اس دور خلافت معمول کی کنہ دریافت کرنے میں متحیر تھے مگر اخفاء شعاری ہارچ تھی کہ بالتفصیل نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے تاہم غا مشغولی مقصود کو بہت معظم بتلا رہی تھی۔ عدم اظہار کا تصرف جاری تھا کہ معاملہ دفتر خفیہ سے علانیہ میں نہ آئے۔ تحریک استفسار میں جواب کو یہی تصرف مانع تھا۔ مگر وصال شریف اسلامیہ اسی دور کی متصل قریب قریب مل کر واقع ہوا۔ سرکار مولانا کی اس میں حاضری ہوئی کچھ کچھ یقین ہوا کہ یہ محض تحفہ سازی تھی اور بعد واپسی خیر آباد شریف اس دور خاص کے بالکل بند ہو جانے کے بالیقین دلا دیا کہ یہ سرکار اسلامیہ میں بوقت آخر پیش کرنے کے لئے تحائف رخصتی تیار کئے جا رہے تھے۔ ف۔ تحائف علانیہ اور تحائف خفیہ میں بڑا فرق ہے اور بالخصوص اخفاء شعاریوں کے لئے تحفہ سازی اور اس کی چپکے سے چھپا کر پیشی بہت ضروری اور قابل قدر ہے۔

ابرار سے نکلنے کیلئے اوقات خاص اور خلوت میں استعانت سماع

جناب مولوی مصباح احسن صاحب راوی ہیں کہ ممدوح سے میاں عبدالغفار صاحب فعال نے بیان کیا کہ سرکار اسلامیہ کے بنامانہ آخر عرصہ دو تین سال تک یہ علوت تشریف رہی کہ عبدالغفار سے بعد نماز تہجد یہ رباعی بخوش کنی بطور سماع بلا مزا میر سماعت فرمایا کرتے تھے۔ رباعی

بار دگر پیر ما حشر قہ بہ نار داد نقد نو د سالہ را بر د بختار داد
کوزہ زئے پر بگرد راہ قلندر گرفت قیمت یک جرعمے جیہ و دستار داد

ف۔ یہ حال سرکارِ اسلامیہ کا حصول مقام قلندری کی خبر دیتا ہے جو سب سے آخری درجہ سلوک کا ہے۔ جس میں جمیع قیود سے آزادی ہوتی ہے۔ اس مرتبہ میں اگر کچھ وجودِ تقیدات بحال رکھا جاوے تو وہ محض کتمان کے لئے ہوگا۔ زیادہ صراحت و تفصیل بوجہ تنگی میدانِ قال ناممکن ہے۔

لطیفہ

سبحان اللہ اس دوِ معظم کے وقت حضرت قبلہ و بہانی کی عمر شریف بھی نوے سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ (میں کہوں گا سنے وہ یا نہ سنے)

ماہِ ربیع الاول ۱۲۰۷ قات میں چھ سال کے بعد فاتِ اسلامی

کے تسطیر واقعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(مناقب)

مولانا محمد ہادی علی خاں صاحب سیتا پوری شہتی قادری نظامی فخری سلیمانی حافظی و اسلامی مدظلہ العالی راوی ہیں کہ آخر سال جب ماہ ذیقعدہ شروع ہوا آپ اُسٹھنے سے بھی مغزو ہو گئے تھے اور باتیں ایسی فرماتے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اب وقت وصال کا قریب آگیا ہے۔ چنانچہ یہ بھی ذیقعدہ ہی کا معاملہ ہے کہ آپ نے اپنی بھتیجی سے فرمایا کہ حضرت صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ اب چلے آؤ انھوں نے عرض کیا کہ چچامیاں ابھی تو ہم آپ کو نہ جھوڑیں گے آپ نے فرمایا دیکھو سامنے آپ بیٹھے ہیں اور بلا رہے ہیں انھوں نے عرض کیا کہ آپ کو بھی درگاہ شریف میں رکھیں۔ فرمایا نہیں بے ادبی ہے۔ یہ چمن جو کنوئیں کے برابر ہے وہاں رکھ دینا

احمد سعید خاں صاحب مرحوم عرس میں حاضر ہوئے اور خانقاہ کے حجرہ میں آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد کیا اب وقت جمع ہونے کا آگیا۔ خاں صاحب مرحوم وہاں سے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ اس وقت میں خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا وقت اجتماع کا قریب آیا اس سے مجھ کو تردد ہوا۔ میں نے خاں صاحب سے کہا کہ اس مہینہ میں آپ ایسی باتیں فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی مہینہ میں آپ کا مصال ہوگا۔ یہاں تک کہ سولہ تاریخ ذیقعدہ کی آئی۔ شب کو پہلی محفل کا انتظام ہوا۔ میاں سید محمد سعید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم حضرت کو لاؤ تو آسکتے ہیں۔ بغیر ان کے محفل خالی رہے گی۔ کچھ لطف نہ ہوگا میں حاضر ہوا۔

آپ عشاء پڑھ چکے تھے میں نے عرض کیا آج سترہویں شب ہی حضرت کے عرس کی محفل ہوگی آپ تشریف لے چلیں۔

فرمایا کہ بہت اچھی شب ہے ہم ضرور چلیں گے۔ اور اٹھنے کا قصد کیا۔ تین چار مرتبہ ہاتھ ٹیک کر زور کیا۔ مگر کھڑے نہ ہو سکے آخر میں اتنا اٹھے کہ قریب پلنگ تھا اس پر بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ سے چلنا نہ جاوے گا۔ وزیر جو آپ کی خدمت کرتا ہے یہ آپ کو اٹھا کر محفل میں پہنچا دے گا فرمایا ہاں یہ ضرور مجھ کو پہنچا دے گا۔ چنانچہ میں نے وزیر سے کہا کہ گود میں اٹھا کر محفل میں پہنچاؤ وہ گود میں اٹھا کر محفل میں لے آیا اور بٹھا دیا میں نے وزیر سے کہا کہ ہمیں کھڑے رہنا شاید آپ کو استغیثہ معلوم ہو تو فوراً اٹھائے چلنا اور میں آپ کے قریب ہی بیٹھ گیا سنا ہونے لگا

تھوڑی دیر آپنے سماع سنا پھر مجھ سے فرمایا کہ استغیٰ کی ضرورت ہے۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور وزیر
 سے کہا کہ گود میں اٹھائے وہ آپ کو پھر آپ کے مقام پر لے گیا راہ میں آپ نے اُس سے کہا
 کہ استنجا کر اگر ہم کو پھر محفل میں پہنچا دینا۔ میں نے جب آپ استغیٰ کی چوکی پر گئے تب وزیر سے
 کہا کہ اب محفل کا ذکر بھی نہ کرنا۔ بعد فراغت پتنگ پر لٹا دینا چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اتنی حرکت
 کرنے سے آپ کو یہ تکلیف ہوئی کہ کھپلی رات کو مجھ کو بلا بھیجا۔ میں حاضر ہوا فرمایا کہ آنت اُتر آئی ہے
 میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ سولہ تاریخ سے ذیقعد کی آپ نے چائے تک بھی نہیں پی۔
 سولہ تاریخ قریب دوپہر کا کھانا سب کو تقسیم کر کے میں ایک پیالی میں تھوڑا سا شوربہ اور
 اُس میں ذرا سی روٹی مل کر آپ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ حضرت سب کو کھانا تقسیم ہو گیا
 میں شوربالا یا ہوں اسے آپ بھی پی لیں فرمایا رات کو پلا دینا اس وقت نہیں میں نے
 عرض کیا حضرت رات کو کچھ کھانے پیئے نہیں اس وقت پی لیں۔ پیالہ میرے ہاتھ سے لے لیا۔
 کچھ پیالہ نہیں بعد اس کے پیالہ مجھ کو عنایت کیا کہ تو پی لے۔ سترھویں تاریخ میں خالی شوربالہ لگیا
 اور عرض کیا آپ پی لیں۔ فرمایا تمہیں پی لو خود کچھ نہیں پیا۔ سترھویں گزر گئی۔ اٹھارویں تاریخ
 عرس کے دن کچھ نہیں کھایا پیا بلکہ آپ لیٹے رہے۔ ایک حالت سے بائیں طرف پتنگ پر
 بٹا لکیر رکھا تھا اُس پر آپ کے دونوں پر تھے اور خود داہنی طرف ایک حالت سے کروٹ
 لیٹے تھے۔ اگر کوئی ہاتھ یا پردہ بانے کا ارادہ کرتا تھا تو آپ فوراً روک دیتے تھے۔ بدن
 چھوئے نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ یہی حال آپ کا ۱۹ تاریخ بھی رہا۔ رات کو آپ نے وزیر سے
 فرمایا کہ عرس ہو گیا۔ سب کام عرس کے ہو گئے۔ اُس نے عرض کیا ہاں سب کام ہو گئے۔ یہ
 سن لیا فوراً آپ کو بخارا گیا بخار میں آپ بالکل بے ہوش ہو جاتے تھے۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔
 یہاں تک کہ میں تاریخ تمام دن کسی حالت میں رہے۔ میں نے مولوی محمد حسنین صاحب
 الہ آبادی کو وہ بھی عرس میں آئے تھے اور وہ مکیم بھی تھے اُن کو بلا کر دکھایا انھوں نے منہ
 بھی دیر تک دیکھی اور میں عرق کا وزباں اور بید مشک ملا ہوا چہرے سے آپ کو پلا رہا تھا انھوں

نے فرمایا کہ آپ انار بھی اس میں شریک کر لیجئے۔ اور ایک پوٹلی میں بیدانہ باندھ کر اُس
 میں ڈال دو اور اس کا استعمال کرو۔ چنانچہ جب وہ باہر نکلے تو فرمایا کہ نبض نہایت
 صحیح ہے۔ مگر ان حضرات کی نبض کا اعتبار نہیں۔ یہ آخر تک صحیح چلے گی مگر حالت نازک ہے
 یہ کہہ کر اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔ اس شب میں آپ میلاد شریف کرتے تھے۔ حسب معمول
 لوگ بھی جمع ہوئے تھے۔ میں نے حضرت مولوی محمد حسین صاحب کو اطلاع دی کہ یہاں
 سے بہت نہیں سکتا آپ آکر میلاد شریف پڑھ دیں انھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جب سے
 میں حضرت کو دیکھ کر آیا ہوں میرا قلب مضطرب ہے میں کیا پڑھوں میں نے پھر اُن سے عرض کر دیا
 یہ محفل آپ ہی کی مقرر کی ہوئی ہے یہ ضرور ہونا چاہئے آپ ضرور تکلیف کریں اور کچھ فرما دیں چنانچہ
 وہ تشریف لائے مسجد میں اور میلاد شریف پڑھ دیا۔ بعد فراغت حجرہ میں آپ کے دیکھنے کو آئے
 اُس وقت بخار اتر گیا تھا انھوں نے نبض دیکھی اور کہا اب تو بخار نہیں ہے اور ارادہ کیا پھنے
 کا اُس وقت آپ نے مجھ سے کلام کیا اور یہ فرمایا کہ میاں مولوی صاحب تشریف لائے تھے
 تم نے پان بھی اُن کو نہ کھلایا۔ مولوی صاحب نے اُس وقت فرمایا کہ یہ آپ کے اخلاق ہیں
 کہ خود اس حالت میں ہیں اور آسنے والوں کا یہ خیال ہے۔ میں نے عرض کیا مولوی صاحب سے
 کہ آپ کو قبض کی بہت شکایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک بوتل بیج دو ایک دو ابنا کر بھیر دو
 جو دافع قبض ہے۔ چنانچہ انھوں نے دوا بھیری۔ وہ آپ کو پلا دی گئی اُس سے اجابت
 ہو گئی اور ہوش و حواس صبح درست رہے۔ رات بھر میں حاضر رہا اور بہت ضروری
 باتیں پوچھتا رہا۔ میاں سید خادم حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس زمانہ میں سخت علیل تھے۔
 عرصہ سے معلوم ایسا ہوتا تھا کہ شاید مرنے میں بھی سبقت کریں۔ مگر مرضی الہی وہ بھی اُس دن
 خالقہ شریف میں چار پانی پر لیٹے رہے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ میرے واسطے بھی تم پوچھ لو
 چنانچہ میں نے شب میں آپ سے عرض کیا کہ حضرت خادم میاں صاحب آپ کے برادر زاد
 ہیں۔ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا وہ آپ کے شرعی وارث بھی ہیں۔ فرمایا ہاں۔

میں نے عرض کیا جو کچھ آپ کا متروکہ ہے وہ پانے کو مستحق ہیں۔ فرمایا ہاں پانے کو مستحق ہیں
 میں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد سجادہ نشینی کے بھی وہی مستحق ہیں فرمایا ہاں میں نے عرض کیا سجادہ نشینی سے سلسلہ
 جاری نہیں ہوتا ہی فرمایا ہاں تو یہ کہہ لیں تاکہ سلسلہ قائم رہے پھر میں نے عرض کیا کہ بہت لوگ سلسلہ میں داخل ہونے کی
 تمنا رکھتے ہیں۔ فرمایا جو داخل سلسلہ ہونا چاہیں اُن سے توبہ کر لی جائے چنانچہ صبح ہو گئی اُس وقت آپ کچھ
 حرکت نہ کر سکتے تھے۔ صبح کو بہت مجمع ہوا۔ خانقاہ شریفی آدمیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اندر
 حجرہ میں بالکل اندھیرا تھا۔ اس وجہ سے تمام دن چراغ جلتا رہا۔ لوگ آتے جاتے رہے یہاں تک
 کہ دوپہر کا وقت قریب آیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ آج کون دن ہے۔ میں نے عرض کیا کہ
 آج جمعہ ہے۔ فرمایا وقت کیا ہے۔ عرض کیا دوپہر قریب ہے۔ فرمایا مجھ کو جمعہ پڑھا دو مگر چونکہ
 آپ حرکت نہ کر سکتے تھے میں نے لوگوں سے کہا کہ اب کوئی یہاں جمعہ کا ذکر نہ کرے اور خود
 اُٹھ کر باہر نکل آیا اور لوگوں سے کہا اب میں جا کر غسل کر کے تیار ہوتا ہوں۔ سب لوگ
 جمعہ کی تیاری رکھیں نہ وال آفتاب ہی پر میں جمعہ پڑھوں گا اور یہی کیا کہ اول ہی وقت نماز جمعہ
 پڑھی۔ بعد نماز میں خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت سے آپ نے کلام کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔
 فقط سانس چل رہی تھی اور اللہ ہو کی آواز سانس لینے سے پیدا ہوتی تھی وہ ایسا وقت آگیا تھا
 کہ جو حاضر ہو جاتا تھا وہ بے اختیار رو دیتا تھا۔ یہاں تک کہ لڑکے بھی جوتے تھے وہ بھی رونے
 لگتے تھے۔ یہ امر خیر آباد میں مشہور ہوا۔ بہت سے لوگ جو آپ کے خلات شہر میں تھے وہ
 یہ سن کر آئے اُن کو بھی اثر اس کا ہوا اور بہت کثرت سے لوگ داخل سلسلہ ہونا چاہتے تھے
 آپ کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ کھتے اُن سے توبہ کرانی جاتی تھی۔ بہت سی عورتیں بھی بیعت کے واسطے حاضر
 ہوئیں آپ کے دست مبارک میں کپڑا دیدیا جاتا تھا۔ وہی کپڑا عورتیں پکڑ لیتی تھیں اور
 توبہ کر لیتی تھیں یہاں تک کہ شام کا وقت آگیا۔ میں آپ کے سرہانے بیٹھا تھا میں نے لوگوں
 سے پوچھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ شام ہو گئی ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں مغرب کی اذان ہو گئی میں گھر آکر
 اٹھا مسجد میں گیا۔ تو مولوی عبدالصمد صاحب رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نماز مغرب پڑھا رہے تھے

تمام محن سجد لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک رکعت ہو چکی تھی میں نماز میں شامل ہو گیا۔ مولوی عبدالقصد صاحب بعد عرس حضرت شیخ الاسلام کی قتل کی رات کو اسٹیشن پر گئے۔ سب لوگ ساتھیوں کو ریل پر سوار کر دیا اور ان سے کہا میرا پر نہیں اٹھا سوار ہونے کو۔ پھر خیر آباد پلٹ آئے تھے۔ یہ کرم تھا آپ کا کہ ان کو دولت شراکت حاصل ہو گئی۔ ان عرض میں مغرب کی فرض و سنت پڑھ کر فوراً حجرہ شریف میں حاضر ہوا اور سر ہانے آپ کے بیٹھ گیا۔ اُس وقت بھی ایک آدمی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر توبہ کی جب اُس نے ہاتھ اٹھایا آپ نے زور سے (اللہ ہو) کہا اور اُس کے ساتھ آپ واصل بحق ہو گئے

اَنَا لِلّٰهِ وَاِنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

جو لوگ بیعت کو حاضر تھے وہ افسوس کرنے لگے کہ اب کیا کریں۔ میں نے کہا جو تھا وہ ہو چکا اور رضائی آپ کو اڑھادی اور باہر نکل آیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ آج حضرت شیخ الاسلام نے اپنی قوت ظاہر کر دی کہ ہم نے اسی کو جگہ دی تھی جو آفتاب تھا مگر عمر بھر حجاب میں چھپا رہا۔ آخر قوت وہ حجاب اٹھ گیا اور ظاہر ہو گیا کہ یہ آفتاب عالم تاب تھا۔ لوگوں کو نظر نہ آتا تھا۔ مگر جو لوگ اہل نظر تھے وہ آپ کی ہیبت تعظیم کرتے تھے۔

الغرض بعد وصال شریف کے گھر سے مستوراتوں نے کہا بھیجا کہ حضرت کو مکان میں بھیج دو حضرت شیخ الاسلام بھی رات کو مکان میں رہے تھے تاکہ یہ آخر خدمت آپ کی ہم لوگ کر لیں۔ میں نے یہ کہا کہ ہم کو اندر پہنچانے میں کچھ غدر نہیں ہی۔ جیسا طریقہ عورتوں کا ہے کہ بے صبری کرتی ہیں روتی ہیں یہ باتیں نہ کی جائیں۔ سب نے اقرار کیا کہ کوئی امر خلاف شرع نہ کیا جاوے گا چنانچہ آپ کا پلنگ شریف اٹھا کر گھر میں پہنچا دیا۔ تمام رات گھر میں رہے۔ صبح کو ارادہ غسل دینے کا ہوا مگر اس خیال سے کہ ریل لکھنؤ سے دوپہر کو آتی ہی اور تار فرنگی محل میں بھی دیدیا گیا ہے۔ فرنگی محل سے بھی لوگ آجاویں اور سروری وغیرہ سے بھی لوگ آجاویں۔ سب شریک ہو جاویں اسی خیال سے دیر کی گئی اور نویسے دن کے ٹھکانیکا قصد ہو گیا (اور وہی انجام بھی پایا)

یعنی ڈیرے میں جہاں حضرت شیخ الاسلام کو غسل دیا گیا تھا وہیں محد کھودی اور اسی تخت پر جو وہیں بچھا رہتا تھا آپ کو لٹا دیا اور رنسا فی مبارک جو ادڑے ہوئے تھے اوپر سے اتار دی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ ہل رہے ہیں جس طرح پڑھنے میں ہلتے تھے اور اتنی حرکت ہونٹوں میں تھی کہ آپ کی ریش مبارک بھی ہل رہی تھی۔ مولوی عبدالقصد صاحب سرہانے آپ کے کھڑے سے۔ میں نے اُن سے اشارہ کیا وہ قریب آپ کے جھک گئے اور منہ اٹھا کر مجھ سے اشارہ کیا کہ ہاں جنبش ہو رہی ہو۔ میاں خادم حسین صاحب اگرچہ علیل تھے آپ میری دائیں طرف بیٹھے تھے آپ نے بھی لب مبارک کی جنبش دیکھی اور مجھ سے فرمانا چاہا میں نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا کہ کچھ کہئے نہیں انہوں نے سکوت کیا۔ حضرت رقی الشدعنہ نے بھی اس کے بعد سکوت کر لیا۔ یہ فعل آپ نے ہم لوگوں کے اطمینان قلب دیدینے کو کیا تھا کہ ہم لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔ واقعی حضرات اولیاء اللہ شہداء سے بڑی مرتبہ میں بڑھے ہوئے ہیں اور اُن سے قوی تر حیات کے ساتھ موجود ہیں۔ الغرض غسل دیا گیا بعد غسل جو پانی آنکھوں میں رہ گیا تھا وہ میں نے ہونٹوں سے چوس لیا پھر تو جو لوگ وہاں موجود تھے سب نے جب مبارک کا پانی چوس لیا اُسی پلنگ پر جس پر حضرت شیخ الاسلام کو اٹھایا تھا وہ پلنگ بھی وہیں رکھا رہتا تھا اُسی پر آپ کو بھی کفن پینا یا منہ کھلا رکھا اور زمانے مکان کی ڈپوڑھی پرئے آئے۔ عورتوں کو خواہش ہوئی کہ آخر زیارت کر لیں۔ ہم سب باہر نکل آئے پردہ ہو گیا۔ عورتوں نے زیارت کر لی اور اندر چلی گئیں۔ دروازہ کھلوا یا گیا۔ حاضرین نے بھی زیارت کر لی بعدہ کفن سے منہ ڈھانک دیا گیا اور مدینہ طیبہ کی پوشش جو حضرت شیخ الاسلام کے مراد پر عرس میں ڈالی جاتی ہو وہ آپ پر ڈال دی گئی اور جنازہ تیار کر کے باہر نکالا۔ شاہ علی حسین صاحب کچھ جچہ شریف کے پرزادہ بھی عرس میں آئے تھے وہ بھی کھڑے ہوئے تھے انہوں نے قوالوں سے فرمایا کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی یہ غزل پڑھو کہ

سر و سیدنا بصرامی روی سخت بے رحمی کہ بے مامی روی

اے تماشگاہِ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشای روی
 دیدہ سعدی و دل ہمراہِ تست تانہ پسندازی کہ تنہای روی
 گھر کے قوالوں نے بلا مزا میراں غزل کو شروع کیا اُس وقت ایسی حالت لوگوں پر
 طاری تھی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ درگاہ کے پھاٹک کے باہر لوگوں کی یہ حالت تھی کہ گرنے
 لگے۔ قوال بھی روتے تھے اور بیہوش ہو رہے تھے۔ گرے پڑتے تھے میں نے روک دیا کہ
 چل نہیں سکتے ہیں۔ لوگ بڑے مخدوم صاحب قبلہ کے مزار تک کیسے جائیں۔ بدقت جنازہ
 مبارک بڑے مخدوم صاحب قبلہ کے مزار تک پہنچا۔ اور وہاں سے کل کمر حضرت چھوٹے
 مخدوم صاحب قبلہ کے آستانہ کی جانب چلے اُس وقت ریل لکھنؤ کے آگے تھی۔ حضرت
 مولانا عبدالوہاب صاحب معہ چند سفیرات فرنگی محل کے آکر شریک ہو گئے۔ اور بہت لوگ
 ریل سے اتر کر شریک ہوئے۔ جنازہ شریف کو حضرت چھوٹے مخدوم صاحب کے آستانہ سے
 مکان پر لائے۔ حضرت خادم میاں صاحب قبلہ مرحوم چلنے سے معذور تھے وہ پھاٹک میں بیٹھے
 رہے۔ پھاٹک کے اندر شریک ہوئے۔ مزار شریف کے صحن میں نماز پڑھی گئی۔ بعد نماز
 قبر شریف تیار تھی۔ وہاں آپ کو نے آئے مولانا عبدالوہاب صاحب خود قبر میں اترے
 آپ کو قبر شریف میں اتارا۔ بعض لوگوں نے خواہش کی کہ آپ کا منہ کھولا جائے ہم بھی زیارت کریں
 مولوی عبدالوہاب صاحب نے فرمایا کہ لعب کفن میں منہ چھپا دینے کے پھر کھولنے کا حکم نہیں ہے
 یوں ہی زیارت کر لو۔ جب مٹی دیدی گئی اُس کے بعد جو لوگ حاضر تھے آپ کی تعریف کرنے لگے
 مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس وقت فرمایا نسبت قلب کی نوا شائع
 ہی جانتا ہے۔ میں نے بہت سے درویشوں کو دیکھا ہے ان کی نشست و برخاست یا کلام
 بوسے درویشی ظاہر ہوتی ہے۔ تمام عمر میں میں نے آپ ہی کو دیکھا کہ کسی طرح اظہارِ درویشی
 نہ ہوتا تھا اور حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب نے فرمایا دنیا اچھے لوگوں سے خالی ہو گئی
 حضرت رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ والیہ وسلم کے فیوضِ برکات سے اس امت

میں اچھے ہوتے رہیں گے مگر ہم کو جن سے تعلق تھا انھوں نے پردہ کر لیا۔ یہ ہم کو البتہ ملا ہے ایسا ہی جو لوگ اچھے تھے وہ آپ کے مرتبہ شناس تھے۔ چنانچہ ایک حافظ صاحب بریلی کے رہنے والے قاری بھی تھے اور تارک بھی تھے وہ بھی حیات میں آپ سے مل گئے تھے انھوں نے تغزیت میں مجھ کو کارڈ لکھا۔ اُس میں یہ جملہ مختصر لکھا کہ افسوس ایسا خدا سے تعالیٰ کے ارادہ کا چھپا نیوالا دنیا سے پردہ کر گیا۔ آپ اکثر یہ جملہ فرمادیتے کہ اس جیسے تو کیوں نہ بسائے اس کا حال آپ کے وصال کے دن ظاہر ہو گیا۔ وصال کے دن خوشبو پیدا ہوئی کہ جو لوگ خیر آباد کے آپ کے خلاف تھے وہ بھی افسوس کرتے تھے کہ یہ حال پہلے ہم پر ظاہر نہ ہوا ورنہ بیعت کر لیتے۔ مزار مبارک پر کثرت سے لوگ زیارت کو حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ بعد وصال کے بہت جلد مزار مبارک کی بھی تعمیر ہو گئی اور اُس میں فقط آپ کے مریدین ہی کارڈ لگے۔ اور کسی کا ایک جہت تک نہیں لگا۔ احمد سعید خاں صاحب رئیس دادوں نے ایک ہزار روپے دیا یہ بھی آپ کے مرید تھے اور مجھ سے فرمایا کہ ہمارے بھائی وغیرہ سب رئیس ہیں ایسے کاموں کے واسطے ہم سے بھی روپیہ لیتے ہیں۔ ہم بھی اس کی تعمیر کے واسطے اُن سے چند لیں گے مگر میں دادوں گیا تو خاں صاحب مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ زندگی میں آپ کسی سے کچھ نہ لیتے تھے۔ آپ کے مزار شریف میں بھی مریدوں ہی کاروپہ لگنا چاہئے۔ اس خیال سے میں نے چندہ نہیں کیا۔

جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب تعلقہ دار تعلق اسلامی شہتی نظامی فخری سلیمانی قلی

اسلمی مظہر العالی راوی ہیں اور فرماتے ہیں:- کہ یکم ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ سے حضور اپنے وصال کے مختلف طریقہ سے اطلاع فرماتے رہے۔ منجملہ اس کے ایک دن حضور گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ بکا ایک بڑے حضرت صاحب قبلہ کے مزار شریف کی طرف اشارہ فرما کر فرماتے تھے:- کہ آپ بلا تے ہیں ہم جائیں گے بستورات جو اُس وقت حضور کی خدمت میں حاضر

تھیں عرض کرنے لگیں کہ آپ یہ کیا فرماتی ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم نہیں دیکھتے ہو ہم دیکھتے ہیں مزار شریف سے بڑے حضرت صاحب قبلہ جہانک کر فرما رہے ہیں کہ اب چلے آؤ۔

حاجی میاں صاحب قبلہ کی دوسری واپس

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۲۷ء کی صبح کو میں بھی حاضر خیر آباد شریف ہوا اور میرے والد صاحب پہلے سے حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور کو دورہ سخت تھا اور انتہا سے زیادہ تکلیف تھی جو تکہ وصال کے متعلق مفصل حالات مولوی ہادی علی خاں صاحب کی زبانی لکھے جا چکے ہیں اس واسطے زیادہ وضاحت کی اب ضرورت نہیں ہی واقعہ جو میری آنکھ کے سامنے گزرا ہے اور ممکن ہے کہ اس کا علم مولوی ہادی علی خاں صاحب کو نہ ہو اس لئے اُس کا لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

یعنی ۱۸ ذیقعدہ کو ظہر کے بعد سلسلہ عالیہ حافطیہ میں داخل ہونے کے واسطے بہت زیادہ تعداد میں لوگ آ رہے تھے اور حضور کی حالت استغراقی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ صرف اوقات نماز پر حضور کو اس قدر ہوش ضرور آجاتا تھا کہ نماز ادا فرما لیتے تھے۔ مولوی ہادی علی خاں صاحب نے میرے والد کے ساتھ آکر میرے سامنے عرض کیا کہ سلسلہ میں داخل ہونے کے واسطے بہت آدمی حاضر ہوئے ہیں۔ خادم میاں صاحب کو اجازت دیدیجائے کہ وہ سلسلہ میں داخل کر لیں اور بڑے حضرت صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیں۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا کہ ہم کہہ دیجئے مگر باہمی اختلاف رونما ہو جائیں گے۔ پھر ٹھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا کہ ہادی علی خاں تمہیں حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ میں ہاتھ کیوں نہیں پکڑوا دیتے۔

اور پھر خاموش ہو گئے۔ ۱۹ تاریخ ماہ ذیقعدہ کی صبح کو حضور کو سخت دورہ شروع ہوا۔ اور میرے والد حضور کی چار پائی کے سر ہانے کا پایہ پکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور میں والد صاحب کے قریب تر کھڑا ہوا تھا اُس وقت حضور نے آنکھ کھول کر فرمایا کون احمد سعید خاں پھر ارشاد ہوا

کہ یہ روح اس قالب میں رہ کر بہت عرصہ تک جو کچھ کرنا چاہئے تھا کرتی رہی اور یہ روح عنقریب اس قالب سے جدا ہونے والی ہے۔ پھر اس روح کو اس قالب سے کچھ تعلق باقی نہیں رہے گا۔ اور یہ روح قیامت تک تم لوگوں کی ہیودی کے واسطے سرگرداں رہے گی

یہ نمائے رخ کہ مطلع صبح صفاست این

آئینہ جمال نمائے خداست این

محررہ اضعف عباد اللہ الاحد۔ احقر العباد دین محمد فراغت یافتہ اہلحد

سابقہ بیچر گاہ شریف بیراج ساکنان پارہ مقیم حال بیراج محلہ ٹری ہاٹ

(داود)

چشم مست یار من کار خدا می کند	در لباس ماہ رویاں مصطفائی می کند
گہ محمد گشتہ بنیادِ ضلالت می کنی	گہ لبکل مرتضیٰ مشکل کشائی می کند
کعبہ مقصود محراب خم ابروے تو	بر در پاک تو عالم جیہ سانی می کند
گاہ رب کعبہ گاہے صورتِ خوبِ خم	ہر دم از شکل و گہر جسلوہ نمائی می کند
گاہ در بازار کنعان رفتہ یعقوب وار	گہ ہلاک دل بری جسلوہ نمائی می کند
گاہ خواجہ سنجر می گاہے سلیمان گشتہ	حافظم گشتہ تہ گئے حاجت وائی می کند

تہ صر حالاتِ وصال و دیگر حضرات کے واقعات کے متعلق قیل و قال و احقر صرف

کی معلومات سابقہ و حال کا حال مع دیگر اقوال

حضرات اولیاء کا پہلے سے اپنے وصال کے وقت سے باخبر کرنا

آستانہ پر تو شروع ماہ ذیقعدہ شریف ۱۳۷۷ھ سے آثار وصال نمایاں ہوئے مگر کچھ چھوٹے ضلع اٹارہ کی جامع مسجد میں نو ماہ قبل سے ہمراہ جانے والے تحفہ کی تحفہ سازی خفیہ عمل میں رہی تھی

معلوم ہوتا ہے کہ سرکار مولانا کو ایک سال قبل سات سجدوں والی رخصتی ماہ ذیقعد ۱۳۱۹ھ سے آثار
معلوم ہو گئے تھے۔ یا معلوم کر دیئے گئے تھے۔

بوالعجب کارِ حافظِ اسلم عقل عاجز و کم شد دست و دم

آداب طالبِ صادق باشیخ حاذق یا خلیفہ با حضرت متخلف کا تشریح نمونہ

اس ادب سرکارِ اسلمی کے قربان کہ آپ نے اپنے آپ کو مزار شریف سرکارِ حافظیہ میں دفن
کرنے کی ممانعت فرمائی تاکہ بعد انتقال بھی قیامت تک آدابِ اسلمیہ و حافظیہ کا منظر قائم رہے۔
آپ تھے متاخرین میں بے شک مگر عادات و اطوار بالکل مسبقین متقدمین کے رکھتے تھے۔

پہنچے حضرت ابو الحسن سرقانی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے آخری وقت میں ایسا ہی نمونہ بنایا ہے۔
کہ اپنی قبر شریف میں گر گری کھولنے کی وصیت فرمائی لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ بسطام کی سڑیا
جہاں آپ کے حضرت شیخ مولانا بایزید بسطامی مدفون ہیں خرقان کی سڑیا میں سے میں گزرتی
میں واقع ہے۔ یہ بسیار ادب حضرت شیخ کی ہدایت ہی جس کی ہر صوفی و متصوف کو حاجت ہی

لے نصوف ہمہ ادب باشد خیر بے ادب حطب باشد

اور صوفی کو اس لئے ادب کی ضرورت ہے کہ وہ جس میں فانی ہوتا ہے بالکل وہی ہو جاتا ہے
جہاں وہ وہی ہونا ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اظہار تفرقہ سے رو نہا ہوتا ہے۔ ترقی کم سے کم بند ہو جاتی
ہے۔ اسی لئے پیشگاہ بندگان حضرت مولانا روم سے یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ

لے براور بے نہایت درگست ہر چہ برے می رسی برے نہایت

مگر ان آداب کو ملاوٹے ادبِ مصنوعی سے کوئی مماثلت نہیں ہے۔ گو وہ محمود ہی کیوں نہ ہو۔

دین محمد عفی عنہ

آنکہ از تازش دل و جاں خون بچو چوں کہ آید در تیار او چوں شود
 محافل عراس پر این عظام کی اظہار غرت اور ان کی شرکت کا اعلان فضیلت و برائے تکمیل شوق
 حاضری بڑا شدت ذلت و آخر مقام عبدیت محضہ کے دکھلانے کی حکمت
 ۱۶ ذیقعدہ ۱۲۳۲ھ کی محفل افتتاحی عرس شریف سماع میں شرکت کے لئے جو سرکارِ اسلامیہ
 بہت بے حد ضعف ثابت ہوا ہے اور آپ میاں وزیر صاحب کی گود میں آئے گئے ہیں وہ کمال
 اظہارِ ضعف نہیں تھا بلکہ وہ تبلیغ تھی جو ضعف کے پیر یہ میں لائی گئی۔ ورنہ ضعف آپ کے
 قوی تصرف کے مقابلہ کی کیا تاب لاسکتا تھا کہ وہ مبارک تبلیغ یہ تھی۔ کہ محافل عراس پر
 سلسلہ بالخصوص حضرت شیخ کی شرکت خواہ مخواہ لازمی ہی۔ اگر ان کی حاضری میں کچھ ذلت اور
 وقت بھی ہو تو وہ گوارا کرنا چاہئے۔

کون متصرف ہو کس پر کس لئے بس وہی حق ہی تصرف کے لئے
 اور عدم تصرف کا اعلیٰ مقام عبدیت کا منظر واقعہ اپنے طالبین صادقین کو خود نمونہ بنا کر دکھانا
 تھا وہ نمایاں کر دیا گیا۔ اور دکھلایا گیا کہ ہمارا انتقال مقام اعلیٰ اور ارفع عبدیت پہنچا ہوا ہے
 ادا ایسی کہ جس پر دل قدا ہے روش ایسی کہ عالم مبتلا ہے
 ابتدائی طالبین کو جو ابھرنے اس حکایت کو پڑھ کر ہوتی ہے اس تفسیر و تبصرہ سے دفع کی گئی ہے
 بزبانہ پیری یعنی بزبانہ آخر سرکارِ سلیمانی نے پالکی پر بیٹھ کر سفر ہمارے شریف ناپسند فرمایا تھا اور
 تو نہ شریف ہی میں عرس ہوئے لگا تھا۔ وہ صاحب ناز کا اظہار ناز تھا اور بیت صحیح اور
 بجا تھا اور وہی سرکارِ سلیمانی جب سرکارِ اسلامی میں رونق افروز ہوئے۔ تو اس کا یہ انداز تھا
 جو اوپر مذکور ہوا۔ یہ نمونہ صاحب ناز سے صدور نیاز کا ہے۔

سرگروہ یا صاحب سجادہ یا مالک خاندان کا مہمانوں کے بعد کھانا کھانا۔

حضرت سب کو کھانا تقسیم ہو گیا میں شور بجالایا ہوں اسے آپ بھی نہ لیں۔ یہ الفاظ خود ہی شاہد ہیں کہ سرکارِ اسلمی بعدِ کل مہمانوں کی تقسیمِ طعام کے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ اور وہ بھی محض اس لئے کہ مطلقاً نہ کھانا منہ فی رہے۔ اور پہلے بھی اور آخر میں یہ بالکل ظاہر کر دیا گیا کہ ہماری یہ شان ہی کہ

گر خوری یک لقمہ از ماکولِ نور خاک ریزی بر سرِ نانِ نور
یا کچھ کھانا نہیں جس سے ہے کام عاشقوں کو کھانا پینا ہے حرام
مہمانوں کے طفیل میں یعنی انھیں کی وجہ سے کھانا کھانے کے یہی معنی ہیں۔

زہد مختاری اولیائے کرام

سرکارِ اسلمی نے میاں وزیر صاحب خدمتی سے استفسار فرما کر جب یہ معلوم کر لیا کہ سب کام عرس شریف کے ہو گئے تب ہی بخار بھی آگیا اور بے ہوشی بھی آگئی۔ حتیٰ کہ آخر کار میلاد شریف بھی ختم کر کے عرس شریف کے ایام سے ایسا مل کر آپ نے وصال فرمایا کہ علحدہ آپ کا عرس نہیں کرنا پڑا اور دونوں عرس بذریعہ توسیع ایام ایک میں مل کر ہونے لگے۔ کیا اس کی نظیر مل سکتی ہے۔ فنا اور بقا کا کیا بہترین نمونہ ہی۔

محمد علی سے ملے حافظِ اسلم قوی میں دلائلِ مسلسل وہیم

تبض کی رفتار کے اعتبار سے حضرت امین کا حال حکماؤ کو نہ معلوم ہونا

تبض کی رفتار کی بنیاد حرکتِ دل ہی اور حرکتِ دل یا ذکرِ حضرت دل ذکرِ حق ہے اور ذکرِ حق ضعف و قوت سے مافوق ہے تو در حالیکہ سرکارِ اسلمی کے نبض مبارک انتقال کے

دوسرے روز ڈاکر ملے تو آپ کا حال آپ کی نبض سے کیسے معلوم ہو سکتا تھا۔ مولانا صاحب
الآبادی نے سچ فرمایا تھا۔

کاملوں کی زندگی اور موت بھی کچھ اور ہے۔ اُن کا اس عالم میں ہونا اور ہی کچھ طور ہے۔

نظم سجادہ نشینی در گاہ حاقطیہ سابقہ معہ تغیر و تبدل مابعد

اور صاحبزادگان کی مختصر کیفیت و احوال

اولاً بہ تعمیل ارشاد سرکارِ اسلمی جناب حضرت سید خادم حسین میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
بطور مجموعی صاحب سجادہ ہوئے مگر مرحوم نے بہت تھوڑے دنوں خدمت سجادگی کو انجام فرما کر
وصال فرمایا اور زیر سایہ اسلمی اندر حصار درگاہ شریف دفن ہوئے۔

تاریخ وصال شریف حضرت مرحوم مغفور ۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ ہے۔
گویا دس ماہ آپ نے خدمت سجادگی کو انجام فرمایا۔ اُس کے بعد جاذبہ اسلمیہ نے
آپ کو جذب کر لیا۔

تاریخ وصال (انحصر لی) ۱۳۲۱ھ سے برآمد ہوتی ہے۔

مرحوم کے وصال کے بعد بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کے آستانہ
شریف کے حضرت میاں حافظ سید محمد امتیاز حسین صاحب قبلہ مدظلہ اور آستانہ سرکارِ اسلمیہ
کے میاں حافظ سید محمد حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی صاحب سجادہ قرار پائے کہ مہدوی
کی دستار بندی متوسط سرکار مولانا ہوتی۔ چنانچہ تا ایں دم ہر دو حضرات سلامت موجود رہے
اور جناب سید ہادی حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام حیدر آباد وکن وصال
فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

اور جناب حافظ سید تھل حسین صاحب قبلہ خلیف اکبر حضرت سید خادم حسین صاحب قبلہ
رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تاریخ ۲ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ بمقام حیدر آباد وکن وصال فرمایا

اور میں دفن ہوئے۔ مادہ تاریخ **عقصر** **هو الله** ہے

۱۳۴۲ھ میں حضرت سید محمد سعید عرف ^{۱۳۴۲ھ} متوں میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ وصال ہوا جو قبرستان خاص موجودہ متصل کوٹھی موقوفہ خیر آباد شریف میں دفن ہوئے۔ تاریخ وصال ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ہے۔ فقرہ **حی مغفور** سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔ اور اسی سال ۱۳۴۲ھ ہی میں حضرت میاں اشفاق حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وصال شریف ہوا جو حصار درگاہ شریف ہی کے اندر دفن ہوئے۔

تاریخ وصال ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ ہے۔ ان جملوں سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے کہ **د بالہ سید در اہل شباب فردوسی** **بکسید**۔
جناب سید عبد المجید عرف ^{۱۳۴۲ھ} او میاں صاحب قبلہ مدظلہ موجود ہیں۔
اور حضرت بشیر میاں صاحب قبلہ مدظلہ موجود و مشغول بکار درگاہ ہیں۔

قصیدہ مدح حضرات صاحبزادگان پیرادگانِ قطیہ

حافظی پر زادگان ہیں عجیب	مرضِ دل کے لڑ ہیں سارے طبیب
اسلمی حافظی یہ شہزادے	جو کمر میں مان لیویں ربِ مجیب
چومے پیر تو خدا ل جائے	ہیں یہ سادات بس شریف و نجیب
ان کی توقیر اسلمی عظمت	فوق تعظیم نابی و منیب
دین ان کے دلوں میں گھر کرے	تب تجھے ہم کہیں گے نیک نصیب

اہلیان خیر آباد کی نادانی کی مخالفت

آخر میں شہر کے لوگ جو اپنی نادانی سے سرکار اسلمی کے خلاف تھے وہ بھی معاملات وصال شریف کا معائنہ کر کے ذمگ ہو کر موافق ہو گئے اور بہت اُن میں کے آخر وقت میں

داخل سلسلہ حافظیہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ محض ایک جہتی مخالفت تھی وہی خود ہی مخالف تھے
خود ہی موافق ہوتے سرکارِ اسلمی کے دل میں مخالفوں کا انقباض رکھنے کی کہاں جگہ تھی۔
جب خدا ہی کے لئے ہے دل کا گھر پھر مخالف غیب کا رکھیں کدھر

سرکارِ مولانا پر سرکارِ اسلمی کا آخری کرم اور اس کی تفصیل

سرکارِ مولانا قبل سے حاضر عرسِ آخری منعقدہ ماہ ذیقعدہ شریف ۱۲۲۲ھ تھے فقط
محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی شاگرد و مرید ہمراہ تھے اور احقر مولف بھی ۱۶ یا ۱۷ ذیقعدہ
کو حاضر ہو گیا تھا درمیان میں سید اسرار حسین صاحب سسوانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آکر بعد زیارت
سرکارِ اسلمی و ختم عرس چلے گئے تھے کہ یہ سید صاحب سرکارِ مولانا کے چچا زاد بھائی اور
مرید تھے۔ اصل قصہ سرکارِ مولانا پر کرم سرکارِ اسلمی کا یوں ہی جس کے نکلنے کی صرف اس لئے
ضرورت ہوئی کہ اب تک جس قدر مناقب و واقعات وصال شریف بیان ہوئے ہیں اُن میں یہ
اشارہ نہیں ہے کہ فیوضاتِ آخری عینِ وقت وصال والے کدھر گئے اور کون کون صاحب
اُس سے نہال کئے گئے اور نوازے گئے اور ان فیوضات کا انعام طویل القدر سرکارِ اسلمی
کی بابتہ تجویز نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ قصہ اس طرح ہے کہ سرکارِ مولانا حاضر عرس رہے اور
وفقاً وقتاً سرکارِ اسلمیہ کی مزاج پر سی کے لئے حاضری بھی دیتے رہے۔ جب عرس ختم ہو گیا تو
بتوسط سرکارِ مولانا زیارتِ اسلمی سے احقر مولف اور سید اسرار حسین صاحب سسوانی کی
۲۰ ذیقعدہ کو سرفرازی ہوئی بعد اُسی دن کو بعد عصر درگاہ شریف خیر آباد شریف سے
بغرض واپسی پھپھوند شریف و بہرائچ احقر مولف اور سرکارِ مولانا کی روانگی ہوئی کہ احقر
مولف کی بہرائچ کو واپسی کی وجہ رخصت کا ختم ہونا تھا اور سرکارِ مولانا کی ایسے وقت
نازک کی واپسی جن وجوہ سے خیال ہو سکتی ہے وہ یہ ہیں۔ اول یہ کہ جو تحفہ نو ماہ میں
سرکارِ مولانا نے اپنی قیام گاہ پھپھوند میں تیار کیا تھا وہ سرکارِ اسلمیہ میں سفر آخر کے لئے پیش

کر چکے تھے دوسرے یہ کہ سرکار مولانا بدفعات اپنے حصہ کا کافی فیض سرکار اسلامیہ سے پا چکے تھے اور یہ ریت بھی پڑانی ہی کہ فیض یافتگان کے عین بوقت وصال حاضر رہنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہی بشرطیکہ فیض آخری دیا جانا نہ تجویز کیا جاوے۔ تیسرے یہ کہ ممکن ہے کہ سرکار مولانا نے اس فیض آخری کو اپنے دل میں دیکھ مستحقین دربار اسلامیہ کے حق میں ایسا کیا ہو۔ یہ حال عرس ہو چکا تھا واپسی کی نیت سے احقر مولف اور سرکار مولانا اسٹیشن خیر آباد پر معہ اسباب کے پہنچ گئے اور اسٹیشن پر پشت ہو گئی۔ دفعتاً احقر مولف کے سامنے سرکار مولانا متغیر ہوئے۔ آبدیدہ ہوئے۔ اور گھبرا کر اٹھ کر کھڑے ہوئے اور بے اختیارانہ بلا لکھا افتاد استعار کے جس کے کہ سرکار مولانا عادی تھے احقر مولف سے فرمایا کہ تم جاؤ تمہاری رخصت ختم ہوتی ہی۔ سوار ہونے کو میرا پر نہیں اٹھتا۔ مجھ کو حضرت یاد فرماتے ہیں۔ میں درگاہ شریف واپس جاؤں گا۔“ چنانچہ نہایت تیزی کے ساتھ آپ واپس درگاہ ہوئے۔ اس واپسی کی تعجیل میں آپ نے اسباب کی بھی پروا نہیں کی جو بعدہ قلی وغیرہ کر کے درگاہ بھیجا گیا آمد میں واپس ہوا گئے انگریزوں نے اپنی انٹری ہونے کی وجہ سے بہت متفکر تھا کہ سرکار اسلامی کا یاد فرمانے کا حال اسٹیشن پر سرکار مولانا کو کیسے معلوم ہو گیا۔ نہ کوئی خط آیا نہ پیام نہ کسی پیامبر کا آنا معلوم ہوا۔ الہی یہ کیا معاملہ ہے اور مجھ کو سرکار مولانا کی واپسی درگاہ اولہ معاملات پیش آمدہ کی بابت دل ہی دل میں بڑی ٹوہ رہی۔ آخر کار وصال شریف اسلامی ہوا اُس کی خبر مجھلی مجھے ہر رات میں دی گئی اور بعدہ تحقیق ہوا کہ جس وقت سرکار مولانا نے اسٹیشن پر مجھ احقر سے فرمایا تھا کہ ”مجھ کو حضرت یاد فرماتے ہیں“ اُس سے چند سات قبل سرکار اسلامیہ کی زبان مقدس سے کلمات مقدس مندرجہ ذیل نکلے تھے:

”مولوی صاحب پھپھونہ کے پیر زادے ہیں اس لئے اُن کے چہرے کے سامنے دم نکلتا باعث برکت ہی۔ لہذا اُن کو بلاؤ۔“

مجھے یہ نہیں معلوم کہ ان کلمات کو کن کن حضرات نے سنا۔ مگر میرا راوی معتبر ہے اب یہ کہ

پھر مولانا نے کیسے ان کلمات کو اسٹیشن پر لیا تو اس کا صرف یہ جواب ہے کہ تعلقات درمیانی سرکارِ اسلامیہ اور سرکارِ مولانا ٹیلیفون اور ٹیلیگراف سے کم روز نہیں تھے۔ اُس کے بعد زبانی حافظہ معقود علی شاہ صاحب خیر آبادی مقیم نان پارہ سے معلوم ہوا کہ سرکارِ مولانا آخر تاریخ وصال کو درود فیوضات آخری سے اس طرح سرفراز کئے گئے کہ رعنہ اُن کے تمام جسم میں آگیا اگر تپہ دروازہ حجرہ شریف وہ تمام نہ لیوس تو گر پڑیں۔ اور فیضیاب ہو کہ جب سرکارِ مولانا حجرے سے باہر نکلے تو مدہوش تھے پیر کس رکھتے تھے پڑتا کہیں تھا۔

خداے جہاں را ہزاراں سپاس کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس
اب یہ کہ کلمات سرکارِ اسلامیہ کی کیا تفسیر ہوئی جو اوپر مذکور ہوئی تو یہ تو ظاہری ہے کہ اگر سرکارِ مولانا مودودی پر زاد سے تھے تو خود سرکارِ اسلامیہ پشتینی پر زاد سے حضرت غوث الثقلین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی اولاد میں نہیں تھے۔ اب رہا سرکارِ مولانا کے چہرے کے سامنے پردارِ روح کا بابرکت ہونا یہ نفل بازگوں ہی۔ بات یہ ہے کہ سرکارِ مولانا بموجب الہام سرفراز کئے جانے والے تھے لہذا سرکارِ اسلامیہ نے جو عارف تامل معرفت تھے ان کلمات طیبات میں خفا کے لئے کمال صفت استعار کو استعمال فرمایا ہی کہ اس اظہار سے میری یہ غرض بالکل نہیں ہے کہ میں فیضیابی آخری کا بالکل انحصار سرکارِ مولانا ہی پر کردوں بلکہ ہر اہل نے اپنی اہلیت کے موافق فیض آخری کا حصہ پایا ہوگا کیوں کہ سرکارِ اسلامیہ کے پاک ہاتھوں میں تمام خزانہ فیوضات کی کنجیاں تھیں کمی کیا تھی۔ مگر چونکہ اس کا کچھ ذکر نہیں آیا تھا اس لئے میں نے اس ذکر کو تحریر کر دیا تاکہ نہ معلوم ہو کہ دربارِ حافظہ میں فیوضات کی کبھی کمی رہی ہی۔

اسلمی ادبے غلاموں کے لئے

بس سلیمانی خزانہ وقف ہے

دین محمد عفی عنہ

لفظ ہو کے ساتھ اسمی پر واز روح پر فتوح ہوا اور زبان سے

پورا کلمہ (اللہ ہو) برآمد ہوا

یہ کلمہ گوئی آپ کی زیادہ تر سامعین کی الطینت سلبی اور تعلیم کے لئے تھی، ورنہ سرکار
اسلمیہ کی پاک منزل مافوق الذکر حضرت مذکورہ کے ساتھ تھی۔ اور ممکن ہے کہ حضرت ذات
خود ہی آپ کا اسم اصلی آپ کی زبان مقدس سے پکڑوا دیا ہو۔

مطلقاً آن آواز خود از شبہ بود گرچہ از خلقوم عبد اللہ بود
کیوں کہ آپ نے اپنی اس عالم کی زندگی میں مقام مافوق ذکر و یاد بود حاصل فرمایا
تھا جس کی مصداق یہ بیت ہیں

غبارِ خاطر عشاق مدعا طلبی ست بخلوتیکہ منم یاد دوست بے ادبی ست

بوقت غسل تشریف فرما ہوئے اس کے بعد چند فقرہ دیکھائی کی دسی مبارک میں تھی

یہ منظر آپ نے اس لئے دکھلایا کہ یہ یقین کامل ہو جاوے کہ حضرات اولیاء بھی مثل
حضرات انبیاء علیہم السلام کے اپنی اپنی قبروں میں زندہ اور مشغول ذکر رہتے ہیں۔ اور بعد
وصال ان حضرات کو ایسی قوت عطا ہو جاتی ہے کہ اگر چاہیں تو مردوں کو بھی زندہ کر دکھاؤ
ہیں کہ اسرافیل وقت اندا ولیا مردہ یا زلیشاں حیات ست و نما

ہرگز نمیرد آں کہ دشن زندہ شد عشق

ثبت است بر سبیدہ عالم دوام

سماع بلا مزا میر ہمراہ جنازہ مبارک

یہ قدیم سنت پیرانِ عظام ہی بعض اوقات مزا میر بھی شامل رہے ہیں اور اگر نفس مزا میر میں کلام ہو تو وہ ہر جگہ مرعی رہے گا بر حال اس سماع کا جو حال تھا وہ لکھا گیا ہے مقصود بحث مزا میر نہیں ہے۔

چشتیہ جب اپنے مرنے میں بھی سنتے ہیں سماع حد لگانے میں انھیں مغذور رکھنا چاہئے

جو لوگ اچھے تھے وہ آپ کے مرتبہ شناس تھے

۱۔ چنانچہ بہیقی زمانہ سرکار مولانا آپ کے مرید و محبوب و مجاز خلیفہ تھے اور مدوح نے مشاہدہ کے ساتھ اُن کو شیخانِ عرب و عجم پر ترجیح دی۔

۲۔ اور مولانا ہادی علی خاں صاحب سیتا پوری آپ کے مرید خلیفہ مجاز تھے۔

۳۔ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اخفاء نفس فقیری کا اعتراف کیا۔

۴۔ مولانا عبد الوہاب صاحب فرنگی محلی لکھنوی نے آپ کے جنازہ کی مناسبت پڑھائی قبر میں اتارا اور آپ کے انتقال سے اچھے لوگوں سے دُنیا خالی ہو جانے کا صریح الفاظ میں اعتراف کیا۔

۵۔ حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی نے سماع میں جو فرمایش کی اُس میں آپ کی بڑائی تھی۔ اور حضرت کے انتقال کے ساتھ خود طالبِ موت ہوئے۔

۶۔ جناب مفتی محمد علی شاہ صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے عاشقِ زار تھے۔

۷۔ حضرت نوشاہ میاں صاحب جیسٹہ شریف رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو افضل جانا اور ہمیشہ معترفِ بزرگی رہے۔

۸۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی کرامت سروری والی کو تسلیم کیا اور اپنے مرید کو ہاندری خیر آباد شریف کی ہدایت فرمائی۔

۹۔ حضرت حاجی وارث علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوہ شریف نے اپنے مریدوں کو آپ کے خلیفہ سرکار مولانا کی صحبت اور اتباع اور ملنے کا حکم دیا۔

حضرت مناں خاں صاحب محبوب عافطی نے آپ سے مرتبہ مجازیت حاصل کیا۔ مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ عاشق عافطی نے آپ کو اپنا پیر یقین کیا وغیرہ وغیرہ اور احقر مولف کے مشاہدے میں اب بھی بعض بڑے بڑے رئیسان و نوابان آپ کی خانقاہ میں درویشانہ حال و قال میں مبتلا اور اذواق درویشی سے راستہ موہر ہو رہے ہیں۔ حالانکہ مشمولان اہل دنیا کو درویش بنانا بڑا مشکل کام ہے۔

پھر آپ کے وحید العصر اور قطب ہندوستان ہونے میں کیا شک رہا۔ بے شک آپ کے وقت میں آپ کا کوئی مثل نہیں تھا۔ البتہ آپ کا فقر بہت سخت اور روش طریقت آپ کی جو تقدیر اور سبوتین کے انداز پر تھی ضرور زمانہ کے سہل پسند درویشی کے مقابلہ میں ناقابل برداشت معلوم ہوتے تھے اور خلیفہ سازی کی ہنگامہ آرائی نہیں تھی اس لئے عام مخلوق نے آپ کے عرفان میں غلطی کی اور بعض خواص بھی چوکے اور قبائے حق تعالیٰ میں آپ پوشیدہ رہے جس کی اصلی وجہ آپ کی ناپسندی ہنگامہ آرائی مخلوق تھی۔

نعلین پاک کے ہمراہی حضرات صاحبان مکاشفہ نے کتمان سے کام لیا ورنہ یہ بھی تحریر ہو جاتا کہ جنازہ کی معیت میں کن کن بزرگان معظّم کی پاک روہیں ہمراہ تھیں۔ فقط
اے مثل تو در حسن بشیر خوش بشیرے نیت
نہی کہ تو داری صنما و در دگرے نیت

دین محمدی عنہ

اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ - اس جبرے تو کس سے پاس

یعنی جب خوب جلے گا تو ضرور خوشبو پھیلے گی

اس سے اس پر اند کی طرف بھی اشارہ ہی جو عشق الہی میں بھن جانے کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلاب پاک سے بھنے ہوئے گوشت کی طرح آتی تھی مگر لوگوں کا سامنے اس کو بہت خوشگوار اور خوشبودار نہ لگتا تھا۔

نیز اُس خوشبو کی طرف بھی اشارہ جو حضرت محبوب الہی رضی اللہ عنہ کے دربار میں آیا کرتی تھی جس سے بادشاہ نادہ اور وزیر راجہ متحیر ہو جاتے تھے اور بعض وقت وہ یہ بھی سراغ لگایا کرتے تھے کہ یہ کس عطر کی خوشبو ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو بھی اس خوشبو سے عشقیہ سے سرفراز کیا تھا مگر حضرات مجلس اس کا اندازہ کثرت مزاولت سے نہیں کر سکتی تھی جس کا اندازہ بعد وصال شریف غالباً ہوا ہوگا۔ اتفاق سے بیاپ کا وصال شریف ہوا تب واپسی کے لئے وہ خوشبو صلی اور اُس نے ہوا میں مل کر صعود کیا تو شہر والوں کو اُس کا احساس ہوا اور وہ بچوں کے روح افزا تھی اس لئے لوگ سرکارِ اعلیٰ کی طرف مائل ہو گئے۔ مگر اب کیا علاج تھا۔

مئے کہ بعد از جنگ یاد آید بیکلہ خودی باید زد۔ یعنی جو گھونہ یاد اوں جنگ کے بعد یاد آوے کہ یہ کیوں نہیں کیا تو اُس گھونہ کو اپنے ہی کد پر مارنا چاہئے یا اُس داؤں کو اپنے ہی اد پر کرنا چاہئے۔

اسی مناسبت سے یہ مصرعہ آپ کے مزار شریف پر قوال گا۔ تے ہیں اور دانشمند چہ میں آجاتے ہیں اور نادان سنسی اڑاتے ہیں۔ کہ وہ مصرعے یہ ہیں۔

اگرچہ اس گلشن جہاں میں ہزار گل ہیں بزرگے مگر خوشبو سے روح پرورد ہلکا نہیں دیکھا یہ خوشبو بلسان حال یہ و غط فرماتی ہوئی خیر آباد سے گئی ہوگی کہ

جیت تو حید خدا آموختن ؛
خوشن را پیش واحد سوختن ؛

تیسری مزار سرکاری میں سوائے مریدین کے کسی کا کچھ نہ لگنا

جناب احمد سعید خان صاحب رئیس دادوں رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اچھا اجتہاد تیار
مزار شریف میں غیروں سے چندہ نہ لینے کا کیا حالاں کہ جناب مولانا ہادی علی خاں صاحب
قبیلہ نجیال عجلت تعمیر مزار چندہ لانے کے لئے پہنچ گئی تھی کہ یہ اجتہاد خود ہی شاہد ہی کہ
خان صاحب مدوح کو غیوریت سرکار اسلامیہ سے فیض حاصل تھا۔

خاکسارانِ تہاں را ببقارتِ منسگر توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
حضرت شیخ کے کسی طالب کو خالی نہ سمجھنا چاہئے۔ کیوں کہ اگر خالی سمجھنے کی عادت
ہو جاوے گی تو کیا عجب ہی کہ خالی سمجھنے والا خالی رہ جائے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکے
فیضیاب لقصور کرنا چاہئے۔ تاکہ اُس نیک گمانی سے گمان کنندہ بھی فیضیاب ہو جائے
گر کسی کو خدا نے کچھ نہ دیا ہم کو امید کیا ہے ملنے کی

بڑے حضرت کا قبر سے جھانک کر چھوٹے حضرت کو بلانا

عورتوں میں چونکہ بالکل باوَد نہکتہ چینی نہیں ہوتا ہی اس لئے سرکارِ اسلامیہ نے حضرات
اندرون خانہ سے سچا سچا حال کہہ ڈالا۔ اگر عورات میں سے کوئی صاحبہ دیکھنے کی طالب
ہوتی تو کیا عجب تھا کہ دکھلا بھی دیا جاتا مگر ہر شاید محمد حسن میاں صاحب کی طرح جذب
گوارا کرنا پڑتا۔ جس پاک ذات کا بعد انتقال و وصال خیر آباد میں دفن ہو کر لکھنؤ میں تھوڑی
خاں صاحب کی کوٹھی پر جانا ممکن ہے اُس کا اپنے مزار شریف سے اشارہ کرنا کیا محال
ہے۔ میں حضرت حاجی میاں صاحب قبلہ کا ممنون ہوا کہ مدوح نے حضرات اندرون خانہ

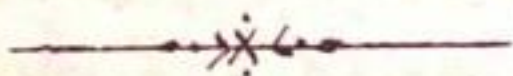
کی روایت میں سے کوئی اصلاح طبعی نہیں کی جس سے معاملہ میں غلط فہمی واقع ہو جاتی ہو
اور اعلیٰ مراتب حضرات اولیا پر پردہ پڑ جاتا۔

اصرار مجازیت

بعض مشائخ کرام اور اولیائے عظام اپنی تلافیت اور مجازیت کو بالکل مستحکم پر
چھوڑ دیتے ہیں۔ وہی شان سرکارِ اسلامیہ کی بھی ہے اس تفویض میں بڑی دور اندیشی ہے
کہ وہی خلیفہ و مجاز۔ خلیفہ و مجاز حق تعالیٰ ہو جاتا ہے اور مزید کوشش حضرت شیخ کو نہیں کرنی
پڑتی ہے۔ اس معاملہ میں حضرت محبوب الہی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک بہت غور کے قابل ہی کہ:

من امیر رامی خواہم وحسب النصیر

لہذا سرکارِ اسلامی سے اس معاملہ میں عدم اصرار اصرار سے بہتر تھا۔ العاقل تکفیرا اشارہ



حضرت ہیں اگرچہ چاند صحابہ میں تھے کس مرتبہ ممتاز ہیں شہداء کے محمد

کلمات طیبات سے کارِ اہلیہ نجات جناب احمد سعید رضا رحمۃ اللہ علیہ

یہ روح اس قالب میں رہ کر بہت عرصہ تک جو کچھ کرنا چاہتے تھے کرتی رہی اور یہ روح غریب اس قالب سے جدا ہونے والی ہے پھر اس روح کو اس قالب سے کچھ تعلق باقی نہیں رہے گا اور یہ روح قیامت تک تم لوگوں کی بہبودی کے واسطے سرگرداں رہے گی۔

من شدم عریاں زن اواز خیال می خرامم تا نہایات الوصال
 ف۔ یہ احمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وصال شریف کی خبر بھبت اثر ہو نچائی گئی تھی اور اُن کو کافی اطمینان دلایا گیا ہے کہ اُن کی دین و دنیا کی فلاح کی حضرت قیامت تک کو شاں رہیں گے۔ لوگوں کے ضمیر و اشارہ میں اولاً مدوح کے خاندان پر اُستاد ہوں گے اس کے بعد مریدان و غلامان دیگر۔ یہ کلمات طیبات گویا ایک نوع کا جالِ قیالہ ہے جو بحق خاں صاحب مدوح اور ان کے خاندان والوں کے لکھا گیا ہے۔ اور ناسوت اللطف ہو جانے کی منزل کی یافت کی طرف بھی اس میں اشارہ مندرج ہے جس سے تعلق نہ رہنا جسم کا جسمانیت سے کل جانا ہے یعنی نقلِ جسمی جاتا رہنا اور اُس کا لطیف ہو جانا۔ ایسے ہی کلمات آخر وقت میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے اجباب سے ارشاد فرمائے تھے اور بڑے حضرت حافظ صاحب قبلہ کا بھی بوقتِ آخر یہی ارشاد ہوا تھا۔ مَسْكَاَنَ اللّٰہِ کیسی اعلیٰ درجہ کی آپ کی فنا و بقا ہے۔ اور جب آپ نے قیامت تک کے لئے اپنے آپ کو اپنے غلاموں اور اُن کے متعلقین کا مبتلا فرما دیا ہے تو غلاموں کا آپ کو بھولنا بڑے ستم کی بات ہے۔ جسم کی بے واسطگی سے تعظیمِ قبر شریف میں ڈھیل نہ ہونا چاہئے۔ کیوں کہ جب جسم مثل روح کے لطیف ہو جاتا ہے تو اُس کی موجودگی ہر جگہ آسان ہو جاتی ہے۔

پس بزرگان این گفتند از گزاف
جسم پاکان عین جان افتاد صامت

غزل روح سرکارِ سلمیٰ

پشتِ پناہِ عالم حافظ محمد اسلم اسمے تو اسمِ انظم حافظ محمد اسلم
سرکارِ لاسوئے ہنگامہ خدائی با ذاتِ تو ستم حافظ محمد اسلم
در دل رسد و مادم از تو بیا ہم من بن نیم ہا تم اسم محمد اسلم
بر شیخی تو نازاں عبد القدر نہ تھا شیخ الشیوخ عالم حافظ محمد اسلم
دین محمدیم از خود لغت با جویم
بہ تعین تو زیبا اسمے محمد اسلم

تاریخ وصال شریف کے افکار

نقل اس تاریخ کی جو دروازہ شریف پر کندہ ہے

حافظ محمد اسلم پیرِ رہِ طریقت در واصلانِ معظم در کا ملاں مکرم
ذیقعدہ بودہ جمعہ است و یکم پس از شام کابن آفتاب گشتہ پہناں ز حشمِ سالم
از رشتش چہا نے دل خستہ و دل افکار وز ہجر اوست دلہا پر خون دیدہ پر نم

تاریخ انتقالش مہد است از وصالش
و اصل بحق شد آخر حافظ محمد اسلم

ف۔ یعنی جب حق تعالیٰ حضرت کے ہسم گرامی کے ساتھ ملایا جاوے تو تاریخ وصال
برآمد ہوتی ہے (حق حافظ محمد اسلم) بہر حال یہ معظم تاریخ بتلا رہی ہے کہ سرکارِ سلمیٰ

حق سے واصل ہو گئے۔ کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ اور یہ کہ آپ کی معظم شیخی غایت
راست بازی اور سچائی سے آراستہ تھی اور آپ منزاوار منصب شیخی تھے۔

افکارِ جدیدہ

الشیخ مولانا سید عبدالصمد او حافظ محمد اسلم صاحب کہ بسے غیور بود

۱۳۲۰ھ

۱۳۲۰ھ

۱۳۲۰ھ

بجانب شیخ

کلی خلوت کرو واہ شاہ شاہوری پیوست و آں شاہ باز لاہوتی سلیمان شد

۱۳۲۰ھ

۱۳۲۰ھ

یا
خلوت کلی کرو طالب او غالب گردید

۱۳۲۰ھ

۱۳۲۰ھ

دین محمدی عنہ

برسوں سے سرکارِ اسلمی کو اپنے انتقال و وصال تامہ کی آرزو تھی اور حقیقت
بھی بمشرب عشقہ اسی تاک جھانک میں تھی۔ آخر کار وہی ہوا جو چاہا جاتا تھا کہ اُس نے
سرسبتہ کو غلامانِ اسلمیہ پر کار مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے افشار فرما دیا جس کا
بین ثبوت یہ ہے کہ مولانا صاحب مدوح کے بیت مندرجہ مثنوی شریف کے مصرعہ
آخر سے آپ کا سال وصال آمد ہوتا ہے۔ جو ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے کہ

حرفِ صوت و گفت را برہم زخم
تا کو بے این ہر سہ با تو دم زخم

۱۳۲۰ھ

عجب نہیں ہی کہ بعد انتقال بعین وصال حضرت اعدیت کا مخاطب باشارات بجانب محمد سلیم
اس حیثیت سے کہ آپ بالکل فانی فی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے

یوں ہوا ہو کہ

آں دمے کز آتش کرم نہاں باتو گویم اے تو اسرارِ جہاں
یہ انھیں انخاص خصوصیات ہیں۔ باللہ حافظ محمد اسلم کے لئے۔

۱۳۲۰ھ

بہ تصدق تعلق سرکار مولانا مولف کا بھی تعلق بندگان سرکار اسلمی قدیم معلوم ہوتا ہے
جس کا یہ جملہ شاہد ہے جس سے آپ کا سنہ وصال برآمد ہوتا ہے۔

اسلم حافظ دل دین محمدی

۱۳۲۰ھ

اختتام

ذکر پاک اسلمیہ بحمد اللہ با حسن وجوہ ختم کیا جاتا ہے۔ اب یہ کہ کیا ان افکار مند ربہ ملفوظ
ہذا نے واقعی کلی احاطہ صفات سرکار اسلمیہ کا کر لیا تو یہ دعویٰ کسی طرح نہیں کیا جاسکتا
ہے۔ جس کے وجوہ مختصراً ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :

اول یہ کہ حالات جو محض عنایات حضرات راویان سے ملے اور دستیاب ہوئے ہیں
وہ بحالت مجموعی و تیز لمحاظ عمر شریف سرکار اسلمیہ و باعتبار مدت شیخی و زمانہ رشد و ہدایت
بہت کم ہیں۔

دوسرے یہ کہ جس قدر دستیاب ہوئے ہیں اُن کا ہر تذکرہ اور ہر حکایت جن حضرات
راوی سے موصول ہوئی ہے اُس میں اندیشہ و استعداد حضرت راوی کو یک گونہ مشارکت
ہے۔ پس جہاں تک اختلاص تکل سکتا ہے اُس کا انحصار مطالعہ کنندہ حضرات کی زیر کی تعقل
پر منحصر ہے۔ علیٰ ہذا یہی حال تبصرہ و تشریح کا بھی ہے جو بجانب حق مولف ہر تذکرہ و حکایت کے

تحت میں بالعموم بحرف (ف) لکھا گیا ہے۔

تفسیر کے یہ کہ پچیس سال بعد زمانہ وصال شریف کے یہ ملفوظ مرتب و مدون کیا گیا ہے اور قوت حافیہ جہاں تک حفظ حالات پر حاوی ہو سکتی ہی وہ مخفی نہیں ہے۔ جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خدا نخواستہ ملفوظ ہذا میں کوئی غلط روایت و بیج کی گئی ہے یا کوئی بے جا تعلق ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ بلکہ یہ اُس خطا و نسیان کا اقبال ہے جس سے بچنا محال ہے۔ بہر حال کسی ملفوظ کے نہ ہونے سے اُس کا ہونا بدرجہا افضل ہے اور بالخصوص حالات و مناقب حضرات اولیائے کرام اور خاص کر حالات پاک حضرت شیخ جن پر کفر و ایمان طالبانِ صادقان کا دار و مدار ہے۔ بموجب ارشاد سرکار مولوی مغوی کہ کیت کافر غافل از ایمان شیخ کیت مردہ بے خبر از جان شیخ لہذا یہ ملفوظ یہ ضرور تیار کیا گیا ہے کہ سرکارِ اسلامیہ کے مجملہ حالات کیا تھے جن کی اقتدا کی جاوے یا جن کا جاننا ہر طالبِ صادق کو فائدہ بخشنے۔

اور ان اذکارِ مسطورہ سے یہ بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ فقرِ حافی علی کی کیا رنگت تھی۔ اور فیوضاتِ فخری و سلیمانی جب حضراتِ حافطین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم میں رونق افروز ہوئے تو وہ کیسے گاڑھے پردوں میں مستتر کئے گئے تاکہ کوئی نااہل اُن کو ہاتھ نہ لگا سکے اور کیسی معتدل اور عمدہ روش باہمہ اور بے ہمہ سے اُن کا نباہ کیا گیا۔ گو مقصود و مطلوب فیوضاتِ مسوق الذکر اپنی ذاتی صداقت و عرافت و لطافت کی وجہ سے بھی باوجود سرگرمی رشد و ہدایت ہمیشہ سے بہت محفوظ اور محصون تھا مگر انہار بے مثل حضراتِ حافطین نے اُس کو مزید برآں بے مانند عروسیت دی۔ یہی وجہ خاص تھی کہ سرکارِ اسلمیت کے ساتھ زیادہ ہنگامہ آرائی رواجی نہیں پسند کی گئی تھی۔ اور چونکہ سلوک سرکارِ اسلمیہ نہایت چھاتی توڑ باوجود اپنی آخریت کے اولیت رکھتا تھا یعنی آپ کی درویشی کا طرز بالکل متقدمین اور مسوقین سے ملا جلا تھا۔ اس لئے پاک نسبت

اسلمیہ یک گو نہ اپنے ناقابلِ برداشت اداؤں کے ذریعہ سے بھی رواجی ہنگامہ آرائیوں سے محفوظ رہی اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے کہ کسی نااہل میں کبھی تحقق نسبتِ حافظی اسلمی نہ ہوگا کیوں کہ اس خاص طریق میں اس خاص نسبتِ پاک کا اللہ حافظ مکشوف ہو چکا ہے۔ مناقبِ اسلمیہ ہذا کی تسطیر میں یہ خاص احتیاط عمل میں آئی ہے کہ جو روایت یا حکایت یا تذکرہ جس لب و لہجہ میں جس طرح ملا ہے اسی طرح دیج کتاب کیا گیا ہے۔ اول تشریح اور تبصرہ اس کا مطابق سموائی تعقل زمانہ موجودہ کیا گیا ہے۔ تاکہ معاملہ کی کافی وضاحت ہو جاوے اور تشکیک کی مدافعت رہے۔

اب رہے انھیں ان خاص معاملات سرکارِ اسلمیہ جو مافوق التخریر و تقریر ہیں وہ اُن پاک سینوں میں موجود و محفوظ و مدفون ہیں جن میں وہ منتقل کئے گئے تھے اگر اُن کی کھوج ہو تو اپنے آپ کو ذواتِ مقدسہ سرکارِ اسلمیہ یا اُن ذواتِ مقدسہ میں فنا کرنا چاہئے عین حق تعالیٰ کتابی محامد و تفصیل واقعی ولایت و شیخی اسلمیہ کا متحمل کیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عدم تحمل متذکرہ کے ثبوت کے لئے خفیف اشارہ بلسانِ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا جاتا ہے کہ:

کفر و ایمان نیست آن جائے کہ اوست

زراں کہ او مغز است و این دوزنگ پوست

اور یہ اشارہ بھی افہامِ تفہیم کے لئے ہے۔ اصلیت حضرت شیخ اس سے بھی بلند مقام رکھتی ہے۔

این صفت ہم بہر ضعف عقلهاست

باضعیقاں شرح قدرت کے روست

احقر مولف کے نزدیک آپ سب کچھ ہو کر کچھ نہ ہونے کے اظہار کے انداز میں بالکل بے مثل اور یکتا ہیں۔

بالآخر اس دعا پر یہ اختتام ختم کیا جاتا ہے کہ:

ہیں یہ بیضا نما اسے پادشاہ
صبح نو بکشا زبشا کے سیاہ

آمین تم آمین

احقر دین محمد عفی عنہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ
یومِ پنجشنبہ

یادداشت

تعلیم و تعلم و اوراد و وظائف اور خالواد ہائے متعدد جن میں اخذِ بیعت کے سرکارِ اسلامیہ مجاز تھے
اس کا مفصل اندراج مناقبِ حافظیہ میں موجود ہے اس لئے اس موقوفہِ اسلامیہ میں ان کا مکمل اندراج نہیں کیا گیا
جس کی معافی باندراجِ مزید بیت آئندہ چاہی جاتی ہے کہ:

فریاد کی کوئی نے نہیں ہے تالہ پابند نے نہیں ہے دین محمد عفی عنہ

سلام بر خواجہ عالم حضرت سیدنا و مولانا سرِ کائنات منہجِ موجودات
احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بر امتِ حریم و رؤفِ رحیم
ز ہے بخشش و جود و خلقِ عظیم
پناہِ مرادہ ز شرِ رحیم
ہمیں کار و دارم ز عہدِ قدیم

سلام علیکم رسولِ کریم
سلام علیکم حبیبِ خدا
بحقِ امامِ حسین و حسن
فریم سوئے ادھر اراں سلام

پناه غریباں شهنشاهِ دین مرادست ده وقت امید و بیم
 تو امیدگاه همه عاصیاں نظر کن ز رحمت به حالِ سقیم
 اگر چه منم کافر و بت پرست بجز حب احمد ندارم ندیم
 منم بنده عاصی اسلمی
 ز عصیاں رہا کن فیضِ عسیم

بہیں جمال اللہ در حسن بشر گز نظر داری تو عین حق نگہ
 نور مطلق جلوہ گر شد از رخست مرجا صدم حیا خیر البشر
 در لب لعل تو اکسیر شفا ذرہ کوئے تو خورشید و قمر
 دین و ایمانم فدائے رکے تو از در خویشم سوئے جنت مہر
 درد مارا نیست در مانِ دگر
 خاک کوئے حافظی صندل بسر

حفظہ اللہ حافظ

مامونس و غمخوار کبیر یار نداریم جز بندگی یار دگر کار نداریم
 ما عاشق محبوب الہی و شکر گنج پروائے خم سقطی و عطار نداریم
 ما مست استیم ز میخانہ وحدت با خرقہ و سجادہ و دستار نداریم
 رستم بہ تیخانہ شکستیم بتاں را با نقش و نگار ز بہاں کار نداریم
 گو عاشق بدنام غلام شہِ حافظ
 از خدمت پیرانِ جہاں عار نداریم

در جلوہ گاہ حسن تو بنم تماشائے دگر جز تو ندارم در جہاں و اندلیلائے دگر
 صد بار ایم سوئے تو تا جاں و ہم در کوئے تو جز این ندارم در دلِ حاشا تماشائے دگر

در حلقہ گیسوئے خود دارد دو عالم مبتلا
 یک بار از رحمت میں حال غریب بے نوا
 ہر لحظہ دارد چار سو مفتون و شیدائے دگر
 خارِ مغیلاں متجدد ہر دم ز صحرائے دگر
 بجز یہ عشقِ حاکم گردیدہ شد جان و دلم
 ہر گز نہ یابم راستے تجز کوئے او جائے دگر

شجرہ منظم بفکر تازہ سلسلہ عالیہ حشیہ حافظیہ سلیمانہ نظامیہ

حسب اللہ الرحمن الرحیم

احدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	سرمدا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
احمدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	حیدرًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
حسنًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	واحدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
سید نامدار خواجہ فضل	معینًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
اے خلیلِ خداے ابراہیم	سیرۃً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یا امامِ سدید اہل دلاں	کرماً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یا امین راز دارِ سترِ احد	مرشدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
خواجہ ممشاد علو دینوری	رفعتًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
قدوة الدین قوۃ الاسلام	ناصرًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
خواجہ اسحاق خواجہ عالم	حضلتًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
احمد و ہسم محمد ہشتی	دائمًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یوسف حسن عالم عرفاں	صورتمًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مایہ ناز خواجہ مودود	موجدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اشرف المخلوق شیخ شاه شریف
 لمعه نور خواجہ عثمان
 سید الاولیاء معین الدین
 قطب دین و مہدی گنج شکر
 و ستارہ نظام الدین
 اے چرخ غمخوار الفخیر الدین
 نیست مانند تو کمال الدین
 ہر برج قدم سراج الدین
 قبلہ خلق خواجہ محمود
 اے جمال جمال ہر دو جہاں
 مطہر حق توفی محمد نام
 قطب یحییٰ قنایات خدا
 اے کلیم کہ شد کلیم اللہ
 نازش اولیا نظام الدین
 فخر دین فخر مرشد پاکاں
 مظہر نور نور پاک خدا
 شہ سلیمان فخر نور زماں
 منبع جوہر و مخزن اخلاق
 مرشد ماست خواجہ اسماعیل

مشرقاً لا إله إلا الله
 باطناً لا إله إلا الله
 مشرقاً لا إله إلا الله
 منظرراً لا إله إلا الله
 قدرماً لا إله إلا الله
 عظمت لا إله إلا الله
 شارحاً لا إله إلا الله
 مطلقاً لا إله إلا الله
 رحمتاً لا إله إلا الله
 حسناً لا إله إلا الله
 ابداً لا إله إلا الله
 داعياً لا إله إلا الله
 ناطقاً لا إله إلا الله
 مجداً لا إله إلا الله
 نسباً لا إله إلا الله
 طلعتاً لا إله إلا الله
 عطیماً لا إله إلا الله
 حافظاً لا إله إلا الله
 عارفاً لا إله إلا الله

تمام
 بہر پیران چشت خذ بیدی
 شفعاً لا إله إلا الله
 شد